





# منہاج سندھ

جلد دوم

میں میں نوجوان محمد بن قاسم کے بعد سے آخر عہد حکومت عرب تک کی  
حالات سندھ کا تفصیل و توضیح کے ساتھ بڑی جستجو و تلاش کے بعد  
معتبر و مستند ماخذوں سے لے کے مدون کئے گئے ہیں

مصنفہ

مولانا مولوی محمد علی احمد صاحب مدرسہ اسلامیہ دہلی

۱۹۰۹ء

اتر دکن پریس میں چھپ کے دفتر دہلی از منہاج ہونی  
جلد اول ۸۰۰





بسم اللہ الرحمن الرحیم

## پہلا باب

محمد بن قاسم کے خاتمہ کہ ساقہ بھی عام فارسی مورخین سندھ میں عربوں کے زمانے کے حال کو بھی ختم کر دیتے ہیں۔ بلکہ ہر مورخ کا یہ خیال ہے کہ ابن قاسم کے بعد سے محمود غزنوی تک سندھ کی تاریخ پر وہ غفایں ہیں۔ اور بے شک ہے۔ اس لیے کہ اگر نہ تھی تو بھی فارسی مورخین نے جنگی و اہنیہ نہایت ہی محدود تھی اُسے اُلجھا کے اور قیاسی خلاف بیان کر کے اصلی واقعات پر بالکل پردہ ڈال دیا۔

فارسی اہلانیہ  
قابل اعتبار نہیں

اصل یہ ہے کہ فارسی مصنفین کا زمانہ تھا۔ صرف سچ نامہ کا مترجم سندھ کا سب سے پہلا مورخ ہے۔ جس نے ایک عربی کتاب کا ترجمہ کر کے ملک میں بھیلادیا لیکن اُس نے محمد بن قاسم کی زندگی کے ساقہ اپنی تاریخ بھی تمام کر دی ہے اگر اُس میں کچھ اور حالات بھی مندرج ہوتے تو غالباً فارسی مورخوں اور ان کے بعد لکریا مصنفوں میں ایسا اختلاف نہ پیدا ہوتا۔ اور سندھ کی تاریخ یوں کشمکش میں نہ پڑ جاتی لیکن نہایت ہی حیرت کی بات یہ ہے کہ تمام فارسی مورخوں نے سندھ کے واقعات صرف

فارسی تاریخوں میں ڈھونڈ سہم۔ کسی کو بہ توفیق نہ ہوئی کہ عربی خزانہ علم تک ہاتھ لگاتا  
ادھر ذرا بھی توجہ کی ہوتی تو سارا عقدہ حل ہو جاتا۔ اور بعد واسے یونان و شوارین  
میں نہ مبتلا ہوتے۔ خاندان غزنویہ کے اختتام پر ہندوستان کی فارسی تاریخوں کے  
لکھے جانے کا سلسلہ پڑا۔ اُن مصنفوں کا مرکز خاص دہلی تھا۔ اور اُن کے سامنے جو  
واقعات موجود تھے وہ اس قدر دلچسپ تھے کہ انھوں نے سندھ کی گزشتہ تاریخ کا بہت  
لگانے کی طرف بالکل توجہ نہ کی۔ بعد کے لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ سندھ میں محمد بن قاسم  
ایک نامور سپہ سالار عرب بڑے بڑے کارہائے نمایاں دکھا چکا ہے تو اُن کو سندھ کے  
حالات معلوم کرنے کا شوق ہوا۔ عربی کتابیں اُن کی نظر سے دور تھیں اور کوئی فارسی  
ذریعہ معلومات موجود نہ تھا مجبوراً اُن نے سنائے افسانے جو اُن کو خود سندھیوں کی زبان  
سے معلوم ہوئے اپنی تصانیف میں نقل کر دیے۔

فارسی مصنفوں نے  
اس لیے قیاس سے  
واقعات کو سمجھا  
دیا

ہمارے فارسی کے مورخین ہند نے محض قیاساً یہ بات تسلیم کر لی کہ محمد بن قاسم  
کے بعد عربوں کی حکومت کمزور ہو گئی۔ اُس کے ساتھ ایک یہ بات انھیں محقق طور  
پر معلوم ہو گئی کہ خاندان غزنوی کے زمانہ میں ملک سندھ پر سومرہ نام ایک قوم  
کا بہت زیادہ اثر تھا۔ دولت غزنویہ کے زوال کے ساتھ ہی اُس قوم نے  
سند آزادی حاصل کر لی اور سندھ کو بلا مراجمت اپنے قبضہ میں کر لیا۔ صرف  
یہ دو باتیں ہیں جو فارسی مورخوں کی معلومات کا سرچشمہ ہیں۔ لیکن ان دو  
باتوں پر تمام مورخوں نے اپنی راؤں سے جو حاشیہ چڑھائے ہیں اُن کی وجہ سے  
تاریخ سندھ اس قدر پریشان اور غارت ہو گئی کہ جب تک یہ آزادی فارسی مورخوں  
کی تکذیب نہ کر دی جائے اصلی حالات کا بہتہ نہیں مل سکتا۔ اُن مذکورہ مصنفوں  
نے انصاف یہ ہے کہ ۹۷۵ ہجری سے (جب کہ محمد بن قاسم نے ملتان کو فتح کیا تھا)  
۹۷۵ ہجری تک (جبکہ سلطان محمود غزنوی نے ملتان پر قبضہ کیا) پوری دو صدیوں  
کے حالات ایسے غارت کیے کہ اگر اُن کی کتابوں کا اعتبار کیا جائے تو کچھ  
بھی پتہ نہیں چلنا کہ مذکورہ دو سو برس تک سندھ کی کیا حالت تھی۔ سومرہ لوگوں  
کے متعلق یہ بھی نہیں ثابت کیا جاسکا کہ وہ کون کون گئے۔ اور کیا مذہب رکھتے تھے  
اور نہ اس بات کا اطمینان ہوتا ہے کہ وہ کس وقت اور کیوں نکر سرزمین سندھ

۴۲  
مین نمودار ہوئے۔

مشر ایلٹ نے اپنی بے مثل تاریخ مین فارسی موخون کے اختلاف کو خوب وضاحت سے دکھا دیا ہے۔ میر معصوم کہتے ہیں ۸۴۳ھ ہجری (۱۴۳۸ء) یعنی عبدالرشید بن سلطان مسعود کے عہد میں ہومرہ لوگون نے بغاوت کر دی اور ہومرہ نام ایک شخص کو حکمران سندھ مقرر کیا۔ ہومرہ لوگون مین پچھتیس حکمران گذرے اور ان مین پانچ سو برس حکومت رہی۔ لیکن میر معصوم کو اس کا اعتبار نہیں جس کا عنوان خود ان کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ تاریخ ظاہری کا مصنف لکھتا ہے کہ ہومرہ لوگ ۸۴۳ھ تک یعنی کل ۳۴ سال حکمران رہے۔ ہند و مذہب رکھتے تھے اور مقام محمد تو ان کا دار السلطنت تھا۔ بگڑ نامہ والا لکھتا ہے کہ سلماؤن کی فتح کے بعد قبیلہ یتیم کے لوگ حکومت کرنے لگے۔ ان کے چند روز بعد ہومرہ لوگ حکمران ہوئے۔ اور پانچ سو پانچ سال تک عنان حکومت ان کے ہاتھ میں رہی۔ مقام مہا نم پور ان کے بادشاہوں کا مستقر تھا۔ صاحب منتخب التواریخ تصریح کرتے ہیں کہ سلطان عبدالرشید کی کمزوری کے زمانہ میں ۸۴۴ھ ہجری مین ہومرہ لوگون نے شہر تھری کے نواح مین جمع ہو کے ہومرہ نام ایک شخص کو اپنا فرمان روا بنایا۔ اس ہومرہ پہلے فرمان روا نے مسیحی معدا ایک زمیندار کی بیٹی سے شادی کی۔ اس کے بطن سے اس کا چالیسین بھو نگر پیدا ہوا۔ اس کے بعد حکمرانان ہومرہ کا پورا نسل بیان کیا ہے۔ تحفۃ الکرام کا مصنف لکھتا ہے کہ ہومرہ قوم سامرہ کے عربوں سے نکلی ہے۔ دوسری صدی ہجری مین قبیلہ یتیم انصاری کے لوگ دولت عباسیہ کی طرف سے جب والی سندھ مقرر ہوئے تو انھیں کے ساتھ یہ لوگ بھی آئے تھے ان کا پورا زمانہ تقریباً ساڑھے پانچ سو سال بتایا جاتا ہے۔ بیشتر توباج گذرا مرا اور جاگیر داروں کی سبقت رکھتے تھے۔ لیکن غزنویوں کے بعد انھوں نے پوری عہد عبدالرشید کو میر معصوم نے سلطان مسعود کا بیٹا لکھ دیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے جیسا کہ فرشتہ مین لکھا ہوا ہے کہ عبدالرشید خود سلطان محمود غزنوی کا بیٹا تھا۔ نسل محمود کے کئی حکمرانوں کے بعد اس نے خرمج کیا اور آبائی تخت و تاج پر قابض ہوا۔ لیکن عشرت پسندی کی وجہ سے بہت جلد تباہ ہو گیا۔

ان کی اختلاف  
بیان  
سابقہ مصنف

تاریخ ظاہری

بگڑ نامہ

منتخب التواریخ

تحفۃ الکرام

آزادی حاصل کر لی۔ یہی مصنف دوسری جگہ لکھتا ہے سومرہ سامرہ کے عرب تھے  
 یہاں آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ یہاں کے ایک دیسی والی ڈلوراسے نے اپنے بھائی  
 چھوٹا امرائی پر زیادتی کی۔ چھوٹا امرائی نے دربار خلافت میں شکایت کی تو سامرہ  
 سے سو عرب اس کی مدد کے لیے روانہ کیے گئے۔ اُن میں سید علی موسوی بھی  
 تھے جنھوں نے ڈلوراسے کی بیٹی سے شادی کی اور اُن کی اولاد آج تک باقی  
 ہے۔ جب غازی ملک سندھ سے فوج فراہم کر کے دہلی پر حملہ کیا اور خسرو خان کے  
 بعد غیاث الدین تغلق شاہ کے لقب دہلی کے تخت پر چڑھا تو سومرہ لوگوں  
 نے موقع پا کر سندھ پر قبضہ کر لیا۔ اور شہر قنبری کے گرد جمع ہو کر سومرہ نام ایک  
 شخص کو اپنا حکمران بنایا۔ جس کا نام دامن سلطنت قائم کی۔ اور سعد نام ایک  
 کی بیٹی اپنے عقد نکاح میں لی۔ اس عورت کے بطن سے بھونگر نام ایک لڑکا پیدا  
 ہوا جو اُس کے مرنے کے بعد وارث تاج و تخت ہوا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ  
 محمد بن قاسم کے بعد وہ لوگ جو اپنے آپ کو تیم انصاری کی اولاد میں جانتے  
 تھے مملکت سندھ کی بادشاہی کرنے لگے۔ اُن کے بعد وہیں کے زمینداروں  
 میں سے سومرہ لوگوں نے حکومت شروع کی۔ جن کو اپنے مال و دولت اور اپنی  
 جماعت کی کثرت پر ناز تھا۔ ایک صدی تک اُن کا زمانہ رہا۔ اُن کے بعد تھمہ  
 لوگوں نے یہاں کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ یہ بھی اُس ملک کے زمیندار تھے۔  
 اور اُن کے فرمان روا شاہان جام کے لقب مشہور تھے۔ اُن کے عہد میں غزنوی  
 غوری اور دہلی کے دیگر سلاطین کبھی کبھی فوج کشی کر دیا کرتے تھے۔ اور سندھ  
 کے بعض شہروں پر تصرف ہو جاتے تھے۔ آخر کار سلطان ناصر الدین قباچہ  
 بادشاہ سندھ ہوا جس نے دہان بالاسقلال اپنی سلطنت قائم کی اور اپنے نام  
 کا خطبہ و سکے جاری کیا۔

تاریخ فرشتہ

اب ہم انگریزی مصنفوں کے تصریحات نقل کرتے ہیں جنھوں نے سندھ  
 کی اس زمانہ کی تاریخ پر بحث کی ہے۔ مشر لوپچر کا بیان ہے کہ سندھ میں سلاطین  
 غزنویہ کی طرف سے مقرر کر کے والی روانہ کیے جاتے تھے۔ سلطان سعود  
 کے زمانہ میں سومرہ نام ایک قوم نمودار ہوئی جس نے ہتھیار ہاتھ میں لیے

انگریزی مورخین  
 مشر لوپچر

اور سلطان کے عالموں اور طرفداروں کو نکال باہر کیا۔ لیکن اس قوم کے سر  
 سکھنے فوراً دربار غزنوی میں معذرت خواہی کی اور جو رقم پیشتر خزانہ غزنوی میں  
 یہاں کے آمدنی سے داخل ہوتی تھی اُسی قدر رقم داخل کرتے رہنے کا وعدہ کر کے  
 باقی تخت غزنوی خود اپنی سندھ ہو گیا۔ اس کے بعد ڈیرہ سو برس تک خراج وقت  
 پر ادا ہوتا رہا یہاں تک کہ غریوں کے ہاتھ سے دولت غزنویہ کا خاتمہ ہو گیا۔ ڈاکٹر  
 برڈ متعدد فارسی مورخوں کے اعتماد پر لکھتے ہیں ”سومرہ لوگ جو پہلے ہی سلطان  
 محمود غزنوی کے عہد میں نمودار ہوئے دراصل مسلمان تھے۔ اور پیغمبر ﷺ علیہ  
 وسلم کے چچا ابو جہل کی اولاد میں تھے۔ گیارہویں صدی عیسوی کی ابتدا میں ان لوگوں  
 میں سے ایک شخص نے قوت پیدا کی۔ ستم قوم کی ایک لڑکی اسے عقد میں لی جس سے  
 بھونگر نام ایک لڑکا پیدا ہوا۔ خود اس شخص کا نام بٹا تھا۔ یہ شخص چھوٹا لڑکا بیٹا تھا  
 اور چھوٹا عمر سومرہ کی نسل سے تھا۔ عمر سومرہ ہی پہلا شخص ہے جو اس قوم کی  
 تاریخ میں نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر برڈ کے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں کہ سومرہ لوگ  
 عربی الاصل تھے اور ابو جہل کی اولاد میں تھے۔ وہ آگے بڑھ کے لکھتے ہیں اُن  
 لوگوں کا قومی لقب شمر سامرہ سے نکلا ہے جو عراق عرب میں لب دریا سے وطن آباد  
 اور معلوم ہوتا ہے کہ نیم انصاری کے ہمراہیوں سے نکلے ہیں اور تیم و قریش کے دیگر  
 قبائل بھی ان میں شامل ہیں۔ مسعودی کے عہد میں بہت سے عربی سردار جو غم  
 رسول اللہ ﷺ (حمزہ اور ابن غم بنی غمی (مقتضی) کی نسل میں تھے والی مسعود  
 کی رعایا میں موجود تھے۔ لہذا انھیں اجداد سے ہمیں سندھ کے سیدوں اور خاندان  
 سومرہ کا پتہ لگانا چاہیے۔ مگر مسٹر الفسٹن تاریخ فرشتہ پر اعتماد کر کے اور زیادہ تر  
 ایجا دیندہ سے کام لے کے اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ”مسلمانوں کی ترقی ہندوستان  
 میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھی۔ چنانچہ جب وہ مر گیا تو وہ ترقی بھی کوچ کر گئی۔ جو  
 ملک اُس نے فتح کیے تھے ستم عیسوی مطابق ستم ہجری میں تیم نام اُس کے قائم مقام  
 کے حوالے کیے گئے۔ اور خاندان بنی امیہ کی تباہی تک یعنی چھیترس برس اُس کے  
 قبضہ میں رہے۔ خاندان تیم کے بعد سمیر قوم کے راجپوتوں نے بغاوت کر دی  
 جس کا مفصل حال معلوم نہیں اور مسلمانوں کو سندھ سے نکالا اور جو ملک مسلمانوں

ڈاکٹر برڈ

مسٹر الفسٹن

نے فتح کی تھی پھر ہندوؤں کے قبضہ و تصرف میں آگئے اور تقریباً پانچ سو برس اُن کے قبضہ میں رہے۔

ان اختلافات کوئی نتیجہ نکالنا دشوار ہے

در اصل یہ ایسے اختلافات ہیں کہ اگر اُن سے کوئی صحیح نتیجہ نکالنے کی کوشش کی جائے تو ہرگز کامیابی کی امید نہیں ہے، مگر کتنی بڑی حیرت کی نسبت ہے کہ سب زیادہ الزام مسٹر الفنسٹن کے ذمہ ہے جنہوں نے اس کا بالکل لحاظ نہ کیا کہ سندھ میں عربوں کی حکومت محمد بن قاسم کے بعد بھی مدتوں تک رہی، اگر قوم سومرہ کی حکومت اسی زمانہ سے تسلیم کر لی جائے گی تو وہ تمام حالات جو معتبر ذرائع سے اور بہت ہی قدیم مورخوں کی کتابوں میں صاف صاف لکھے ہوئے ہیں اُن کی کیونکر تردید کی جاسکے گی۔ اسی وجہ سے مسٹر ایلیٹ کو بھی الفنسٹن کے اس بیان پر حیرت ہو گئی۔ کیونکہ وہ لکھتے ہیں دو اس (مسٹر الفنسٹن کے) بیان کے مطابق خلفاء عباسیہ کے تمام والیوں کا ملتان و خصوصاً اُن کے آراء و خود سر حکمرانوں کا اور قرامطہ کا سارا زمانہ غفلت کی نذر ہو گیا۔ اتنی بڑی غلطی نشان غفلت اور اتنے بڑے مورخ سے دیکھ کے یہ کہنا پڑتا ہے کہ جن واقعات سے اُن کو سابقہ پڑا ہے وہ کس قدر تاریکی میں ہیں۔ لیکن سچ تو ہے کہ صرف واقعات کے پیچیدہ ہونے پر مسٹر الفنسٹن معذور نہیں رکھے جاسکتے۔ اگر سومرہ لوگوں کی اصلیت اُن کے ابتدائی مذہب کے بارہ میں اُن سے کوئی بڑی بھاری غلطی ہو جاتی تو کہا جاسکتا تھا کہ واقعات ہی ایسے پیچیدہ تھے مگر اس کا کیا جواب ہے کہ انھوں نے عربوں کی حکومت کے زمانہ اور دو صدیوں کی پوری تاریخ کو غائب کر دیا جس کی نسبت کبھی نہیں کہا جاسکتا کہ تاریکی میں تھی۔ مسٹر الفنسٹن جس عربی تاریخ کو دیکھتے صاف نظر آجاتا کہ اس زمانہ کے بہت کچھ حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ محمد بن قاسم کے بعد کے حالات تو ہم آگے چل کے بیان کریں گے سر دست نہیں مسٹر الفنسٹن کی مروت یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سومرہ لوگوں کے متعلق کافی بحث کریں۔ اس معاملہ میں دو باتیں بالکل مشکوک اور غیر متحقق حالت میں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ لوگ دراصل کمان کے رہنے والے تھے اور کیا مذہب رکھتے تھے اور دوسرے یہ کہ اُن کی حکومت کس وقت شروع ہوئی۔ یہ دونوں امور اس قدر مشکوک اور مختلف فیہ ہیں کہ فی الحقیقت کوئی صحیح اور قابل اطمینان

مسٹر الفنسٹن کے بیان پر مسٹر ایلیٹ کا تعجب

سومرہ قوم کی تحقیق

فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ پہلے معاملہ کے متعلق اگرچہ اکثر مورخین کے خلاف ہے مگر  
 بادی النظر میں قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں یہ لوگ ہندو تھے۔ اور  
 قدیم سے سندھ میں رہتے تھے۔ ان کے ناموں پر غور کیجیے تو بعض ہندوؤں کے  
 ایسے ہیں جو بعض مسلمانوں کے ایسے لگتے ہیں جیسے کہ ہندو ہونے کے  
 لیے کافی تھی۔ مگر سرزمین سندھ میں عرب اور ہندی اس قدر مل جاتے تھے  
 کہ نو مسلم قومیں باوجود مسلمان ہو چکنے کے اپنے خاندانوں میں وہی قدیم ہندو  
 نام مروج رکھتی تھیں اور عرب کمان کبھی مزاحمت نہیں کرتے تھے بلکہ قرینہ سے ایسا  
 معلوم ہوتا ہے کہ امتداد زمانہ کے بعد خود عربی النسل مسلمانوں میں بھی دیسی  
 ناموں کا رواج ہو گیا تھا۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو سومرہ لوگوں کے اصلی  
 میں پھر شبہ ڈال دیتا ہے۔ تاہم یہ کہا جاسکتا ہے کہ سندھ کی دیگر نو مسلم قومیں  
 اور عربی الاصل مسلمانوں میں ہندی ناموں کا رواج اس طرح ہوا کہ ابتداء  
 کے تمام مسلمانوں کے ایسے تھے اور رفتہ رفتہ زمانہ کے ساتھ تدریجاً ہندو نام  
 پیدا ہوتے گئے اور آخرین ویسی ہی ناموں کا زیادہ رواج تھا۔ لیکن یہ  
 خلاف اس کے سومرہ لوگوں میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ ان میں ابتداء ہندو  
 نام مروج تھے اور آخرین رفتہ رفتہ اسلامی نام پیدا ہوئے اس سے قیاس  
 کر لیا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ اصل میں ہندو تھے۔ قطع نظر ناموں کے ان کے اخلاقی  
 وعادات سے بھی ہندو مذہب کی بڑا قیاس ہے مغرب کا مشہور سیاح ابن بطوطہ جب  
 سندھ بھری میں کابل کے پہاڑوں سے اتر کر سندھ کے شہر جنالی میں پہنچا تو  
 وہاں کے حالات میں لکھتا ہے یہاں ایک قوم رہتی ہے جو سامرہ کے لقب سے مشہور  
 ہے۔ ان لوگوں کے اجداد اُس قدیم زمانہ میں یہاں سکونت پذیر ہوئے تھے جبکہ  
 حجاج کے عہد ولایت میں یہ ملک فتح کیا گیا تھا۔ یہ سامرہ لوگ کسی کے ساتھ کھانا  
 نہیں کھاتے۔ اور جب خود کھانے لگتے ہیں اُس وقت اُس کے بھی روادار نہیں ہوتے  
 کہ کوئی انہیں کھاتے دیکھے۔ سوا اپنی قوم کے اور کسی قوم میں شادی بیاہ نہیں کرتے  
 میرے زمانہ میں ونا نام ایک شخص ان پر حکم تھا ان کے ان عادات و اطوار  
 سے بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ لوگ دراصل ہندو تھے۔

سومرہ کے متعلق  
 ابن بطوطہ کا بیان

سومرہ پہلے مذہب  
قراٹھ اختیار  
کیا تھا۔

مشرایلیٹ نے بڑی جستجو سے ایک اور قوی دلیل ہم پہنچائی ہے جو سومرہ لوگوں کے ہندو الاصل ہونے کے دعوے کو اور قوی کر دیتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قاتمان اسلام کا اصلی مذہب اختیار کرنے سے پہلے سومرہ لوگوں نے قراٹھ کا مذہب اختیار کر لیا تھا اس مذہب کے حالات ہم آئندہ بیان کریں گے کہ اس جدید مذہب کے داعی اور مناد جمی سرزمین سندھ میں پھیلے ہوئے تھے۔ جن سے صرف خراسان و عرب ہی کے قراٹھ سے نہیں شام و مصر کے قراٹھ سے بھی خط کتابت رہتی تھی اور براہنامہ و پیام جاری تھے۔ اور قراٹھ میں سے بھی فرقہ دروز کے مقتدا کو یہاں سے بلورائعلق تھا چنانچہ مقطنہ بہاوالدین جو حمزہ کا مرید خاص تھا اور تحریرات دروز کا مولف ہے اس کا ایک خط اُن لوگوں کی مقدس کتاب الدروزین موجود ہے۔ یہ خط ۲۳۳ھ ہجری (۸۳۸ عیسوی) میں لکھا گیا ہے اور اس کا عنوان یہ ہے: "بجانب عام موحدین ملتان و ہندوستان و خاصہ بنام شیخ ابن سومر راجہ بل" اس خط میں ابن سومر کا اصلی ہندو نام بتا دیا ہے اور اُسے "راجہ بل ہلی وارث بو تھرو اور ہودلی ہلا" لکھا ہے۔ راجہ بل کے بعد اُس کے خاندان کے اور بھی اکثر لوگوں کے نام لکھے ہیں جنہیں سے چند عربی اور باقی ہندی نام ہیں۔ اور اُن کے آئین و مذہب کی تعریف کی ہے۔

سومرہ لوگوں  
کے نام مقطنہ  
بہاوالدین کا خط

اس خط سے کیا  
مستفاد ہوتا  
ہے

کتاب الدروزین کا اس خط میں راجہ بل کے باب کا نام سومر لکھا ہے۔ مشرایلیٹ کی رائے میں یہی وہ سومرہ ہے جس کو تمام مورخین بانی خاندان سومرہ بتاتے ہیں۔ اور ناموں میں جو ہندی اور عربی کی آمیزش ہے اس سے خیال کر لیا جاسکتا ہے کہ اس خط میں قوم سومرہ مخاطب کی گئی ہے۔ اس لیے کہ اُس عہد

عہد دروز لوگ آج بھی ملک شام میں موجود ہیں۔ اور ایک عجیب و غریب مخفی اعمال و اختیارات مذہب رکھتے ہیں۔ گو بنظر ہر مسلمان کا ایک فرقہ ہے۔ مگر وہ قرآن سے زیادہ قدر کتاب الدروز کی کرتے ہیں۔ جو اسی مقطنہ بہاوالدین کے خطوط اور اُس کی تحریروں کا مجموعہ ہے۔ کتاب الدروز کو دروز لوگ تو چھپاتے ہیں مگر وہ لنڈن میں چھپ گئی ہے۔ جس کا ایک نسخہ حیدرآباد میں نواب عابد الملک بہادر کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اور وہیں میری نظر سے گزرا۔



مین نامیوں کا ایسا نمایان امتزاج صرف سومرہ لوگوں ہی میں نظر آتا ہے۔ اور یہ  
 بھی پتہ چلتا ہے کہ اس قوم کے بعض لوگ مذہب قرامطہ اختیار کر چکے تھے اس لئے  
 کہ ان لوگوں کے کیش و آئین کی بھی تعریف کی گئی ہے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ موجود  
 حکمران خود بھی مذہب قرامطہ کا پابند تھا اور اس کا باپ جس کا یہ وارث ہوا  
 یعنی خود سومرہ وہ بھی قرامطی تھا۔ شیخ ابن سومرہ جو خاص طور پر مفاہیظ بنایا گیا ہے  
 اس کا زمانہ بھی اس خط سے معلوم ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں سلطان  
 مسعود غزنوی کا ذکر ہے۔ قطع نظر اس کے یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ خط ۳۲۳ھ کو  
 لکھا گیا ہے۔ اور سلطان مسعود کا زمانہ ۳۲۳ھ بھری سے شروع ہو چکا تھا۔ لہذا  
 ہم کو خیال کر لینا چاہیے کہ ابن سومرہ کا باپ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں ملتان  
 پر حکومت کر رہا تھا۔ اتنا پتہ لگنے کے بعد صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہی سومرہ وہ  
 شخص ہے جس کا دوسرا اسلامی نام ابوالفتح داود تھا۔ جس پر سلطان محمود غزنوی  
 نے سنہ ۳۲۳ھ بھری میں حملہ کیا تھا۔ اور یہ الزام اس پر عائد کیا تھا کہ مذہب ملاحہ  
 یعنی قرامطہ کا پابند ہے۔

ان واقعات کے ترتیب دینے سے قریب قریب اکثر مشکوک بظاہر حل ہو جاتی  
 ہیں یہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں کہ سومرہ لوگوں کی حکومت محمود کے حملے سے پہلے شروع  
 ہو چکی تھی۔ انھوں نے مسلمانوں کا عام مذہب نہیں بلکہ قرامطہ کا مذہب اختیار  
 کیا تھا۔ لیکن ابھی تک نہ تو یہ وقت رفع ہوتی ہے کہ انھوں نے کس وقت ان  
 کے خاندان میں سب کے پہلے کس نے مذہب قرامطہ اختیار کیا تھا اور نہ یہ کہا جا  
 سکتا ہے کہ اس خاندان میں سے سب سے پہلے کون شخص تخت حکومت پر جلوہ افروز  
 ہوا۔ تاریخ فرشتہ میں صاف لکھا ہوا ہے امیر ناصر الدین سبکتگین محمود کے باپ  
 کے عہد میں والی ملتان شیخ حمید بودھی تھا۔ جس نے امیر سبکتگین کی طرح اطاعت  
 کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شیخ نصیر ہوا جس کا بیٹا شیخ ابوالفتح داود محمود کے  
 زمانہ میں تھا۔ اور جس کی نسبت مسٹر ایلٹ نے کتاب ایلدروز کی تحریر میں  
 کر لیا کہ یہی وہ سومرہ ہے جس کو اس خاندان کا بانی کہنا چاہیے۔ فرشتہ کے اس  
 معنی تاریخ فرشتہ میں نویں سنہ لکھا ہے مگر تعبیر کہ مسٹر افسٹن ۳۲۳ھ بتاتے ہیں

اس قوم میں پہلے  
 کس اور کس مذہب  
 قرامطہ اختیار  
 کیا اور پہلے  
 حکمران کون  
 ہے۔

بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب قرامطہ چاہے داؤد نے اپنی ذات سے اختیار کیا ہو لیکن مذہب اسلام اُس کے باپ اور دادا دونوں کا مذہب تھا۔ اور کتاب الدروز کے خط میں داؤد کا بیٹا جو ابن سومر راجہ بل کے لقب سے یاد کیا گیا ہے یہ بھی کچھ زیادہ خلاف سنین قصود لکھا جاسکتا۔ اس سبب کہ جس طرح قوم سومر کے دیگر لوگوں میں باوجود مسلمان ہونے کے آخر تک ہندی نام مروج رہے اسی طرح ممکن ہے کہ داؤد کا عربی کے علاوہ ایک ہندی نام بھی ہوا اور اُس کے بیٹے کا نام راجہ بل بھی رکھ دیا گیا ہو۔

بہر تقدیر یہ امر تحقیق طور پر ثابت ہو گیا کہ سومرہ خاندان سبکتگین کے عہد میں مسلمان تھا۔ اور اُس وقت طتان کی حکومت بھی اُسی کے ہاتھ میں تھی۔ سبکتگین نے <sup>۳۳۷ھ</sup> میں تخت نشین ہوا تھا۔ لہذا ہم کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ اس بہاں سے پیشتر سومرہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور اُن کی حکومت بھی تھی۔

اب ہم عربی جغرافیہ نویسوں اور سیاحوں کے بیان کی طرف توجہ کرتے ہیں جن کی تحریرات سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ سندھ میں جو عربی خاندان حکمران تھے وہ آخر سے آخر تک وہاں حکمران نظر آئے۔ اور نیز یہ حال بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ مذہب قرامطہ کا زیادہ شیوع سندھ میں کس وقت ہوا۔ اور بے شک وہ بیانات کل مورخوں کے تحریروں سے زیادہ تر قابل اعتبار ہیں۔ اس لیے کہ اُن لوگوں نے خود سفر کر کے اپنے چشم دید واقعات بیان کیے ہیں اور زمانہ کی تصویر خود اپنی آنکھ سے دیکھ کے ہم کو دکھائی ہے۔

سب سے پہلے علامہ مسعودی سفر کرتے ہوئے سندھ میں آئے جو سنہ ۳۲۰ھ میں سفر کر رہے تھے وہ لکھتے ہیں کہ "امیر طتان اُسامہ بن لوی بن غالب کی نسل سے ہے۔ اور بیان کا تخت ایک مدت سے وراثت اُسی خاندان میں چلا آتا ہے" اس بعد امام ابو اسحق الصطخری وارد سندھ ہوئے جن کا سفر سنہ ۳۴۸ھ میں تمام ہو گیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔ "مندان (مندان) میں قریشی النسل فرمان روا ہے۔ اور خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھتا ہے" اس کے چند روز بعد مشہور عربی جغرافیہ نویس ابن حوقل اس سرزمین میں پہنچا جس کا سفر سنہ ۳۵۰ھ میں تمام ہوا۔

سنہ ۳۳۷ھ سے پہلے  
سومرہ سلطان ہوا  
چکے تھے

عربی سیاحوں  
کی شہادت

۱ علامہ مسعودی

ابو اسحق الصطخری

ابن حوقل

وہ بیان کرتا ہے کہ ”امیر قریشی انسؓ ہے اور سامہ بن لوی کی اولاد سے ہے اور بیان (ملتان میں) خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ اس زمانہ تک صاف معلوم ہوتا ہے کہ فرما روایان ملتان عربی انسؓ تھے اور ان کے مذہب میں بھی کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا تھا۔ قرامطہ کا ابھی تک کوئی اثر نہیں پڑا تھا۔ ان تینوں سیاحوں کے بعد علامہ بشاری مقدسی وارد سندھ ہوئے جنھوں نے ششہ ہجری میں اپنا سفر نامہ کیا وہ کہتے ہیں ”ملتان میں خلفائے بنی فاطمہ کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ کل معاملات کا تصفیہ بھی مصر کے خلفاء ہی کی اجازت سے ہوتا ہے۔ یہاں سے برابر تخت و بیدایا خلافت مصر کے دربار میں جاتے رہتے ہیں۔ لوگ شیعہ ہیں۔ اذان میں سے علیؓ خیر الہل کہتے ہیں۔ تکبیر دو دو دفعہ کہتے ہیں“ اور اس کے بعد بیان کے فرمان روا کی نسبت صرف اتنا لکھا ہے کہ ”وہ ایک زبردست بادشاہ ہے“ جنوبی ہند کے فرما رواے منصورہ کی طرح اس نسبت یہ نہیں لکھا کہ ”قریشی انسؓ ہے“ علامہ بشاری کے بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ورود سندھ کے زمانہ میں قرامطہ کا جادو ملتان پر پوری طرح چل چکا تھا۔ اس لیے کہ قرامطہ ہی تھے جو مسئلہ امامت میں اصولاً شیعوں کے موافق تھے۔ اور مصر کے خلفائے بنی فاطمہ کو روحانی امام وقت تسلیم کرتے تھے۔ علیٰ الخصوص مذہب دروز کے پابند تو ان میں ایک جلوہ ایزدی موجود ہونے کے مدعی ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خود فرمان روا سے ملتان اس مذہب کا پابند تھا۔ کیونکہ بغیر اس کے ایمان لائے ممکن نہ تھا کہ خطبہ میں بھی خلفائے بنی فاطمہ مصر کا نام داخل کیا جاتا۔ اور نہ یہ لفظ قرامطہ جو تکبیر دو دفعہ کہتے تھے اس پر ہمارے زمانے کے اہل سنت اور سنیوں نے نام ابو حنیفہ علیہ السلام پڑھیں گے۔ بات یہ ہے کہ محدثین اور امام شافعی اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کے نزدیک کبیر بن اللہ بکر جی جگہ دہلی بار اور باقی کلمات صرف ایک بار لکنا چاہیے۔ ہاں قد قامت المملوۃ البتہ دو دفعہ لکھا جائے۔ علامہ بشاری بظاہر محدثین کے طرز پر عمل کرتے تھے۔ اور ان کے خیال میں تھا کہ کلمات تکبیر کا دو بار کہنا امامیہ فرقوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اُنھیں خبر نہ تھی کہ اس مسئلہ میں شیعوں اور حنفیوں میں اتحاد ہے۔

علامہ بشاری

ممکن تھا کہ جمہات سلطنت کا تصفیہ خلفا سے مصر کرتے۔ علامہ بشاری یہ بھی تصریح نہیں کر  
 کہ یمان کا بادشاہ قریشی الاصل یا سامہ بن لوی کی نسل سے ہے۔ جس سے قیاس  
 کر لیا جاسکتا ہے کہ سلطنت ملتان کا مذہب ہی بنین بدلتا تھا بلکہ خاندان شاہی بھی  
 بدل گیا تھا۔ اس لیے کہ اگر بادشاہ قریشی ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ ایک مسلمان اور  
 عربی سیاح اُس کے نام کے ظاہر کرنے سے قطع نظر کرتا۔ ان تمام واقعات کے  
 مرتب کرنے سے پوری طرح یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ شہسہ بھری (جب کہ ابن حوقل اپنے  
 وطن میں واپس گیا ہے) اور شہسہ بھری (جب کہ علامہ بشاری نے اپنا سفر تمام  
 کیا ہے) ان دونوں سنوں کے درمیان میں جو ۱۱ سال کا زمانہ گزرا اسی مدت میں  
 ملتان میں مذہب قرامطہ کا بھی رواج ہوا اور حکومت بھی بدل گئی۔

شہسہ بھری  
 کہ وہ چنانچہ  
 مذہب قرامطہ کا  
 رواج ہوا  
 اور پھر  
 حکومت  
 بدلی

اتحاد دریافت ہو جانے کے بعد اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ فارسی موزنین جو کہ  
 رہے ہیں کہ سومرہ لوگوں نے جمع ہو کے اپنے ایک سردار کو جس کا نام سومرہ تھا قرامطہ  
 بنایا وہ اسی زمانہ کا واقعہ ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ سومرہ مذہب اختیار کر لینے کے  
 بعد قرامطہ سے دروز قرامطہ نے اُن میں ایسا جوش پیدا کر دیا کہ فوراً ہتھیار لے کے  
 اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ملتان کے شاہی خاندان کو جو قریشی النسل تھا تباہ کر کے قرامطہ  
 میں گئے۔ اور اُن کی حکومت کے ساتھ ہی قرامطہ کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ ہم کو  
 یقین کر لینا چاہیے کہ سبکتگین کے معاصر شیخ حمید اور اُس کا بیٹا شیخ نصیر اور اُس کا بیٹا  
 شیخ ابو الفتح داؤد سب اسی سومرہ نام شخص کے وارث ہیں جو ملتان کا پہلا قرامطہ حاکم  
 اور قوم سومرہ کا پہلا فرمان روا تھا۔ کتاب الدرر کے خط میں داؤد کے بیٹے کو جو  
 اسی سومرہ لکھ دیا ہے اس سے ہمیں یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ وہ سومرہ کا بیٹا تھا بلکہ یہ  
 سمجھنا چاہیے کہ وہ سومرہ کی نسل سے تھا جیسا کہ تمام اسلامی ممالک میں مروج تھا کہ اگر  
 لوگ اپنے آپ کو "ابن" کے لفظ سے اپنے کسی نامور مورث کی طرف منسوب  
 کر دیتے تھے۔

داؤد سومرہ کا  
 بیٹا بنین لکھ  
 سومرہ کی نسل  
 ہی تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا کہ سومرہ لوگوں کی ابتدائی حکومت کا یہی

زمانہ ہے جو ہم نے پوری تاریخی شہادتوں سے ثابت کر دیا۔ مگر افسوس کہ اس وقت  
 کسی کا خیال نہیں کیا تھا۔ اس مشکل کے حل کرنے میں مسٹر ایلٹ نے ایسی کوشش  
 کی جو

حکومت سومرہ  
 کی ابتدا اس  
 وقت تک کسی  
 کو نہیں معلوم  
 ہوئی۔

کی ہے کہ اس نتیجہ تک پہنچنا چاہتے ہیں کہ افسوس اُن کو علامہ بشاری کی کتاب میں  
انتقاسیم فی معرفۃ الاقالمین سنن دستاب ہوئی تھی اگر اُن کو یہ کتاب مل گئی ہوتی تو بیشک  
وہ بھی یہی نتیجہ حاصل کرتے جو اس وقت ہم کو حاصل ہوا ہے بہر حال بڑی دشواریوں کے  
بعد سومرہ لوگوں کی حکومت شروع ہونے کا زمانہ تو معلوم ہو گیا لیکن ابھی اس امر  
کا تصدیق باقی ہے کہ ان میں سے کس سے پہلے کس شخص نے مذہب قرامطہ اختیار کیا۔  
ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ پہلا تخت نشین خاندان سومرہ جس کا نام بھی سومرہ تھا سب کے  
پہلے وہی شخص اس مذہب پر ایمان لایا تھا۔ کیونکہ علامہ بشاری سے چند ہی روز  
سپہ ابن حوقل متان میں آ کے دیکھ گیا تھا کہ یہاں مذہب قرامطہ کی حکومت نہیں۔  
باقی رہی یہ بات کہ یہ لوگ اصل میں کون تھے تمام مورخین حیرت ہی میں  
پڑے رہے اور سٹرافسٹن نے جھٹ، پیٹ فیصلہ کر لیا کہ یہ لوگ اصل میں ہندو اور  
سیراقوم کے راجپوت تھے۔ سومرہ کو بغیر کسی دلیل اور کسی زبردست شہادت  
کے سیراقوم دینا بالکل نیا اجتہاد ہے اور خصوص جب کہ راجپوتوں میں سیراقوم  
کی کوئی قوم ہمیں نظر بھی نہیں آتی۔ لیکن ہمیں اس میں عذر نہیں کہ سومرہ لوگ  
در اصل مسلمان نہ تھے۔ اس لیے کہ اُن کے عادات و اطوار اور تمام باتوں سے  
معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسری قوم سے علاقہ رکھتے ہیں۔ جتنے قرائن و قیاسات میں  
اُن سے اگرچہ کسی بات کا اطمینان نہیں ہوتا لیکن اُن کے ہندو ہونے کا گمان عدا  
ضرور ہو جاتا ہے۔ اس بارہ خالص میں ہمیں اپنی ذاتی جستجو سے ایک بالکل نئی  
بات معلوم ہوئی ہے جس کو معلوم کر کے تمام لوگوں کو حیرت ہو جائے گی اس  
لیے کہ جس اوجہ اس وقت تک تمام گزشتہ مورخوں نے بڑی بڑی محنتیں کیں اور  
ہمیشہ ہاتھ پاؤں مارے رہے اُس کی اصلیت وہ گزشتہ فارسی مصنفوں کے خیال  
میں گزری تھی اور نہ اُسے موجودہ یورپین دور میں دریافت کر سکیں۔ سومرہ  
لوگ اصل میں نہ ہندو تھے اور نہ مسلمان۔ بلکہ وہ یہودی تھے۔ علامہ بشاری  
جو مسند ہجری سے پہلے مذہب کی سیر کر رہے تھے اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں  
مس یہودیوں کو سامرے (سمرقند) کی سکونت کی وجہ سے سامرہ خیال کرنا عرب مورخین  
کی غلطی ہے بیت المقدس کے شمال جانب علاقہ سامرہ موجود تھے۔ (صفحہ آئینہ)

سومرہ کی اصلیت  
کا تہہ لگانے میں  
سٹرافسٹن  
الزام سے  
نہیں بری  
ہو سکتے۔

(صفحہ آئینہ)

”اور سامرہ لوگ یہودی ہیں۔ تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہوی علیہ السلام کو اپنا پیغمبر بتاتے ہیں؟“ اس امر کی تصدیق کیلئے کہ یہاں سامرہ لوگوں سے سندھ کے سومرہ ہی مراد ہیں۔ یہ کافی ہے کہ اس کے بعد علامہ بشاری نے سندھ کی ہندو رعایا کی نسبت بھی یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ لوگ ذمی نہیں ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان سے جزیہ نہیں لیا جاتا ہے۔ علامہ بشاری کا یہ بیان اس امر کی بھی تصدیق کر دیتا ہے جو صاحب تحفۃ الکرام نے لکھا ہے کہ تہذیب قوم سامرہ کے عربوں سے نکلی۔ اور یہ لوگ مہتمم انصاری کے ساتھ عراق سے آئے دیگر مورخین تصریح کر رہے ہیں کہ ان لوگوں کا نام سومرہ اس سبب ہوا کہ عراق عرب کے شہر سامرہ سے سندھ میں آئے تھے۔ کیونکہ بغداد سامرہ اور تمام بلاد عراق میں یہودی ان دنوں کثرت سے تھے اور آج تک موجود ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ سامرہ سے یہاں آئے وہ اصل میں یہودی تھے۔ قدیم مصنفین نے اپنے قیاس سے اُنہیں مسلمان خیال کر لیا۔ اور سومرہ کو سامرہ کہنا کوئی تعجب کی بات نہیں اس لیے کہ یہ لوگ بہت زمانہ تک سامرہ ہی کے جاتے تھے۔ چنانچہ ابن بطوطہ نے بھی سندھ میں پہونچ کے ان لوگوں کو سامرہ ہی کے لقب سے مشہور پایا جیسا کہ اس کے بیان سے ظاہر ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عراق کے یہ سامرہ یہودی سندھ میں پہونچنے کے تھوڑے زمانہ کے بعد مسلمان ہو گئے۔ دین اسلام قبول کرنے بعد چونکہ عربی لفظ تھی۔ اُس سامرہ کے لفظ کو آج کل عربی توراۃ میں شورون لکھ دیا ہے۔ مگر عرف عام میں اور نیز دیگر ائمہ میں وہ سامرہ ہی کہلاتا تھا۔ اور وہ ان کے یہودی سامری۔ یا سامرہ۔ اصل میں یہ انہیں یہودی میں سے ہونے کے واسطے اصطلاح شرع میں ذی اُس غیر مذہب علیا کہتے ہیں جس کی جان و مال کی حفاظت خلاف اسلامی پر واجب ہو۔ اصل یہ ہے کہ دین اسلام میں مشرکین ذمی بین قرار دیے جاسکتے تھے۔ یہ مسئلہ صرف اہل کتاب کے لیے تھا۔ مگر سندھ کی فتح کے وقت مجبوراً محمد بن قاسم نے یہاں کے مشرکوں کو ذمی قرار دے دیا لیکن معلوم ہوتا ہے اُس کے بعد یہ عہد توڑ دیا گیا۔ اور ہندو رعایا سے ذمی کا لقب واپس لے لیا گیا۔ لیکن اُس سے ہندو رعایا کو بڑا فائدہ ہوا کیونکہ جزیہ موقوف کر دیا گیا۔ اور صرف ادا سے فراج کے وہ ممکن رہے۔

سومرہ کیونکہ  
مسلمان ہو گئے  
دیسوں میں  
میں ل گئے

فاتحون میں اپنی زیادہ عزت نہیں دیکھی سندھ کے دیسی نو مسلموں سے مل جل گئے اور اس قدر جلد کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کی اہلیت بردہ خفایں آگئی۔ اور چونکہ اسی جگہ سے آئے تھے جہاں سے فاتحان عرب آیا کرتے تھے لہذا تھوڑے زمانے کے بعد انھیں پیردعوے کرنے کا موقع مل گیا کہ ہم اصلی عرب ہیں اور سامرا سے آئے ہیں۔

ان کی اہلیت کے بابت علامہ بشاری کے قول سے زیادہ کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ وہ اس وقت سندھ میں موجود تھے جب قرامطہ کے نقیب اپنے نئے مذہب کی تبلیغ کر رہے تھے اور جس وقت کہ یہ قوم سومرہ نئی نئی اسلام قبول کر رہی تھی۔ اس زمانہ میں نو مسلم سومرہ بھی موجود تھے اور وہ سومرہ بھی موجود تھے جنھوں نے ہنوز اپنے مذہب کو نہیں چھوڑا تھا۔ اور جنہیں اپنے قدم مذہب کی نشان دہان ہنوز باقی تھیں۔ لہذا ہم پر سے اعتقاد کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس وقت تک تمام موخون نے اس قوم کی نسبت جو کچھ بیان کیا سب غلط اور بے اصل ہے حقیقت سومرہ لوگ یہودی الاصل ہیں۔ اور سندھ میں بنی اسرائیل کی بگڑی ہوئی تصویریں ہیں۔ چنانچہ بعض انگریزی سیاحوں کو بھی ان لوگوں کی صورت دیکھ کے تسلیم کر لیا ہے کہ سندھ کی بعض بلوچی اقوام کے عام وضع اگرچہ عربوں سے ملتی ہوئی ہے مگر ان کی صورت اور ان کے خط و خال سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اصلی یہودی ہیں۔ صرف صورت ہی نہیں ان کی بعض رسوم بھی اس امر کا ثبوت دیتی ہیں۔

سومرہ لوگوں کی حکومت کا زمانہ قائم کرنے میں تمام موخین سے غلطی ہو گئی۔ جن لوگوں کو ان کا زمانہ محمود غزنوی سے پیشتر معلوم ہوا انھوں نے محمد بن قاسم کے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد سومرہ لوگوں کو حکمران مان لیا۔ اور جن کو ان کی حکومت کا ثبوت محمود غزنوی کے بعد ملا انھوں نے ان کی سلطنت کی عمر بہت گھٹا کے بیان کر دی۔ اس غلطی کے سبب زیادہ جواب دہ مسٹر آفٹنٹن ہیں جنھوں نے ایسے زمانہ میں تاریخ لکھی جب کہ ہر قسم کا تاریخی سامان موجود ہے۔ حالات سندھ مصنفہ مسٹر پوسٹن جو ایک عرصہ تک سندھ کے اسٹٹ رزیڈنٹ رہے تھے۔

علامہ بشاری کی شہادت قابل اطمینان ہے

انگریزی محقق بھی تسلیم کرتے ہیں۔

سومرہ لوگوں کی حکومت کا زمانہ قائم کرنے میں سب موخون نے غلطی کی۔ اس کا زیادہ الزام مسٹر آفٹنٹن پر ہے

تھا۔ قدیم مصنفوں کی سی مجوریان اُن کو نہ تھیں۔ ہماری مندرجہ بالا تحقیق کے مطابق سومرہ لوگوں کی حکومت ۷۷۷ء سے ۷۷۷ء تک کسی زمانہ میں شروع ہوئی۔ اور ۷۷۷ء کے قریب زمانہ میں تمام ہو گئی۔ اس حساب اُنھیں زیادہ سے زیادہ کل ۲۸۲ سال سلطنت کا موقع ملا۔

سندھ کی  
سلطنت  
مجرم نام  
کے بعد سے  
بہرہ پیشہ  
مسلمانوں  
کے ہاتھ میں  
رہی

مسٹر آئمنٹن نے جو یہ لکھ دیا ہے کہ عربوں کی حکومت بنی امیہ کے خاندان کے ساتھ ہی تمام ہو گئی اُس نے ہندوستان کے تمام پچھلے مورخوں کو اتنی بڑی غلطی میں مبتلا کر دیا ہے جس سے زیادہ شرمناک غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔ محض اس غلطی کے اٹھانے کے لیے ہم نے بڑی تفتیش و جستجو سے اُن تمام والیوں کے ناموں کا مع اُن کے حالات کے پتہ لگا لیا ہے جو محمد بن قاسم کے بعد بنی امیہ کے عہد میں اور پھر دولت عباسیہ کے زمانہ میں مقرر ہو کے آئے۔ ان والیوں کی ترتیب اور اُن کے زمانوں کے حالات سب باہم جہان تک مل سکی ہیں معتبر دستند تاریخوں سے نقل کر کے ہم ثابت کیے دیتے ہیں کہ عربوں کا اُسی زمانہ کے چند روز بعد نکال دیا جانا بالکل غلط ہے۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ اُس زمانہ سے آج تک کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا جب سندھ میں کسی ہندو شاہی خاندان کو حکومت کرنے کا موقع ملا ہو۔ خود محمود غزنوی نے سندھ کو مسلمانوں کے ہاتھ سے لیا۔ جسوقت غزنوی فوج کے نبرو آزمانوں نے ہندوستان کے دور و دراز مقامات کو پا مال کیا ہے اُس وقت بھی ملتان سے لے کے سندرتک سارے ملک سندھ میں مسلمان فرمان روا تھے اور ہر جگہ مسلمان رعایا پھیلی ہوئی تھی۔

سندھ پر خلافت عباسیہ کا قبضہ اوافق باللہ کے عہد ۲۳۲ ہجری تک لوی طرح ثابت ہوتا ہے جسوقت تک کہ برابر عراق سے والی مقرر ہو ہو کے آتے تھے اور بیان حکومت کرتے تھے۔ اُس کے بعد سندھ کے عربی نژاد صاحب اثر مسلمانوں نے سند آزادی حاصل کی۔ اور مختلف بلا و پر جدا گانہ امیروں کی حکومت قائم ہو گئی۔ چنانچہ تھوڑی تھوڑی فاصل سے مذکورہ بالا سیاح اور محقق جغرافیہ کے شاہ سندھ میں آئے اور سب سے پہلے خود مختار اسلامی ریاستیں دیکھیں۔ جیسا کہ اُن کے جغرافیوں میں صاف لکھا ہوا ہے۔ اور اس زمانہ کے اختتام کے وقت جب

سندھ پر خلافت  
عباسیہ آئی  
یا پڑھے عہد  
۲۳۲ تک  
تاجن رہی



ہم عسا کر محمود کے ورود کے زمانہ پر غور کرتے ہیں تو اسوقت بھی یہاں کی حکومت  
مسلمانوں کے ہاتھ میں پاتے ہیں۔ اور یہ کہ جب سومرہ لوگوں کے ہاتھ میں حکومت  
آئی تو وہ بھی دین اسلام قبول کر چکے تھے۔

جو قبی صدی  
تک آخر تک  
سندھ پر  
عرب حکمران  
تھے

غرض سب سے اوپر تاریخ بتا رہی ہے تو ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عرب مسلمان سندھ  
میں جو قبی صدی کے آخر تک حکومت کر رہے تھے۔ اور مسٹر الفنسٹن خواہ مخواہ پہلی  
صدی کے چند ہی سال بعد ان کو نکالے دیتے ہیں۔ ہم ان کو اطمینان دلاتے ہیں  
کہ ہمارے ہندو دوست عیسائی نہ تھے کہ فرد تنڈا اور ایزابلا کی طرح ہم سے اپنے  
ملک کو خالی کرانا چاہتے

محمد بن قاسم  
کے بعد  
حالات

اب ہم محمد بن قاسم کے زمانے سے آگے بڑھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جس  
زمانے میں سندھ نے خلافت کی فرمان برداری کا جوابی گردن پر سے اتار کے  
پھینک دیا اُس وقت تک جتنے والی اور عامل دار خلافت سے منقرض ہو کے یہاں  
آئے اُن سب کا تفصیلی حال سلسلہ وار بیان کریں تاکہ زمانہ دیکھ کر فارسی مورخین  
کس قدر نادان وقت تھے۔ اور ہندوستان کے موجودہ یورپین اور ویسی مورخ کتنی  
بڑی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ واقعی حیرت کی بات ہے کہ ایک ملک کی کئی  
صدیوں کی تاریخ باوجود موجود ہونے کے اس قدر مٹ جائے کہ خود اُس  
سرزمین کے لوگوں کے خیال میں بھی کبھی نہ گزری ہو!۔ بہر حال ہم پھر اب سلسلہ  
تاریخ شروع کرتے ہیں۔

سندھ پر  
یزید بن  
ابی کبشہ  
کی حکومت

محمد بن قاسم کو شام کی طرف روانہ کر کے یزید بن ابی کبشہ نے حکومت  
سندھ کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ مگر صرف برائے نام۔ اس لیے کہ محمد بن قاسم کے  
گرفتا رکرنے کے بعد اُسے بھی اطمینان کی گھڑی نہ نصیب ہوئی۔ سرزمین ہند میں  
قدم رکھتے ہی وہ نامور قوت آب و ہوا یا اور کسی وجہ سے بیمار ہوا۔ اور وہ مظلوم  
قیدی جیسے اُس نے بیگناہ پابز بھر کیا تھا۔ ہنوز داخل عراق بھی نہ ہوا ہو گا کہ  
یزید بن ابی کبشہ اپنے ورود سندھ کے اٹھارہویں دن رہ گئے اسے عالم آخرت ہوا۔  
ملک سندھ میں بد نظمی پیدا ہونے اور اسلامی قوت کے گھٹنے کے لیے محمد

سندھ پر  
یونانی  
تک آخر تک  
دن وہ  
مر گیا۔

ابن ابی کثیر  
نے بعد سند  
کی نقل کی

بن قاسم کی گرفتاری اور سننے والی یزید بن ابی کثیر کی بے محل موت ہی کیا کہانی  
کو اس پر یہ ستراد ہوا کہ محمد بن قاسم کے ایسے جوان مد فیاض سردار کی علیحدگی و  
بقدری سے لوگوں میں طرح طرح کی بدولیان پیدا ہو گئیں۔ صرف وہ لوگ تو سزین  
سندھ میں رہ گئے جو یہاں متوطن ہو گئے۔ اور جن کو جاگیر بن دی گئی تھیں۔ مگر  
مجاہدین کا وہ زبردست گروہ جو صرف محمد بن قاسم کے بڑے گاؤں پر گھر بار سے جدا  
خریب وطنی میں جان بازیان کر رہا تھا کلیتہً منتشر ہو گیا۔ سب لوگ خاک ہند کو چھوڑ  
چھوڑ گئے اپنے اپنے شہروں اور گاؤں میں واپس گئے۔ اور ہندوستان کا میدان  
اسلامی مجاہدین سے بالکل خالی ہو گیا۔

حبیب بن مہلب  
کا تقریر

ابن دلوں سلیمان بن عبد الملک نے یزید بن مہلب کو بصرے کی حکومت دی تھی۔  
اور جب اُسے معلوم ہوا کہ سندھ کی حالت خراب ہو رہی ہے تو اُس کے بھائی  
حبیب بن مہلب کو سندھ کے جہاد اور وہاں کی فرمان فرمائی پر روانہ کیا۔ حبیب کے  
قدم جب تک خاک ہند میں پہنچیں پہنچیں راجہ داہر کا بیٹا جے سنگ جو غالباً علاقہ  
کثیر سے واپس آ گیا تھا۔ برہمن آباد میں داخل ہو گیا۔ حبیب سندھ میں داخل ہونے کے  
دو یا تین روزوں کے اندر خیمہ زن ہوا۔ اہل رور نے سرا طاعت جھکا دیا۔ مگر  
بعض لوگ برسرِ پر خاش ہوئے جن کو حبیب نے سیرتانی کے جرم پر کامل سزا دی۔  
اس عہد میں کہا جاتا ہے کہ چند روز تک عامر بن عبد اللہ بھی والی سندھ رہا۔  
مگر بلا ذری اور یعقوبی جن کا اعتبار زیادہ کیا جاسکتا ہے اور دیگر مؤرخین بھی  
اس سے ساکت ہیں لہذا ہمارے نزدیک یہ امر چند ان قابل وثوق نہیں۔

یعقوبی - بلا ذری

## دوسرا باب

بنی امیہ کا باقی اڑھ عودہ نکلتا

عمر بن عبد العزیز  
کی خلافت  
۹۹ھ سے  
سنہ ۱۰۱ھ تک

یزید بن مہلب  
کی گرفتاری

جلیب دریا سے سندھ کے کنارے بنی خیمہ زن تھا کہ سلیمان بن عبد الملک  
آغوشِ لحد میں جا سویا۔ اور عمر بن عبد العزیز کی عالمانہ و دیندارانہ خلافت شروع  
ہوئی۔ عمر بن عبد العزیز نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی یزید بن مہلب کو اس الزام  
پر کہ اس میں غرور ہے اور اس کے اعزاز و اقارب ظالم و ناخدا ترس میں  
بغیرہ اور خراسان کی ولایت سے معزول کیا اور والی عراق عدی بن ارقطہ کو  
لکھا کہ یزید بن مہلب کو فوراً گرفتار کر کے۔ عدی نے اس حکم کی تعمیل کے لیے بنی  
بنی سببہ حمیری کو روانہ کیا جس نے پہنچتے ہی یزید کو گرفتار کر کے خلیفہ عمر بن عبد العزیز  
کے دربار میں روانہ کیا۔ عمر بن عبد العزیز نے یزید سے وہ رقم طلب کی جسکی نسبت  
اس نے گزشتہ خلیفہ سلیمان کو لکھا تھا کہ خمس جرجان سے وصول ہوئی ہے اور  
عنقریب روانہ کرنے والا ہوں۔ یزید نے انکار کیا اور کہا میں نے صرف ظاہر  
طور پر خلیفہ مرحوم کو لکھ دیا تھا ورنہ میں جانتا تھا کہ نہ مجھے بھیجا پڑے گا اور  
نہ خلیفہ مجھ سے طلب کرے گا۔ عمر بن عبد العزیز نے کہا یہ مسلمانوں کا مال ہے اس  
میں سلیمان کو یا مجھے معاف کرنے کا کوئی حق نہیں حاصل۔ پھر یزید بن مہلب کے  
ساتھ عمر بن عبد العزیز نے قریب قریب وہی برتاؤ کیا جو محمد بن قاسم کے ساتھ  
کیا گیا تھا۔ قید خانہ میں بھیج دیا گیا۔ پھر ایک روز ذلیل پیر سے بچائے گئے۔ اور  
اؤٹ پر سوار کر کے سارے شہر میں خنڈا دیا گیا۔ لوگوں نے آ کے عمر بن عبد العزیز  
سے کہا کہ یزید بن مہلب کی ذلت سے اس کے قوم والے نہایت برہم ہیں۔ ایسا  
نہو کہ یورپ کے کچھٹر الین بہتر ہو کہ اسے قید خانہ ہی میں پٹا رہنے دیجیے  
عمر نے اس رائے کے مطابق پھر اسے قید خانہ میں ڈال دیا۔ اور اسے قید ہی میں  
پڑے پڑے اتنی مدت گزر گئی کہ یزید بن عبد الملک کی خلافت شروع ہو گئی۔ اس  
وقت موقعِ پاس کے وہ قید خانہ سے نکل بھاگا۔ اور آخر بڑی دشواریوں سے

متعد و خون ریزیوں کے بعد سنہ ہجری میں مارا گیا

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے زمانہ میں یہ نئی اور نہایت عمدہ کارروائی کی جس سے دراصل اتمام حجت مقصود خاطر تھا کہ سنہ ہجری میں تمام راجگان ہند کے نام خطوط بھیجے جن میں اول تو دین اسلام کی طرف مدعو کیا تھا اور دوسرے انکا یہ سب کو ہدایت کی تھی کہ علم اسلام کے آگے سر جھکا دیں۔ اُس کے سامنے بتایا تھا کہ اس صورت میں ان کے بھی وہی حقوق ہو جائیں گے جو مسلمانوں کے ہیں۔ اور سلطنت کے مقابلہ میں ان کے اور مسلمانوں کے فرائض بھی یکساں ہوں گے۔ اہل ہند کو عمر بن عبدالعزیز کے خصال حمیدہ اور اُس کی دنداری اور سچی نیک نفسی کا حال بھی معلوم ہو چکا تھا۔ راجہ داہر کا بیٹا جسے سنگھ پوٹیشکل مصلحت سے مسلمان ہو گیا۔ مگر اُس کی پوٹیشکل کارروائی سے خود اُسی کو نقصان پہنچا۔ اس لیے کہ قرب و جوار کے بعض دیگر راجاؤں نے دل سے ایمان قبول کر لیا۔ یہی وقت ہے جبے اہل سندھ میں عربی اخلاق و عادات پیدا ہوئے اور انھوں نے عربوں کے ایسے نام اپنے بھی رکھنا شروع کر دیے۔

راجاؤں  
میں تبلیغ  
اسلام

عمر بن عبدالعزیز نے جہان یزید بن مہلب کو ولایت مصر سے ہٹایا واپس جیب بن مہلب کو بھی ولایت سندھ سے معزول کر دیا اور اُس کی جگہ عمر بن مسلم باہلی کو ارض سندھ کی حکومت برنامہ ہو گیا۔ یہ عمر بن مسلم قتیبہ بن مسلم کا بھائی تھا جس نے ترکستان میں کاشغر تک فتح کر کے اور بہت بڑی ناموری حاصل کر کے سلیمان بن عبدالملک کی بروہم مزاجی پر اپنے آپ کو قربان کیا تھا اور جسکی تقدیر حبشہ

عمر بن مسلم  
باہلی

ابن اثیر و ابن خلدون و بلاذری۔

عمر بن مسلم باہلی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سندھ میں موجود تھا اور مسلمانوں نے بعض ضلع پر اسے اپنا مطیع بنائے حکمران بنایا تھا۔ اور چونکہ اُس پر تمام قدیم سوریہ کا اتفاق ہے لہذا اسکو ہتھیار عین کہہ سکتے۔ شاید ایسا ہو کہ کثیر بن داہر کا دوسرا بیٹا کوئی جا کے رہا ہو اور جسے سنگھ جے پور سے پلٹ کے بہر سندھ میں آگیا ہو۔ یہ قرین قیاس بھی ہے۔ اس لیے کہ کوئی کا قصہ میں جانندہ سر کے قریب تک جانا ثابت ہو گیا جہاں سے وہ کثیر ہلا گیا۔ اور جسے سنگھ توجہ پور گیا تھا۔ اُدھر سے کثیر کا راستہ بھی نہیں ہے۔

بلاذری

کہ ہم اوپر بیان کرے ہیں محمد بن قاسم کی تقدیر سے عروج و زوال میں ملتی ہوئی تھی۔  
 عمر بن مسلم باہلی سندھ میں داخل ہوتے ہی بعض بڑا دہندہ پر حملہ آور ہوا اور  
 فتحیابی حاصل کی۔ وہ حسب فرمان خلافت حد و حدود کے علاقہ قبضہ پر حملہ آور  
 ہوا جو بالندھر کے متصل تھا اور اسے فتح کر کے بلاخو اسلام میں شامل کر لیا۔  
 یحییٰ بن کا راجہ ملہر کلاتا تھا۔

اب عمر بن عبدالعزیز بیمار ہوا۔ اور مرض سے بے طول کینچا۔ یزید بن مہلب  
 قید خانہ میں ڈرا کہ کین ایسا نو خلیفہ اسی مرض میں مر جائے اور یزید بن عبدالملک کا  
 زمانہ شروع ہو جائے۔ اس لیے کہ یزید بن عبدالملک زیادہ کوئی دشمن یزید بن مہلب  
 کا اس زمانہ میں نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سلیمان بن عبدالملک کے عہد میں جب یزید  
 بن مہلب نے خاندان حجاج کے لوگوں کو ماحوذ کیا تو ان میں یزید بن عبدالملک  
 کی بی بی بھی تھی جو حجاج کی بیٹی تھی۔ یزید بن عبدالملک نے باوجودیکہ عمر بن عبدالعزیز  
 کے بعد اس کے خلیفہ ہونیکے لیے مسلمانوں سے بیعت لی جا چکی تھی ابھی بی بی کے لیے  
 خود دوڑا ہوا یزید بن مہلب کے گھر گیا اور اس کی رہائی کی درخواست کی۔ یزید  
 بن عبدالملک نے ہزار اصرار کیا مگر سنگدل ابن مہلب نے ذرا بھی پاس و لحاظ نہ کیا آخر  
 یزید بن عبدالملک نے ایک لاکھ دیار دے کے ابھی بی بی کو تو چھڑا لیا مگر یزید  
 بن مہلب کی طرف دیکھنے اتنا کہا کہ ”اچھا سمجھو نا گا“ اس پر یزید ابن مہلب  
 نے برہم ہو کے کہا ”سمجھو گے کیا؟ اگر تم خلیفہ ہوئے تو خدا کی قسم تم پر ایک لاکھ  
 تلواروں سے وار کرادوں گا“ یزید ابن عبدالملک دل ہی دل میں طیش کھا کے  
 چلا آیا۔ اور کچھ نہ بولا۔

اس امر کا پورا کھٹکہ یزید ابن مہلب کے دل میں موجو تھا۔ جب اس نے سمجھا  
 کہ عمر بن عبدالعزیز قریب مرے تو نہایت ہی ڈرا۔ اور بہت کچھ روپیہ صرف کر کے  
 قید خانہ سے نکل بھاگا۔ اور آزادی حاصل کرنے کے بعد عمر بن عبدالعزیز کو ایک  
 خط لکھ بھیجا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر آپ کی صحت کی امید ہوتی تو میں قید خانہ سے  
 نہ نکلتا۔ لیکن اب مجھے ڈر ہے کہ اگر یزید بن عبدالملک ہاتھ میں خلافت آئی تو  
 بلاذری ابن امرہ۔

پہلے نامہ

وہ مجھے بہت بُری طرح مارے گا۔

خلافتِ زید  
بن علیؑ  
سندھ کے  
تک

ابن مہلب  
کی بغاوت

آخر زمانہ نے عمر بن عبدالعزیز کی مقدس خلافت کا ورق بھی اُلٹ دیا اور یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ اس خلافت میں آل مہلب پرادبار آیا۔ اور جس طرح سلیمان کے عہد میں حجاج کے فائدہ ان کا قتل واقع ہوا تھا اسی طرح اب فائدہ ان مہلب کے قلع و قمع کا سامان کیا جانے لگا۔ یزید بن مہلب تخت پر بیٹھ ہی عدی بن اوطاة کو تاکیدِ حکم بھیجا کہ یزید بن مہلب سے اپنے تمام قرابت داروں کے گرفتار کیا جائے۔ لیکن یزید بن مہلب بھی اس سے غافل نہ تھا۔ اُس نے کوشش کی کہ نتیجہ چاہے جو ہو مگر یزید بن عبدالملک کو وہی کردکھائے جو وعدہ کیا تھا۔ اس نے اپنی قوت اور اپنے اثر سے تمام بلادِ ولایات مشرقِ یقینہ کر لیا۔ ایک طرف تو یہ کارروائی کر دی کہ اپنی طرف سے والی اور حکام مقرر کر کے ابواز۔ فارس۔ کرمان۔ مکران۔ اور سندھ تمام اُن ممالک میں جو دریائے اٹک کے کناروں تک پھیلے ہوئے تھے بھیج دیے۔ سندھ کو چونکہ دارِ خلافت سے بہت دور واقع تھا اپنا آخری بلجاو ماویٰ قرار دیا۔ اور وداغ بن حمید زیدی کو اپنی طرف سے روانہ کیا کہ حدودِ سندھ کے شہر قندیل کو مضبوط کرے۔ اور بڑی بڑی فوجوں کے مقابلے کے لیے تیار رکھے۔

خلافتِ زید  
بن علیؑ

اور دوسری طرف فوجیں مرتب کر کے عساکرِ خلافت کے سامنے نکلتے آ رہے۔ اور اپنی فوج اور مختلف اقوام میں یہ صد بلند کرادی کہ سب سے مقدم فرضِ اسلام یہ ہے کہ اہل شام پر جہاد کیا جائے۔ اس جہاد میں کفار پر جہاد کرنے سے بھی زیادہ ثواب ہے۔ اُس کی کوششیں ایسی تھیں کہ شاید وہ بنی امیہ کی قسمتِ وقت معبودہ سے پہلے ہی پلٹ دیتا۔ مگر غنیمت یہ ہوا کہ تمام بڑے بڑے علما اُس کے خلاف تھے۔ اور مخالفت ہی کی تائید کر رہے تھے۔ یزید بن مہلب اس بہادری سے لڑا کہ ابتدائی حملوں میں اُس نے عدی بن اوطاة کو گرفتار کر لیا۔ پھر شہرِ واسطہ کو اپنا مستقر قرار دیا۔ اپنے بیٹے معاویہ کو اپنا جانشین بنا کے واسطہ میں چھوڑا۔ اور عدی بن اوطاة

ع ابنِ خالدون

اور اُس کے تمام اعزاء و اقارب جن کو گرفتار کیا تھا یہاں معویہ کی حراست میں چھوڑ کے خود آگے بڑھا کہ بھرے کی فوجوں سے مقابلہ کرے۔ روائی نے بہت سے پہلو بد لے۔ لیکن آخر نتیجہ یہی ہوا کہ یزید بن مہلب عین معرکہ کارزار میں مارا گیا۔ اور اُس کے تمام ہمراہی اور عزیز منتشر ہو گئے۔ معاویہ بن یزید بن مہلب جو شہر واسطہ میں تھا اُسے اپنی اور باپ کی بد قسمتی کی خبر پہنچی تو جھنجھلا اٹھا۔ عدی بن اوطا وغیرہ کو جو اُسکی قید میں تھے محبس سے نکلوا کے اپنے سامنے سب کی گردنیں ماریں۔ اور باپ کے ان دشمنوں کو قتل کر کے اپنا کلیجہ خوب ٹھنڈا کیا۔ پھر تمام اہل خیال اور متعلقین کو ہمراہ لے کے مخفی طور پر بصرہ میں آیا۔ اُس کے اچھا مفضل نے کشتیوں کا ایک بیڑا مرتب کیا جسکے ساتھ ہی معویہ نے اپنے تمام اعزاء و اقارب اور محل متعلقین کو لے کے مشرق کی راہ لی۔ اور سوہل مکران پر پہونچ کے لنگر انداز ہوا۔ یہاں بھی اگرچہ بہت سی مزاحمتیں پیش آئیں۔ مگر وہ ٹرتا بھرتا اپنے خاندان اور احباب کے عورتوں مردوں اور بال بچوں کے قافلہ کو یہ ہوسے قنداریل تک پہونچ گیا۔ دواع نے جسے اُس کے باپ نے اپنی طرف سے قنداریل میں بھیجا تھا اُس کا ساتھ دینے میں کوئی قائد نہ دیکھا۔ اور خلافت کی طرف داری اختیار کر لی۔ اتفاقاً یہاں اسی زمانہ میں ہلال بن اسود زیمہی آہو پنا جو خلافت کی طرف سے ابن لوگون کے تعاقب میں روانہ کیا گیا تھا۔ الغرض یہ لوگ شاہی فوج میں گھس گئے۔ مجبوراً سب نے لڑائی پر آمادگی ظاہر کی۔ ہلال نے اپنی طرف سے امان کا جھنڈا بلند کیا۔ خاندان مہلب والوں کو یہ عنیمت معلوم ہوا فوراً ہتھیار ڈال دیے اور دست بستہ حاضر ہو گئے۔ ہلال نے ان سب لوگوں کو جنہیں پچاس عورتیں اور بہت سے بچے تھے گرفتار کر لیا۔ شہر قنداریل کے اندر لجا کے سانسے بلوایا۔ اور مہلب کے تمام قریب عزیزوں کی گردنیں ماریں۔ مہلب کے بیٹوں مفصل عبدالملک زیاد۔ اور مروان کے اور معاویہ بن یزید بن مہلب وغیرہ نامور لوگوں کے

اس کا مفروضہ بیٹا سندھ میں

خاندان مہلب کا خاتمہ

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آندون بھی اس قسم کے فوجی اشارات عربوں میں مروی تھے۔ یہ زمانہ حال کی ایجا دینین۔ ہان امین ترقی ٹیک کی گئی عہد میں وہ شخص ہے جس نے محمد بن قاسم کو زخروں میں جکڑ کے اپنی قید میں رکھا تھا۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں دی تھیں۔

سرکاٹ لیے۔ اور یہ تمام سرخ بچوں اور عورتوں کے دمشق روانہ کیے۔ یزید بن عبد الملک نے ان سب سروں اور قیدیوں کو حلب میں عباس بن ولید کے پاس روانہ کر دیا۔ اُس ستر سروں کو گذرگا ہون اور ہند مقاموں پر لٹکوا دیا۔ اور ارادہ کیا کہ عورتوں اور بچوں کو بیچ ڈالے۔ حلب کے ایک رئیس جراح بن عبد الملک کو ان لوگوں کی بیسی پر ترس آ گیا۔ چنانچہ اُس نے ایک لاکھ دینار دینے کا وعدہ کر کے سب کو آزاد کرادیا۔ مگر پھر اسی رعایت کی گئی کہ جراح سے روپیہ نہیں لیا گیا۔ یہ واقعہ سنہ یا سنہ ہجری کا ہے۔ مہلب کا خاندان اگرچہ اس زمانہ میں گویا کہ بالکل تمام ہو گیا مگر چونکہ زندہ رہ گئے تھے ان میں سے ہم بعض کو آ کے جل کے معزز عہدوں پر ممتاز پاتے ہیں۔ اس زمانہ سے پچاس برس بعد ہم یزید مہلبی کو دیکھتے ہیں کہ وہ افریقہ کی حکومت کر رہا ہے۔ اور اُس کا بیاد او دھین سندھ کا حکم ان نظر آتا ہے۔

غالباً ماہان بن احوذ تمیمی ہی کے ساتھ ایک پیشکار اور دیوان کی حیثیت سے لکیر بن ماہان بھی سندھ میں گیا تھا۔ کیونکہ سنہ ہجری میں وہ سر زمین ہند سے اس کے نقباء بنی ہاشم میں شریک ہو گیا۔ یہ ایک بڑا تاریخی شخص ہے۔ اور سچ بوجھے تو دولت عباسیہ کا پہلا بانی ہی ہے۔ چونکہ بنی ہاشم کا طرفدار ہونا ایک بڑا بھاری جرم تھا۔ لہذا جیسے ہی اس امر کی خبر حکام بنی امیہ کو ہوئی تو انہوں نے چند دیگر طرفداران بنی ہاشم کے ساتھ اُسے ماخوذ کر لیا۔ اور سب تو بہ تحقیقات چھوڑ دیے گئے مگر لکیر پر جرم ثابت ہو گیا جسکی پاداش میں وہ قید خانہ میں بے سجدہ پایا۔ جس قید خانہ میں لکیر رکھا گیا اُسی میں اتفاقاً ابو عامر یونس اور عیسیٰ بن منخل غلبی بھی مقید تھے۔ عیسیٰ کے ساتھ قید خانہ میں ابراہیم نام ایک کم عمر غلام تھا۔ لکیر نے مجلس میں بھی اپنے فرائض و اغراض سے غفلت نہ کی اور ان مذکورہ اشخاص کو طرفداری آل ہاشم کی طرف مدعو کیا۔ ان لوگوں نے فوراً قبول کر لیا۔ لکیر نے چند روز میں ان سے رابطہ اٹھا دیا اور آخر کو عیسیٰ سے درخواست کی کہ اپنے غلام ابراہیم کو میرے ہاتھ بیچ دے اور عیسیٰ

بنی ہاشم کی  
ریشہ دوانا  
ابو عامر خراسانی  
کا آئینہ



نے کہا آپ یونین کے لیے جیجے قیمت کی کیا ضرورت ہے مگر گھر نے نہ مانا اور باہر مار مار کر سودہ دے کے ابراہیم کو لے لیا۔ ابراہیم اپنی نو عمری کے زمانہ میں نہایت ہی ہوشیار اور ہر دل عزیز شخص تھا۔ اور سست کا تارہ ابھی سے اس کی پیشانی پر چک رہا تھا۔ چند روز بعد ان قیدیوں کو رہائی نصیب ہوئی اور گھر سے سن عقیدت سے اپنے نو عمر غلام کو ابراہیم کے ابراہیم امام کے نذر کر دیا جو قدامت بنی ہام میں پیشوا کی خدمت میں گئے تھے۔ اور جناب عباس علم رسول اللہ کی نسل میں سے تھے۔ اس طور پر ابراہیم کو خاندان عباسیہ سے تعلق ہوا۔ چند روز بعد یہی نو عمر غلام ابراہیم نام چھوڑ کے ابوالحسن خراسانی بنا۔ اور وہ عجیب و غریب اور عجیب شخص ہو گیا جس نے خراسانیوں عباسیہ کی خدمت میں دولت بنی امیہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ کے پھینک دیا۔ اور یکایک آناً فانسی ہوا بلکہ وہی کہ خلافت بنی امیہ کا خاتمہ ہوا اور دولت عباسیہ شروع ہوئی۔

ابن ہشام بن عبد الملک  
کی نقل شدہ نام  
سے مراد

جنید والی  
سے

یزید کا دور بھی ختم ہوا۔ اور ہشام بن عبد الملک کے سر پر تاج خلافت رکھا گیا۔ اس کی خلافت کے دوسرے ہی سال خالد قسری نے جو والی بصرہ عراق مقرر ہو چکا تھا۔ عمر بن مسلم بابی کو موقوف کر کے جنید بن عبد الرحمن مری کو شہر ہجری میں سواض ہند کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا۔ جنید نے ہندوستان کی زمین پر یہودیوں کے ایسی کارگزاریاں دکھائیں کہ خاص تہائی فرمان ہشام بن عبد الملک کی طرف سے اس کے نام صادر ہوا۔ اور اب وہ حسب حکم خلیفہ فرمان روا ہندو مانا گیا۔ چونکہ خلیفہ نے لکھا تھا کہ سندھ کے حالات و معاملات کے متعلق خالد مذکور سے خط کتابت جاری رکھو اس کے مطابق جنید نے خالد سے بہت اور حکم آوری کا حکم حاصل کیا اور فوج کشی شروع کر دی۔

ابن اثیر رحمہ اللہ مذکور لکھتا ہے کہ جنید کو عمر بن امیرہ دار کی سندھ پر روانہ کیا گیا جو بچلہ والی بصرہ و خراسان تھا۔ مگر جب وہ محض ہوا۔ اس کی جگہ خالد بن عبد قسری والی بصرہ مقرر ہوا۔ اور ہشام بن عبد الملک جنید کو کہی کہ تم اپنے معاملات میں خالد مذکور سے خط کتابت کرو لیکن بغالب صبح نہ ہو چکا کہ جنید کا مقرر شدہ ہجری میں ہوا۔ اور سندھ میں امیرہ معرواں ہو چکا تھا۔ اور اسی وقت سے خالد قسری کی حکومت شروع ہو چکی تھی جیسا کہ ابن اثیر وغیرہ مبرا کہتے ہیں ثابت ہوتا ہے۔ ابن اثیر

جنید پہلے تو دیبل میں داخل ہوا۔ اور جب اپنے حوصلہ اولاد العزیمی کے نمونہ دکھانے کا شوق ہوا تو دریائے مہران کے کنارے جا کے خیمہ زن ہوا۔ راجہ داہر متونی کے بیٹے جے سنگھ نے صرف پولیٹیکل ضرورت سے اسلام قبول کر لیا تھا مگر دہس وہ ابھی تک ہندو ہی تھا۔ شاید یہ راز نہ کھلنے پاتا مگر جب جنید نے اُس کی طرف حرکت کی اور اُس کی سرحد کے قریب جا پہنچا تو سارا حال کھل گیا۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ اُس نے براہِ احتیاط جنید کو اپنے ملک میں آنے سے روک دیا۔ اور کہلا بھیجا کہ میں دین اسلام قبول کر چکا ہوں۔ اور مجھے مرد صالح و خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے تمام شہروں پر تصرف و بازادی حکومت کرنے کا اختیار دیا ہے۔ مجھے تم سے پورا پورا اطمینان ہے اور اسکی کوئی وجہ نہیں پاتا کہ جب میں خود مختار ہوں تو تمہیں دریائے مہران سے کیوں اترنے دوں۔ تمہیں آخر ضرورت ہی کیا ہے کہ میری حدود میں داخل ہو؟ جنید کو یہ جواب ناگوار ہوا۔ اُس نے غور کیا تو صاف معلوم ہو گیا کہ جے سنگھ اگرچہ بظاہر اظہارِ اسلام کرتا ہے مگر اس کے جواب اور برتاؤ سے بوسے مرد وارتداد آتی ہے۔ اس لیے کہ اگر دراصل مسلمان ہو گیا ہے تو اُسے ہم سے ڈرنے اور اندیشہ کرنے کی کیا وجہ؟ بلکہ بجائے اس کے اُسے اور خوشی ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ سرحد سے گزر کے غیروں کی قلم و پر ہم فوج کشی کریں گے تو اُسے بھی کچھ فائدے اور قوت کی امید ہو سکتی ہے۔ مگر یہ کھٹکا جنید نے دل ہی میں رکھا۔ کسی کے سانس زبان سے نہ نکالا۔ ہاں مزید اطمینان کے لیے قویٰ عہد و پیمان کے نام سے اُس نے جے سنگھ کے چند سردار بطور کیفل کے اپنے قبضہ میں کر لیے۔ اس میں بھی بس قدر احتیاط سے کام لیا کہ ان سرداروں کے عوض میں چند اپنے آدمی بھی اُس کے ہاتھ میں دے دیے۔ یہ کارروائی کر کے جنید دریائے اٹک کے کنارے ٹھہر گیا۔ اور جے سنگھ کے چال چلن کو دیکھنے اور اُس کے طرزِ عمل کا اندازہ کرنے لگا۔

جنید ہی روز کی گفتیش میں معلوم ہو گیا کہ جے سنگھ دل میں مرتد ہے اور فقط اس غرض کے لیے بظاہر مسلمان بنا ہوا ہے کہ اپنے ملک کو عربوں کے حملوں

جے سنگھ کی  
ریاکاری

سے محفوظ رکھے۔ جنید کی ہوشیاری اور بے سنگہ کی چال بازی نے دو دنوں طرف بدگمانی پیدا کر دی۔ اور آخر ایک ہدیکہ ایسی لے لی گئی ہوئی کہ مرہونہ اشخاص دونوں طرف سے پھیر دیے گئے۔ اور کوئی تعجب نہیں کہ اس میں بھی جنید کی کوئی چالاکی ہو۔ اس لیے کہ بے سنگہ کو جب مسلمانوں سے کوئی امید نہ رہی تو اس نے اپنا ارتداد علانیہ ظاہر کر دیا اور صاف صاف بتا دیا کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ ایک اسلامی فرمان روا اور حائل کے نزدیک یہ اتنا بڑا جرم تھا کہ اس کی سزا صرف قتل تھی۔ بے سنگہ کے اس تلون پر جب جنید نے ناراضی ظاہر کی تو دوسری شاہزادہ نے ذرا بھی پروا نہ کی اور بلا تامل عساکر خلافت کے سامنے آ کے صف آرا ہو گیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں دراصل جنید ہی کی زیادتی تھی۔ اُن کا بیان ہے کہ بے سنگہ کو کسی ذاتی عداوت سے جنید نے غلط فہم مشہور کر دیا۔ اور یہ جرم لگا کے اس کے قتل کا درجہ ہو گیا۔ لیکن یہ امر قرین قیاس میں معلوم ہوتا ہے۔ جنید ہندوستان کے دیگر بلاد و جملہ آور ہونے کے لیے اُس کی سوغد میں سے گزرنے چاہتا تھا۔ بے سنگہ نے اُس کو زبردستی روکا اور اپنی طرف سے بدگمان کر دیا۔ جنید کو اُس سے کوئی اور تعلق بھی نہ تھا کہ اس بات کے قیاس کرنے کا موقع ملے کہ اُس نے کسی ذاتی عداوت کی بنا پر بے سنگہ کو زک دی۔ بے سنگہ نے خود ہی پھینک دی۔ اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ نہ وہ دولت خلفاء کا دوست ہے اور نہ تابع فرمان اسلام ہے بلکہ درپردہ یوراباغی ہے۔

الغرض نتیجہ یہ ہوا کہ جنید جس قوت کو دیگر ہندو و ریاستوں پر صرف کرنا چاہتا تھا اُس کو خود بے سنگہ کے خلاف صرف کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اُس نے فوجیں مرتب کیں۔ عربی افواج کو قرب و جوار کے اسلامی بلاد سے فراہم کر کے ہمراہ لیا۔ دریائے جمور کرنے کے لیے گشتیان ہم ہو پناہ میں

فصل کا

دوسرا کتبہ

کیرج چلا

اور لڑائی پر آمادہ ہو گیا۔ یہ سامان کر کے جنید نے فوج کو کشتیوں پر سوار کر کے اُس پار اُتارا۔ اور دریا سے مذکور کے مشرقی سنگتانی کنارے پر لڑائی ہوئی۔ لڑائی میں بے سنگہ نے سخت شکست کھائی اور اس جہل انتظامی سے کہ خود بھاگے بھی جان نہ بچا سکا اور جنید کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ جنید نے اُس کو گرفتار کرتے ہی قتل کر ڈالا۔ مگر اُس کا بھائی راجہ داسر کا عیسرا بیٹا جس کا نام حج تھا اُس نے بھاگ کے جنید کے ہاتھ سے نجات پائی اور ارادہ کیا کہ ارض عراق میں جا کے جنید کی بے وفائی اور عہد شکنی کی شکایت کرے۔ جنید نے یہ حال سنا تو اپنے دل میں ڈرا۔ اور اس بار کی تدبیر شروع کی کہ قریب کی راہ سے اُس کو ماخوذ کر لے۔ اس خیال سے اُس نے دل دہی کی باتیں کر کے حج کو اسقدر مانوس بنایا کہ وہ اُس کے فتنے میں آ گیا۔ اور خود ہی جنید کے پاس بے خوف چلا آیا۔ جنید کو گولہ منہ مانگی مراد ملی اپنے قبضہ میں پتے ہی ماخوذ کر کے قتل کر ڈالا۔ اور یوں اچھی طرح اطمینان حاصل کر کے ہندوستان پر فوج کشی شروع کر دی۔ جنید اگرچہ قریب اور بد عہدی کا مرتکب اور مجرم ثابت ہوا۔ وہ جرم کہ شاید اس سے پہلے کبھی کسی عرب سپہ سالار پر نہ عائد کیا جاسکا ہو گا۔ تاہم وہ ایک دلوں اور بہادر سالار فوج تھا۔ اُس نے اپنے زمانہ میں جیسی اولوالعزمیاں کھائیں اور جس جوش و خروش سے جہاد پر مستعد رہا وہ محمد بن قاسم کے بعد کسی کو نہیں نصیب ہوا تھا۔

اب اس نے کیرج کی طرف کوچ کیا جہاں کے لوگوں نے عہد شکنی کی تھی اور علانیہ بغاوت بلند کیا تھا۔ اس وقت جو شخص کیرج پر حکمران تھا اُس کا نام راہ تھا۔ جنید بلا سے ناگمانی کی طرح کیرج پر جا پڑا۔ اب اتنی مدت میں اسلامی حکومت نے یہ رنگ پیدا کر دیا تھا کہ یہاں معرکہ ہاے جنگ میں اگر مخالف ہندو راجاؤں سے لڑائی ہوتی تھی تو اکثر بعض ہندو راجہ مسلمانوں کے قوت بازو بھی ہوتے تھے اور علم اسلام کے نیچے شمشیر زنی کے کرتب دکھاتے تھے۔

عہ بلاذری

چنانچہ اس حملہ میں بھی ایک ہندو راجہ اشنندرا ابید جین کے ہمراہ رکاب تھا اور مسلمانوں کے ساتھ راجہ کیرج سے مقابلہ کر رہا تھا۔ آخر راجہ کیرج تابہ مقاومت نہ لاسکا۔ اپنے نام کی مناسبت سے اُس نے راہ فرار اختیار کی اور جینوں نے شہر میں گھس کے باغیوں کو سر تابی کی خوب منہ دئی عیسے

پہان جینوں نے جب دیکھا کہ شہر کی دیوار میں مضبوط ہیں اور گول شہر فتح کے باہر نکلنے کا انتظار کیا جائے تو محاصرے کو طول ہو گا تو اُس سے ایک خاص قسم کی مچینیں جن کو کباش کہتے ہیں لگا دیں اور اُن کے ذریعہ سے دیوار شہر کو توڑ کے راستہ بنایا۔ اگرچہ ہندوؤں نے اُس راستہ پر ہجوم کر کے بہت روکنا چاہا مگر مسلمان لوہ بھڑکنے شہر میں داخل ہو گئے۔ اندر پہنچتے ہی قتل کا بازار گرم کر دیا۔ ڈٹا مارا۔ رعایا میں سب بہتوں کو لونڈی غلام بنایا اور جینوں کو امان قائم کر کے قیام بندیر ہو گیا۔ اور اُس مہم کے بعد اپنے ہی طرف سے لوگوں کو عمری فوجوں کے ساتھ بلاد۔ مرہ۔ منڈل۔ دہج۔ بھڑوچ پر روانہ کیا عیسے

اُس نے پھر ایک فوج آئین پر بھیجی۔ اور حبیب نامی ایک نامور اور شجاع سردار کو تھوڑی فوج دے کے ارض مالہ (مالوہ) کی طرف روانہ کیا۔ ان فوجوں نے ہر طرف جاکے فتوحات حاصل کیں۔ دشمنوں کو ہر جگہ پسایا۔ لوٹ مار میں خوب غنیمتیں پائیں۔ بہت سے لونڈی غلام اپنے قبضہ میں کیے اور واپس آئیں۔ وہ لشکر جو آئین کی طرف گیا تھا اُس نے آئین کو لوٹا مارا اور وہاں سے بڑھ کے ہر گد پر حملہ کیا۔ اُس کی شہر پناہ میں آگ لگا دی۔ اور کاینا ویا مارا جینوں کے پاس واپس آیا عیسے

جس زمانہ میں یہ افواج دیگر اطراف میں فتوحات کی لہر میں بڑھاتی تھیں

عسے یعقوبی - عسے ان شہروں کا پتہ لگانا مشکل ہے اگرچہ ان میں سے بعض کا نام موجودہ زمانہ میں بھی مل جاتا ہے۔ مسٹر ایلیٹ کی تحقیقات سے مراد سے درست مراد ہو سکتی ہے جو ایک بڑا ریگزار مارہار میں تھا۔ منڈل کا تذکرہ ہم قدیم ہزارافہ کے ضمن میں کریں گے۔ سیلان یہ غالباً اصل میں در تلم ہے جو عمر کوٹ اور جیسلمیر کے درمیان میں واقع ہے۔ مہ بلاذری

جنید کے  
قوائی کا زمانہ

آتش باری  
میں عربوں  
کا کمان

جاتی تھیں اُس وقت خود جنید بھی دیگر اطراف پر حملہ آور تھا۔ اُس نے پہلے  
پر حملہ کیا۔ اُسے فتح کر کے پھر جزر کو قبضہ میں کیا۔ اور برابر بڑھتا چلا گیا یہاں  
تک کہ شمال کی طرف سرحد چین میں داخل ہو گیا۔ پہلے تو اُس نے بادشاہ چین  
کو اسلام کی طرف مدعو کیا اور جب اُدھر سے انکار کی آواز سن لی تو بے دریغ  
تاج خست و تاراج کا سلسلہ شروع کر دیا۔ شاہ چین نے بھی لڑائی کا سامان کیا۔  
مختلف مقامات پر اُس کی فوجوں نے جنید سے مقابلہ کر کے شکست کھائی۔  
مگر بادشاہ مذکور نے ہمت نہ ہاری اور آخر تک لڑتا رہا یہ

جنید نے اب بڑھ کے چین کے ایک مضبوط قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور  
جب کامیابی کی کوئی صورت نہ نظر آئی تو قلعہ پر آگ اور روغنِ نفت پر سانا  
شروع کر دیا۔ مگر اُسے یہ دیکھ کے سخت حیرت ہوئی کہ قلعہ والے اُس آگ اور  
روغن کے شعلوں کو فوراً بجھا دیا کرتے تھے۔ چونکہ اس کی ترکیب عربوں کے  
خیال میں اُن دنوں سوائے اُن کے اور کسی کو نہ معلوم تھی خصوصاً جنید کو اس پر  
اتنا یقین تھا کہ فوراً کہہ اٹھا معلوم ہوتا ہے قلعہ میں کچھ عرب ہیں۔ بجز اس کے  
اور کسی طرح قیاس میں نہیں آ سکتا کہ یہ آگ کیونکر بجھائی گئی۔ اس خیال کو دل  
میں نشان کے وہ برابر محاصرہ میں سختی کرتا رہا یہاں تک کہ قلعہ والوں نے غنا  
آ کے پیام صلح دیا اور اطاعت قبول کر لی۔ جنید نے اُن کی درخواست منظور  
کی اور جب صلحاً قلعہ میں داخل ہو کے اُس نے جستجو کی تو فی الحقیقت وہ عرب  
موجود تھے۔ اور تحقیقات سے ثابت ہوا کہ انھیں کی حکمت سے آگ بجھائی جاتی  
تھی۔ جنید نے ان عربوں کو قومی نمک حرامی کے جرم میں قتل کر ڈالا۔

ہندوستان اور چین سے کوئی علاقہ نہیں۔ یقیناً میان چین سے مراد شہر جنیات ہے۔ وہ شہر کہ جہاں کشتی گاہ  
اپنے چینی کھیلوں کو رکھا تھا۔ یہ دریائے یان سے مغرب جانب دس میل پر تھا۔ اور آ خر زمانوں  
تک وسط اور مشرقی ایشیا کے اور شمالی ہند کے بڑے بڑے تعلقات کا ثبوت دیتا رہا۔ اس شہر کو  
چینی سیاح ہوئن شانگ نے (۶۳۰ء سے ۶۴۵ء تک) دیکھا تھا۔ یہاں وہ جوہر مینہ رہا۔  
جیسا کہ بوڈو ہونٹر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ جنید کے زمانہ میں معلوم ہوتا ہے میان ایک مستقل حکومت  
قائم تھی جسکے متعلق متعدد قلعہ وغیرہ تھے اور میں کے راجہ کو عرب لوگ بادشاہ چین کہتے تھے۔



اسلام پر تقسیم کیے گئے تھے

جیندھاکم  
خراسان

جب جیندھاکم نے ہجری میں سندھ کی حکومت پرستے واپس بلایا گیا تو اس کو خراسان کی حکومت دی گئی جو گورنری سندھ سے بہت زیادہ وقعت رکھتی تھی۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ خلیفہ ہشام نے خلیفہ بن خراسان کی حکومت کے لیے ایک مستقل عہدہ وار مقرر کیا۔ اور خالد قسری جو بیشتر بالذات بصرہ سے اور خراسان دونوں ملکوں پر حکومت کرتا تھا اس کے ہاتھ میں صوبہ حکومت بصرہ اور تمام والیان ممالک مشرق کی بالادستی رہ گئی۔ اس زمانہ میں جب کہ حکومت خراسان کے لیے جداگانہ عہدہ وار مقرر ہوا تھا جیندھ کو یہ معزز عہدہ دیا گیا لیکن خلیفہ ہجری میں پھر خراسان کی حکومت خالد قسری کے ہاتھ میں دیدی گئی جس کے بعد وہ خلیفہ میں معزول ہوا جیسے

ملک غوریہ  
عربوں کا  
قبضہ

اس موقع پر ایک اور واقعہ بھی بیان کر دیتے کہ قابل ہے وہ یہ کہ جب جیندھ سندھ کے شہروں اور بندوستان کے بیچوں بیچانی فتوحات کی بیخون آڑا رہا تھا اسی زمانہ میں اسد نام ایک عربی جوان خریدنے ہوئے خالد قسری کا بھائی تھا جو ہستان غور کو فتح کر کے ہندوستان کا وہ مغربی ملک جو افغانستان کی طرف ہے دھندھایا۔ اسد نے غور کے لوگوں کو متواتر شکستیں دے دے کر فتنہ کیا۔ آخر وہاں کا فرمان روا غورون ایمان لایا۔ اور غور کی حکومت اسی کے قبضہ اختیار میں دیدی گئی۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ اُدھر سے عربوں کی طرف آگے قدم بڑھانے کا ارادہ نہ کیا۔

اسد تو ایسا شیر دل تھا کہ بے شک آگے بڑھنے کا ارادہ کرتا مگر اس کو ہستان غور سے مشرق کی طرف تمام سندھ کا علاقہ تھا جو جیندھ کے قبضہ میں تھا اور اگر کسی قدر حصہ اس کے قبضہ سے بچا بھی ہوا تھا تو وہ قدرتی طور پر خود جیندھ کی شکار گاہ اور والی سندھ کے عربی گھوڑوں کی جولان گاہ بنان کیا جاسکتا تھا۔ اور والی ہستان کو اس پر تاخت کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ اور ثنائیہ کہ عین اسی وقت جب کہ اسد نے کوہستان

عہد یعقوبی - عہد ابن اثرو ابن خلدون - عہد ابن اثرو



غور کو فتح کر کے وہاں کے حکمران کو اخوت اسلامی کے دائرہ میں لیا ہے اور اس  
مہم سے فراغت کر کے اپنی اولوالعزمی کے لیے کسی دوسرے میدان کی جستجو میں چاروں  
طرف اچھال دوڑا رہا تھا کہ ناگاہ ایک دوسرا دشمن جو دراصل بڑا بہادر تھا اور جس نے تمام  
ترکستان میں مسلمان سپہ سالاروں کی جرأت و ہمتہ گیری کا بہت اچھا اور پورا امتحان ایک  
وقت تک لیا اس کی تختہ پوچھ کا حال سننے ہی کو ہٹان غور میں آپہنچا یہ اس زمانہ کا مشہور  
ترک سپاہی خاقان تھا۔ اس نے فوراً خاقان کے سامنے صف درآئی کی۔ اور اسے سخت  
شکست دینے کے غور سے نکال باہر کیا۔ اور جب خاقان بھاگ کے واپس گیا غائب  
اُس نے بھی اُس کے تعاقب میں اپنی رفتار کا رخ شمال و مغرب کی طرف پھیر دیا۔

تیمم والی  
سندھ

چند جب سندھ میں سندھ کو خالی کر کے خراسان میں گیا تو خالد قسری نے  
اُس کی جگہ تیمم بن فویضی کو والی سندھ مقرر کر کے روانہ کیا۔ یہی وہ تیمم ہے جس  
کو فرشتہ نے محمد بن قاسم کا جانشین بنایا ہے۔ اور افسوس کہ اس لڑائی کی وجہ  
سے انگریزی مصنفین کو جنید کے بہادرانہ کارناموں کا حال بالکل نہ معلوم ہو سکا تیمم  
سے سر زمین ہند میں ضعف ظاہر ہوا۔ اور کہا جاتا ہے کہ اُس نے تمام معاملات  
میں بڑی کستنی کی۔ آخر بغیر اس کے کہ اُس کے ہاتھ سے اولوالعزمی اور بہادری  
کا ایک کام بھی سمجھا نہ گیا ہو ہندوستان سے بھاگ کے جاتے وقت دیبل کے  
قرب ایک تالاب کے کنارے جیسے ماہ الجواہر (جینوں کا تالاب) کہتے تھے رہ گئے  
عالم جاوداں ہوا۔

تیمم کی  
قبائلی

تیمم مذکور نے اگرچہ ولایت سندھ کے فسادات منبہی سرانجام دینے میں  
کستنی کی مگر جس کا شمار فیاضان عرب میں ہے۔ اُس کی سخاوت دُور دُور  
ع ابن اثیر۔

ع ابن اثیر۔

اس تالاب کو ماہ الجواہر کہتے تھے کہ دیا ہے عمران  
کے کنارے زہر دیکھوں کی بڑی کثرت ہے۔ اُن سے بھاگ گئے انسان کو جانی بچانے  
کی حرکت یہی تدبیر بن گئی ہے کہ یہ تالاب جینوں کی طرح اس تالاب میں پھانپ رہے۔  
ع ابن اثیر۔

مشہور تھی۔ فوج کے لوگوں کو حینِ قدر وہ خوش رکھتا تھا اور انعام و اکرام سے شاد کام کرتا رہتا تھا۔ اس قدر اور کسی کو کم نصیب ہوا ہو گا۔ خزانہ سندھ میں اُس نے ایک کو رو رہتی تھی اور ہم طاطری (ایک ہندوستانی سکتہ جو عربی دودھ ہسم کے برابر اور ہمارے زمانے کے ہر سکہ برابر ہوتا تھا) پائے جن کو اُس نے فوراً خزانہ خلافت کی نذر کر دیا۔

اس غیاض والی کے ہمراہ فوج میں بنی یروغ کا ایک نوجوان خنیس نامی تھا جو بغرض جہاد و اردو ہندوستان ہوا تھا۔ اس نوجوان کی بان قبیلہ طے کی ایک عورت تھی جو بالکل ضعیفہ و کھاری اور سکیس تھی۔ اور بیٹے کی جدائی میں شب و روز رنج و ربا کرتی تھی جب اس غم زدہ زیادہ ستایا تو گجھڑائی مہی فرزوق شاعر کے پاس گئی اور درخواست کی کہ آپ سردار تیمم کو کچھ بھیجیے کہ میرے بیٹے کو آنے کی اجازت دے دیں۔ بڑھیا نے فرزوق کے مجبور کرنے کیلئے اُس کے باپ غالب کی قبر کا واسطہ دلایا۔ یہ ایک ایسا واسطہ تھا کہ فرزوق سے انکار کرتے نہ بنی مجبوراً اُس نے یہ اشعار موزون کر کے تیمم کو لکھ بھیجے۔

اتنی فداوت یا تیمم بغالب	و باحفۃ السانی علیہا تراہا
نفس لی خنیا و اتخذ فیہ منہ	لحوتہ اقم مایسوغ شدہا
تیمم بن زید لا تکن حاجتی	نظرہ ولا یکنی علیک جوہا
فلانکثر الترداد فیہا فانتی	مول لجا جات بطی طلاہا

دیسے پاس آئی اور اسے تیمم غالب کا واسطہ دلایا اور اُس گڑھے رقبہ کا جس پر باد صحر کے بھونکوں سے خاک آ آ کے پڑی ہے اس خنیس کو سننے دے دو اور اس بار سے میں میری احسانندی کو قبول کرو۔ اُس ضعیفہ بان کے لیے جس کے گلے سے پانی نہیں اُتر سکتا۔ اسے تیمم بن زید میری یہ غرض پس پشت نہ ڈال دیجائے اور اُس کا جواب تم پر گراں نہ ہو۔ اس معاملہ میں بار بار لکھنے کی بھی ضرورت نہ پڑے اس لیے کہ ایسی آرزوؤں سے میں تنگ آگیا ہوں جن کے برآئے میں دیر ہوا کرتی ہے۔ کہ تم میری کچھ تیمم نے۔ اشعار پڑھے اور مطلب بخوبی سمجھ گیا مگر غریب میں کچھ

فرزوق  
شاعر کی  
سفارش  
تیمم کے  
پاس

عہ بنتوبی۔

ایسا ابتلا اس پر کیا تھا کہ شخص مسؤلہ کے نام میں شک پر گیا۔ وہ  
متسدد ہوا کہ آیا جیش لکھا ہے یا نہیں۔ تاہم اُس نے سارے لشکر میں عام  
منادی کرا دی کہ جس کسی کے نام کا اظہار لفظ جیش سے ملتا ہو اسے ہر  
وقت اجازت ہے جب چاہے اپنے وطن چلا جائے۔ میں ایسے نام والوں  
کو عموماً اجازت دیے دیتا ہوں۔ اور اب جاننا نہ جانا اس کے اختیار  
میں ہے۔

یہ تم حکمران سندھ مقرر ہونے سے پیشتر ہی سندھ میں موجود  
تھا۔ اور اُن لائق بہادروں میں تھا جو حجاج کے زمانہ میں محمد بن قاسم کے  
ساتھ سندھ میں بھیجے گئے تھے اور چونکہ اسے زیادہ زمانہ تنگ مندم  
میں رہنے کا اتفاق ہوا تھا لہذا قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اُس کے  
خاندان اور اُس کی نسل کے لوگ سندھ میں عربوں کے آخری عہد تک  
باقی رہے۔ اُس کو حکومت ہند میں چونا کامی ہوئی اسکی زیادہ وجہ یہ  
معلوم ہوتی ہے کہ اُس کے عہد میں کسی خاص سب سے سلمان قبائل میں  
بہت فساد پیدا ہو گیا۔ وہ عرب جو اُن بلاد میں متوطن اور سکونت پذیر  
ہو گئے تھے سب اُس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ غالباً اُس نے  
ضعیف جماعت کا ساتھ دیا اُس لیے کہ جن لوگوں نے اُس کی دشمنی  
پر کمر باندھی تھی کسی طرح اُس کے دباؤ نہ دے اور جب اُس نے  
نفسد سے کام لینا چاہا تو لڑائی اور خون ریزی پر استعداد نظر آئی۔  
اور اُن کی قوت اتنی زیادہ تھی کہ خود قحط کو اُن سے دبا پڑا۔  
اور سوبات کی ایک بات یہ کہ وہ لوگ نہ ہندوستان کے ہندو مت  
اور نہ ایران کے ایرانی۔ بلکہ عرب تھے جن میں عشرت و دولت نہ  
بھی زیادہ تغیر نہیں نمایاں کیا تھا۔ اور جن کی شجاعت اور جن کے  
پر جوش و صلون کے آگے کسی رسم دل یا ضعیف الہت حاکم  
کی بہت کم جھل سکتی تھی۔

۱۔ لاہری۔ ۲۔ اہلیت۔ ۳۔ یہ قولی۔

اسی وقت

- الغرض ان عربی نژاد فتنہ پردازوں کے خوف سے ہوا  
 کہ جس کے کہ جان بچانے کے لیے عساق کی طرف بھاگے تھے  
 اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی۔ اسی خیال سے وہ ہندوستان چھوڑ کے  
 روانہ ہو اگر دریا سے سندھ سے عبور کیا ہی تھا کہ قمت نے یاؤن  
 پکڑے لیے اور راء الجواہر کے کنارے موت نے کام تمام کر دیا۔  
 اس کے عہد میں یہی نہیں ہوا کہ اُس نے ناکامی اور بزدلی  
 سے بلا سندھ کو چھوڑ کے راہِ فساد را اختیار کی۔ بلکہ اس  
 زمانہ کے فتنہ و فساد دیکھ کے دیگر نامور مسلمانوں نے بھی خاک ہنس کو  
 نفرت سے چھوڑ دیا اور سندھ سے مکمل گئے۔ تمام وہ مقامات  
 جو عربوں کے مشترک قرار پائے تھے اُن سے خالی ہونے لگے  
 اور وہی سسان پھر دوبارہ نظر آگیا جو محمد بن قاسم کی گرفتاری  
 کے وقت نظر آیا تھا۔ اس عہد کے بعد اگرچہ مفتوحہ بلاد کے اپنے  
 قبضہ میں رکھنے کی ہمیشہ کوشش رہی مگر مسلمانوں کو وہ اعلیٰ کامیابی  
 اور فتنہ دہی کبھی نہ نصیب ہوئی جو محمد بن قاسم اور حنیفہ کے عہدوں میں  
 حاصل ہو چکی تھی۔ ہاں بس اتنا ہی رہا کہ حکومت کا سلسلہ برابر قائم رکھا گیا۔  
 جب تیم نے بڑ دلی سے سندھ کی حکومت چھوڑ بھاگنے کا ارادہ  
 کیا اور اُسی سدر زمین میں نذر اجل ہوا تو خالد نے ہشام کے دربار میں  
 حکم بن خوانہ کلہی کی سفارش کی۔ اور وہ حکمران سندھ مقرر ہو کے آیا۔  
 حکم چونکہ خود سہا ہیانہ طبیعت کا آدمی نہ تھا اور اسی وجہ سے خراسان کی  
 حکومت کے وقت بہت بڑا الزام اٹھا کے معزول ہوا تھا لہذا احتیاطاً وہ  
 ہندوستان کے گوشہ نشین اور ہمیشہ یاد رہنے والے فاتح محمد بن قاسم کے بیٹے عمر کو

عربوں کا  
سکونت  
سندھ  
چھوڑناحکم دالی  
سندھ

۵۔ بلاذری محمد یعقوبی و بلاذری۔ ۵۔ جب خراسان پر ایک مستقل گورنر تعین کیا گیا اور وقت  
 میں وہ ملک غلات قسری کی بالادست حکومت سے نکال دیا تو جب پہلے حکومت خراسان میں ہی حکم بن خوانہ کلہی کے ہاتھ میں ہی گئی تھی  
 مگر اُس نے سلسلہ جہاد و فتنہ کو یہ سمجھ لیا کہ حکومت کی کہ وہ دوسری سال ۱۱۰ھ میں مدخل کر دیا گیا۔ اور شکی بن حنیفہ بن علی بن ہشام  
 سے ہاتھ پکڑ کر لیا۔ مگر حکم کا بڑا ہونہار تھا جب سندھ کی حکومت تیم غالی ہوئی تو اُسے ہشام کے دربار میں فتنہ کو بھائی والی شہر کر دیا

گو اپنے ہمراہ لیتا آیا جو سپہ گری میں مشاق اور شجاعت و حوصلہ مندی میں اپنے چاہنے والوں کے ساتھ وارث تھا۔ تمام اختیارات اُسی کے ہاتھ میں دیئے اور اُسی کی رائے پر حکومت کرنے کا ارادہ کیا۔

مگر جب تک حکم سرحد ہند میں پہنچنے پہنچنے یہاں کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ تمام انتظامات درہم و برہم ہو گئے تھے صرف اپنی قبضہ کو مستقل مزاجی سے دین اسلام پر قائم رہے باقی تمام بلاد سندھ کے نو مسلم ہند ہو گئے تھے۔ حکم نے سرحد ہند میں داخل ہونے کے دیکھا تو کوئی ایسا مقام بھی نہ نظر آیا جو مسلمانوں کا مستقر قرار دیا جاسکے۔ اور جسکی مضبوطی کا اس قدر یقین ہو کہ مسلمان وہاں آکے پناہ لے سکیں۔ یہ نقصان دیکھ کے حکم نے اپنی ولایت میں جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ دریائے اٹک کے دہانہ کے مشرقی طرف ایک شہر آباد کیا جس کا نام محفوظ رکھا۔ اس شہر کو حکم نے مسلمانوں کا دامن و مادی قرار دیا اور خوب آباد کیا۔

جسوقت اس نو تعمیر شہر کے نام کی تجویز پیش تھی حکم نے قبیلہ کلب کے متوطن شام بڑھون کو جمع کر کے پوچھا کہ کیا نام رکھا جائے۔ وطنی محبت کے جوش میں بھون نے بلاد شام کے نام گنونا شروع کیے۔ کسی نے کہا "دشوق" نام رکھیے۔ کسی نے کہا "حمص" ایسا اور پسپا نام ہے۔ ایک عقلمند بزرگوار بول اُسے واہ! تدمر سے اچھا کوئی نام نہیں۔ (تدمر بھی شام کا ایک شہر ہے لیکن عربی میں اس لفظ کے معنی تباہ و برباد ہونے کے ہیں) یہ جملہ سنتے ہی حکم جلا کے بول اٹھا "وَمَرَّ اللَّهُ عَلَيْكَ يَا اَحْمَقُ" اے احمق خدا تجھے غارت کرے (پھر کیا ابن میں مجھے کوئی نام پسند نہیں۔ میں اس شہر کا نام محفوظ رکھوں گا۔)

حکم آخر عمر تک یہیں فروکش رہا۔ مجاہد قاسم کا بیٹا عمر جو اس سفر میں اُس کے ہمراہ رکاب تھا حکم کی ایسی قدر کرتا تھا کہ تمام معاملات و انتظامات اُسی کے ہاتھ میں دیدے جاتے تھے۔ شہر محفوظ کی بنا ڈالنے کے بعد اُس نے کچھ فوج عمر و بن محمد بن قاسم مذکور کے

بھراہ کی اور اُسے بغرض جہاد مستقیم مخطوط سے رخصت کیا۔ عمر و متعدد فتوحات حاصل کر کے جب واپس آگیا تو اُس نے جو شش مشرت میں ان فتوحات کی یادگار قائم رکھنے کے لیے دریائے سندھ کے موہانہ کے مغربی کنارہ پر ایک دوسرا شہر آباد کیا۔ اور اُس کو "منصورہ" کے نام سے نامزد کیا۔ یہی منصورہ ہے جو آخر میں تمام ہلاک و سندھ کا دارالامارت قرار پایا۔ اور جہان دولت عباسیہ میں حکام سندھ جا کے آکر کرتے تھے۔

وہ تمام بلاد جن پر دشمن متصرف ہو گئے تھے اُن کو حکم کے زمانہ میں عمرو بن محمد بن قاسم نے دوبارہ فتح کر لیا۔ حکم کے حکومت سے اہل سندھ بہت خوش رہے۔ غلبہ اسلام کے ساتھ ہر جگہ امن و امان قائم ہو گیا۔ خالد قسری اکثر تعجب کیا کرتا تھا کہ میں نے فیاض جو انفرادی عرب (قیم) کو والی سندھ مقرر کیا تو ہر طرف سے ناراضی کی آواز بلند ہوئی۔ اور اُس کے بعد میں نے سب سے بھیل دینی شخص (حکم) کو مقرر کیا تو اُس سے سب لوگ راضی ہو گئے اور جدھر سے دیکھے تھیں وہ مرہا کی آواز بلند تھی۔

حکم کے زمانہ سے بنی امیہ کے آخر عہد تک کے حالات باوجود بڑی جستجو کے سترالیٹ کو بھی نہیں معلوم ہو سکے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اوّل تو تاریخ یقینی اُن کے ہاتھ میں نہ تھی۔ اور ثانیاً یہ کہ انھوں نے سندھ کے متعلق تفصیلی حالات دیکھ نہ سکتے وقت ابن اثیر و ابن خلدون کے اوراق اُلٹنے کی زیادہ محنت نہ گوارا کی۔ اور اسکی کا نتیجہ ہے کہ اس موقع پر انھوں نے بلاذری کی عبارت نقل کر دی کہ حکم کے بعد خلافت کی طرف سے برابر والی مقرر ہو کے آیا کرتے تھے۔ اور خاندان عباسیہ کی خلافت قائم ہونے پر انھیں منصور بن جہور حکم ان سندھ نظر آیا تو وہ لاعلمی سے سمجھ گئے کہ یہ شخص خلفا بنی امیہ کا مقرر کیا ہوا والی سندھ تھا۔ حالانکہ اُس نے زبردستی اپنی ذاتی کوشش سے سندھ پر قبضہ حاصل کر لیا تھا جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

الغرض حکومت سندھ حکم ہی کے ہاتھ میں تھی کہ خالد قسری جو اُس

کا حامی و مددگار بن گیا۔ میں ولایت عراق سے معزول ہوا اور اسی جگہ یہ معزز زعمہ  
یوسف بن عمر و ثقفی کے ہاتھ میں دیا گیا جو اس سے پیشتر والی خراسان  
تھا۔ یوسف والی خراسان ہوتے ہی تمام اُن والیان ملک سے جو خالد  
قصری کے مقرر کیے ہوئے تھے بڑی بے لکھو کیوں کے ساتھ پیش آیا۔ اُس  
کے اس طرز عمل کی خبر جب حکم کو پہونچی تو دل میں کہا یا تو ایسی فتح ہی حاصل  
کرنا چاہیے جس سے یوسف مجھ سے خوش ہو اور یا شہادت نصیب ہو کہ ان  
تمام اتھار و آلام سے نجات مل جائے۔ یہ کہہ کے دشمنوں کے لشکر میں گھس  
پڑا۔ ہند و افواج سے برابر لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔

اب یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں کا پولیٹیکل اثر تمام دیگر بلاد مشرق  
کی طرح سندھ پر بھی پڑ گیا تھا۔ یہاں سے اکثر لوگ جا کے دمشق اور عراق میں  
سکونت پذیر ہوئے تھے اور عساکر خلافت میں بھی بھرتی ہونے لگے تھے۔  
چنانچہ شہید بھری میں جناب امام حسین علیہ السلام کے پوتے زید بن علی بن  
حسین شہید ہوئے تو جو فوج اُن کے مقابلہ کو روانہ کی گئی اور جس نے  
اُن کو محصور کر لیا تھا اُس میں تین سو فقیہانی جوان بھی تھے فقیہان سندھ  
کے علاقہ میں تھا۔ اور اس کے علاوہ زید شہید کا وہ غلام بھی سندھ ہی کا تھا  
جس نے آپ کی قبر کا پتہ دشمنوں کو دیدیا اور جس کی سازش سے آپ  
کی لاش قبر سے نکالی گئی سر کا ٹاٹا گیا اور دم مصلوب ہوا۔

خالد کی علیحدگی کے غالباً دو سو برس ہی بال شہ میں حکم نے جام شہادت  
پیا۔ اُس کے مارے جانے کے وقت سندھ میں دو شخصوں کے ہاتھ میں اتنی قوت تھی کہ  
اُن میں سے ہر ایک حکومت کی اعلیٰ لیاقت ہی نہ رکھتا تھا بلکہ اپنی قدیم کارگزاریوں  
کی وجہ سے بجائے خود حکومت سندھ کا دعویٰ بھی کر سکتا تھا۔ ایک تو محمد بن  
کاظم ثقفی جس کو مروجہ حکم نے ابھارا اور تاراج کی دنیا میں چکا یا تھا اور جو اُس  
کے سواروں کی فوج پر سپہ سالاری کرتا تھا۔ اور دوسرا امیر زید بن عمر ابن  
دعولون میں جھگڑا ہوا۔ اور قریب تھا کہ کوئی فساد اٹھ کھڑا ہو۔ اس امر کی اطلاع  
میں پہونچی۔ یہی امیر۔

حکم کی  
شہادت

سندھ میں  
دمشق  
و بغداد میں

سندھ میں  
خلافت  
میں  
امیران  
ولایت

جب یوسف بن عمرو ثقفی والی عسراق کو ہونی تو اس نے یہ واقعہ ہشام کے دربار میں لکھا اور بارگاہ خلافت سے اجازت مانگی کہ کون مقرر کیا جائے ہشام نے کہا عمرو بن محمد بن قاسم اگرچہ مغربی اور حسن کولت کو پہنچ گیا ہو تو اسی کو مقرر کرو۔ یوسف بھی چونکہ اسی قبیلہ کا شخص اور ثقفی النسل تھا لہذا اسے بواب اپنی خواہش کے موافق پائے عمرو بن محمد کو مقرر کر دیا۔ عمرو نے ولایت سندھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہی اپنے حریف ابن عرار کو قید کر لیا۔ اس زمانہ میں دشمنوں کا ہجوم ہوا اور انھوں نے اس کے خاص مشہر منصوبہ کا محاصرہ کر لیا۔ عمرو کے پاس فوج کم تھی اس نے اپنی مجبوری کا حال یوسف کو لکھا یوسف نے فوراً چار ہزار فوج روانہ کی۔ اس فوج کے پہنچتے ہی دشمنوں نے راہ فرار اختیار کی اور عمرو بن محمد نے موقع پاتے ہی اپنی قوت فوج زبردست کر لی۔ اور جب اپنی قوت پر اطمینان ہو گیا تو فوج سے کے دشمن کے مقابلہ کو بڑھا اس کی فوج یرمعن بن زائدہ شیبانی سے دار تھا۔ عمرو نے یکا یک رات کو دشمن راجہ کی فوج پر چھاپ مارا جس میں دشمنوں کی بہت سی فوج قتل ہوئی شاگمان عین لڑائی کے وقت دشمن راجہ مقابلہ کو نکلا۔ مسلمانوں نے تو اسے نہیں پہچانا لیکن یسویون نے جو رات کی تاریکی میں اس کی صورت دیکھی تو بے تحاشا چلا اُسے ”راے! راے!“ اتنا سنتے ہی مسلمان فوراً جھپٹ پڑے۔ راجہ بھاگا اور اُس کے ہمراہیوں نے بھی راہ فرار اختیار کی اور اس بد جو اسی سے کہ مارے ڈر کے پیچھے پھر کے بھی نہ دیکھتے تھے یہ اس کے بعد تمام شہروں میں عمرو بن محمد بن قاسم کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس کے ہمراہ فوج میں یرمیع بن مہلب کا بیٹا مردان بھی تھا۔ عمرو جس زمانہ میں اس محم پر گیا ہوا تھا۔ اس نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ عمرو کے مال و اسباب اور سواری کے جانوروں وغیرہ کو لوٹ لیا۔ جب یہ خبر عمرو کو پہنچی تو اپنے جاننا زمرہ دارون معن بن زائدہ اور

محمد بن قاسم  
کا بیٹا عمرو  
والی سندھ

اس کے  
کا زمانہ

ایک باغی

عہ یقوبی۔ عہ تمیم کہ یعقوبی اسی واقعہ کو دوسری جگہ صفحہ ۱۳۶ دوم میں یون لکھتا ہے کہ ہشام نے عمرو بن محمد بن قاسم اور ابن عرار کا باہمی جھگڑا اُس کے یوسف بن عمرو کے نام و س بارہ میں مکتا نہ جاری کیا ہے۔ یوسف بوجہ ثقفی ہونے کے عمرو بن محمد کی طرف متاثر ہوا اور اسی کو والی مقرر دیا



ذی گئی مگر مروان کو سینہ - لوگ اُسے کین سے ڈھونڈ جاندے کے پکڑ لائے  
اور آخر وہ عمرو کے یاققون سے قتل ہوا

ابن ہشام بن عبد الملک نے داعی اجل کو لبیک کہہ کے گوشہ قبر اختیار کیا اور اُس کی  
جگہ ولید بن یزید بن عبد الملک نے تخت خلافت پر قدم رکھا - ولید عمرو بن محمد بن  
قاسم کے خلاف اور اُس کے قدیم قریب بن عرار کا طرہ دار تھا - لہذا اُس نے تخت  
پر بیٹھتے ہی محمد بن قاسم کے بیٹے کو معزول کر کے یزید بن عرار کو والی سندھ مقرر  
کر دیا - لیکن اگرچہ عمرو بن محمد بے خطا و قصور معزول کیا گیا تھا مگر اس سے انکار نہیں  
کیا جاسکتا کہ یزید نے بھی سندھ میں بہت اچھی حکومت کی - اُس کی کارگزاریوں نے  
ثابت کر دیا کہ ولید نے گونا گونا گویا کام لیا مگر جو کچھ کیا نازیبا اور بے وجہ نہ  
تھا - یزید بن عرار نے اپنے زمانہ میں اطراف و جوارب کے راجاؤں پر اٹھارہ حملے کیے  
دولت اسلامیہ کو بہت کچھ مضبوط و باسلطوت بنایا - اور آخر تک رعایا میں ہر دل عزیز  
اور نیک نام رہا - اُس نے عربوں کے باہمی فسادوں کو بھی اس درجہ دبا کے فرد  
کر دیا کہ کسی قومی جھگڑے کی شکایت اُس کے عہد میں نہیں سنی سی -

اب عربی معاشرت اور عربی زبان کو ملک سندھ میں اس قدر ترقی ہو گئی  
تھی کہ بیان کی خاک سے عربی شعر ابھی پیدا ہونے لگے - اور گو وہ عربی تڑا ہوں  
مگر اُن کے خاندان کو اس ملک میں رہتے اتنا زمانہ گزر چکا تھا کہ "سندھی" کہلاتے  
تھے - چنانچہ ابو عطاء سندھی کا کلام اس بقولیت کے درجہ کو پہنچا کہ عرب میں  
وقت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور اس قدر مشہور ہوا کہ ابن اثیر نے کئی جگہ نقل کیا ہے -  
لیکن باوجود ان سب باتوں کے یہ زمانہ خلافت کے لیے نہایت ہی نازک  
تھا - بنی امیہ کے دور کے تمام ہونے کو صرف چھ ہی سات سال باقی رہ گئے تھے -  
قطع نظر اس کے کہ بنی ہاشم کے جو افراد نے بالاستقلال مخالفت و بغاوت  
کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا اب خاعثہ بنی عباس کے نقبا پھیل گئے اور ابو مسلم کی  
خوفناک کوششوں کی آواز خراسان میں سنی جانے لگی - یہاں تک یہی غنیمت تھا -  
جو بات سب سے زیادہ دہشت ناک نتائج کی خرد تھی وہ یہ تھی کہ خود خاندان بنی  
عہ یقوبی عہ یقوبی -

ولید بن یزید  
عبد الملک کی موت  
ربیع الاول  
۱۰۰ھ  
جہاد لاخر  
سندھ

یزید بن عرار  
والی سندھ

عربی زبان  
کی سندھ  
میں ترقی

خلافت کی  
نازک حالت

امیہ میں اختلاف پیدا ہوا اور ایسا اختلاف کہ سارے شاہی خاندان میں بیٹ  
 یڑگی۔ اور وہ قوت جو باغیان سلطنت کی بیخ کنی کے لیے تھی باہمی خونریزیوں  
 میں ٹوٹنے لگی۔ آخر تسلط بھری میں خلیفہ ولید بن یزید باغیوں کے زرعہ میں پڑ  
 کے اور اپنے قصر میں محصور ہو کر مارا گیا۔ جس نے مرے وقت نہایت حسرت  
 سے یہ جواب زبان سے نکالا کہ "یوما کیوم عثمان" یعنی آج بھی ویسا ہی دن ہے جیسا  
 دن کہیں جناب عثمان پر مظلومی کی بلائیں لایا تھا۔ جن لوگوں نے ولید کو  
 گھر میں گھس کے مارا ان میں ایک سندھی شخص بھی تھا جو عسا کر اسلامیہ میں ایک  
 موثر حیثیت رکھتا تھا۔

یزید بن ولید  
 کی خلافت  
 تیسرا  
 چھ مہینہ  
 دو روز  
 کے لیے

ولید کے بعد یزید بن ولید بن عبد الملک الملقب بہ یزید ناقص خلیفہ ہوا۔  
 یزید کو تخت پر بیٹھتے ہی دار الخلافت کے اطراف و جوانب میں ایسی فتنیں اور ایسے  
 جھگڑے نظر آئے کہ ہندوستان کے طرف وہ بالکل توجہ نہ کر سکا۔  
 ان دنوں جہاں دولت بنی امیہ کی بد قسمتی سے اور بہت سے جھگڑے  
 فساد پیدا ہوئے وہاں بہت سے ایسے لوگ بھی نکل پڑے جو ان باہمی اختلافات  
 سے نفع اٹھانے کے خواستگار ہوئے اور جنگی اپنے منافع کے لحاظ سے آخر تک یہ  
 کوشش رہی کہ ان باہمی جھگڑوں کو اور زیادہ بڑھائیں تاکہ اپنے مقاصد پورے  
 کرنے کا زیادہ موقع ملے۔ انھیں لوگوں میں ایک شخص منصور بن جہور بھی تھا۔  
 یہ عجیب و غریب چالاکی اور ہوشیاری کا آدمی تھا۔ یہ شخص شہرت کے سٹیج پر یکایک  
 نمودار ہوا۔ اس زمانہ میں جو فساد پیدا ہوئے ان کو ابھارا بھار کے اس نے ایسی  
 ماموری حال کی اور اس ترقی کے درجہ پر پہنچایا کہ اس کے حالات تعجب خالی  
 نہیں ہیں۔ اور لطف یہ کہ ہر جھگڑے میں شریک ہونے کے بعد اس کے پادشاں  
 اور بڑے نتائج سے اپنے آپ کو اس خوبصورت بیچا لیا کرتا تھا کہ بہت سے لوگ  
 مارے گئے بہت بھاگ گئے کھاس میں چھپے مگر یہ آخر تک دنیا کی نگاہوں کے سامنے  
 رہا اور نامور رہا۔

منصور  
 بن جہور

اس کی زندگی کے حالات پر آخر تک غور کیجئے تو یہ بھی تہہ نہیں چلتا کہ یہ کس کا

عہ ابن اثیر عہ شخص از ابن اثیر و ابن خلدون۔

طرفدار تھا اور کس کے مخالف تھا۔ جسے گروہ اُس عہد میں مدعی خلافت تھے اگرچہ اُن  
میں سے اکثر وہ کاس نے ساتھ دیا مگر آخر تک اُس کی موافق عمری دیکھتے تو صاف  
معلوم ہوتا ہے کہ دل سے یہ کسی کا طرفدار نہ تھا۔ جن لوگوں نے خلیفہ ولید کو  
تقر خلافت میں گھس کے مارا اُن میں یہ بھی تھا۔ جب ولید کے خون کے انتقام کی  
آواز بلند ہوئی اور بنی امیہ کا ایک بڑا گروہ خلیفہ مظلوم کے قاتلون سے بدلہ لینے کے  
لئے اٹھ کھڑا ہوا تو منصور نے تمام اسلامی دنیا کو اپنے موافق بنانے کے لیے  
مشہور کیا کہ میں نے ولید کو صرف مخالفت شرع کی وجہ سے مارا۔ وہ چونکہ علانیہ  
اصول اسلام سے انحراف کرتا تھا لہذا میرا فرض تھا کہ تخت خلافت کو اس سے خالی  
کراؤں۔

اور جب یزید بن ولید تخت نشین ہو گیا تو منصور اُس کے پاس پہنچا اور  
وہ عوی کیا کہ محض آپ کی خیر خواہی کے لیے میں نے ایسی جرات کی۔ یزید خود ولید کے  
مخالف تھا اور اُن لوگوں کا طرفدار تھا جنہوں نے ولید کو قتل کیا منصور کی اس بیان  
پر بہت خوش ہوا۔ منصور نے اس طرح خلیفہ وقت کو سرور و محفوظ کر کے خراسان  
کی حکومت حاصل کی اور اپنے بھائی منظور کو اپنی طرف سے رے کا والی مقرر کیا۔  
مگر جب اُس کی چالاکیوں کا حال پہلا تو یزید نے تین ہی مہینہ کے بعد منظور کو معزوف  
کر دیا۔

منصور ابن جبور نے اپنی معزولی کے بعد چند روز اُدھر اُدھر پھرتے اور  
لوگوں بن فساد کا بیج بونے میں صرف کیے۔ اور آخر جب عبداللہ بن معاویہ خاندان  
بنی امیہ کا ایک شاہزادہ یزید کی مخالفت پر آمادہ ہوا تو منصور نے بھٹ اُس کے پاس  
ہونچ کے اُسے کامیابی کا یہاں تک یقین دلایا کہ وہ علانیہ مدعی خلافت ہو گیا۔ اور  
جب یہ سب فترے اُس پر پوری طرح چل گئے تو اُس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُسے  
رے کے یزید کے مقابلہ کو نکلا۔ لڑائی میں مسرت عبداللہ بن معاویہ سے بے وفائی  
کی شکست ہوئی اور سب سے روپائی سے بھاگے۔ عبداللہ بن معاویہ کو زک و لوٹ  
کے بعد منصور نے اُس امام کو جس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اُسی کی برگشتہ طالعی کے بہرہ  
کر کے راہ فرار اختیار کی اور دوسری اُدھ میں لگا۔

اتفاقاً اسی عہد میں ایک اور اموی شاہزادہ اٹھ کھڑا ہوا جس کا نام عباس بن ہشام تھا۔ منصور تو ایسا موقع ڈھونڈ رہا تھا جس کے عباس کے ہاتھ پریت  
اکی اور خلافت کے مقابلے کو نئی فوج لے کے چلا۔ اب بھی براہر شستون پر شکستیں  
لکھا لیں اور جب دیکھا کہ اب کوئی تدبیر نہیں بنتی تو عباس کو بے مونس دیا اور جھوٹا  
اور پھاٹکے سے تازہ دم باغیوں کی تلاش میں نکلا۔ چند روز تک ادھر ادھر بھاؤ  
اکی آگ لگاتا پھرا یہاں تک کہ یزید کو دینا سے رخصت کیا۔ اور ابراہیم بن ولید تخت  
نشین ہوا۔

ابراہیم بن  
ولید کی خلافت  
میں مدینہ  
چار مہینہ

۲۲۵  
تیسرے دولت بنی امیہ کے لیے ایسا بخوس سال تھا کہ آخر عہد خلافت میں جو باغی  
ہوئے وہ درکنار صرف اس ایک سال میں دو خلیفوں سے زمانہ نے مسند خلافت  
کو خالی کر دیا اور دو خلیفہ تخت نشین ہوئے۔ ولید اسی سال کی ابتداء میں مارا گیا  
اور یزید تخت نشین ہوا۔ اس کے چھ ہی مہینہ بعد یزید نے عالم فانی کو پدرود  
کیا اور ابراہیم بن ولید اس کا بھائی خلیفہ ہوا۔ لیکن بخوست ابھی باقی تھی کہ دوسرے برس  
نے آئے ہی اس سے بھی بدتر رنگ دکھایا۔ ابراہیم کے ساتھ شکست نے یزید سے بھی زیادہ  
بے وفائی کی۔ خلیفہ ہونے کے چار ہی مہینہ بعد بغیر اس کے کہ اس کے ہاتھ سے کوئی کام  
عمل میں آئے وہ تخت خلافت سے اتارا گیا اور مروان بن محمد خلیفہ ہوا جو دولت بنی امیہ  
کا پچھلے خلیفہ تھا۔ اور جس کی قسمت میں تھا کہ اموی نسل کی تباہی و بربادی اور اس کی  
خاندان کی عورتوں اور بچوں کے مارے جانے کا تماشا دیکھ کے خود بھی ذلت سے مارا جاتا  
ہے۔ زمانہ میں خلافت جلد جلد بٹے کھا رہی تھی اور دولت بنی امیہ اپنے آخر عہد  
میں موت کی سی سریع اور ناقام سانس میں رہی تھی اس وقت منصور بن جهمور اپنے اہل  
فتہ انگیزی کے کاموں میں مشغول تھا اور دولت عباسیہ کے بلانے میں جلدی کر رہا تھا  
جس کے ہاتھوں سے خود اس کی زندگی تمام ہونے والی تھی۔ اتفاقاً مروان کے عہد میں  
شیبان نامی ایک پرجوش باغی پیدا ہوا جس کی قوت توڑنے میں خلیفہ کو بڑی قہقہ  
اٹھانا پڑی۔ منصور جو ایسے موقعوں کا تجسس رہا کرتا تھا فوراً شیبان کا شیر  
حال ہو گیا۔ لیکن اس ہوشیاری سے کہ دور ہی سے مدد کرتا رہا عساکر خلافت نے  
عہد ابن ابشر۔

مروان بن  
محمد کی خلافت  
میں ۲۲۵  
سے ۲۲۸

یہ دور ہی ہے  
جہمور

جب شیبان کو پہلی شکست دی تو منصور بھاگے اُس کوستان پر متصرف ہو گیا جو عراق و ایران کے مابین واقع ہے۔ پھر اُس کے بعد سے اُس نے لڑائی میں شیبان کا کبھی ساتھ نہ دیا۔ ہان و ہین کوستان سے بیٹھے بیٹھے اُس کی مدد کے لیے فوج اور سامان جنگ روانہ کرتا رہا۔ آخر شیبان کی قسمت ناموافقی کی جس کے بعد اُسے بغاوت سے دست بردار ہو کے بھاگنا پڑا۔ شیبان نے علاقہ عراق چھوڑ کے سیستان کی راہ لی۔ اور پانچ گری کر تے کرتے وہیں سیستان میں پونہ زمین ہوا۔

خندوزہ  
اس

اب باغیان خلافت اور مخالفان سلطنت کی قوت بہ ظاہر اسباب بالکل ٹوٹ گئی۔ تمام وہ لوگ جن کی بغیر کوئی فساد کے دلچسپی نہ ہوتی تھی اپنا وطن اور علاقہ عراق چھوڑ چھوڑ کے بھاگنے لگے۔ منصور بن جمہور اب بھی ایک ایسے محفوظ مقام میں تھا کہ اُس نے کسی طرف کا ارادہ نہ کیا اور اسی طرح کوستان کی گھائیوں میں بیٹھا رہا۔ لیکن اورب لوگ ان ممالک کو چھوڑ چھوڑ کے بلاد و روز دراز میں چلے گئے۔ چنانچہ شیبان میں اموی شاہزادہ عباس بن ہشام جو منصور کے بڑھاؤں سے مقابلہ کر کے شکست کھا چکا تھا اُس نے بھی جان کے خوف سے مجبوراً وطن کو خیر باد کی۔ اپنے تمام اہل و عیال کو جہازوں پر سوار کر دیا اور سرزمین سندھ کی راہ لی۔ اور ہندوستان میں آ کے سکونت پزیر ہوا۔

اس کا  
منظور  
نسل

عباس سے اور بنی عباس کے پہلے خلیفہ سفاح سے بہت کچھ ربط و ضبط تھا۔ جب شیبان نے اُسے سنا کہ سفاح کے سر بر تاج خلافت رکھا گیا تو اُس کی دوستی کے خیال میں اس درجہ محو ہوا کہ اپنا یہ پیدائشی جرم بھی بھول گیا کہ نسل بنی امیہ سے جعفر بن خلد جالنے کیا کچھ خیالی بلاؤں کا نامو عراق میں آیا۔ سفاح نے اُس کی بڑی خاطر و مدارا کی۔ اور بہت کچھ تعظیم و تکریم سے اپنے محل میں اُمارا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ بنی امیہ کے لیے قتل عام کا حکم جاری تھا۔ اور اس بد نصیب نسل کے تمام لوگ مرد و عورت پھر بچہ بلا استثنا و امتیاز سید رہنے تیغ ہو رہے تھے ایسے وقت میں ایک اموی شخص کا خاص قصہ خلافت میں ٹھہرایا جانا اور شاہی تہان ہونا تعجب سے خالی نہ تھا۔ لیکن آخر ثابت ہو گیا کہ یہ تعجب بجا تھا۔ اس لیے کہ عباس کی صورت سفاح کے غلام سدید نے جو دیکھی تو یہ اسٹار پڑھ کے سفاح کو گویا کوئی بھولی ہوئی بات یا دودلا دی۔

لَا يَنْفَعُ نَفْسًا مِّنْهُمْ شَيْءٌ إِنَّهُم كَانُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
فَضَمَّ السَّيْفُ أَرْفَعَهُ شَوْطِخَةً

لَا تَمُرُّ لِي فَوْقَ ظَهْرِي هَآ اُمُوِيَا

لوگوں میں جو ظاہری ربط مضبوط دیکھتا ہے یہ تجھے فریب نہ دے اس لیے کہ سپاہیانہ  
کے نیچے مرض مسلک ہوتا ہے لہذا تلواریں سے کام لے اور کوڑا بلند کر بیان ملک کہ  
روئے زمین پر کوئی اموی شخص نہ نظر آئے۔

یہ اشارہ کا فی تھا۔ سفاح کے مزاج میں فوراً برہمی پیدا ہوئی اور آنا فنا وہ ستم زدہ شا  
مہان پکڑ کے قتل کر ڈالا گیا۔

اتفاقاً ۱۲۵ھ میں عبداللہ بن معاویہ نے فارس پر منحرف ہونے کے پھر ادعا سے  
خلافت میں علم بغاوت بلند کیا۔ من و رہین جمہور کو یہ سب سے عمدہ موقع ہاتھ آیا کہ ہستان سے  
اُتر کے پھر عبداللہ بن معاویہ کے ہمراہ ہو گیا۔ لیکن جب مروان کی بھیجی ہوئی شاہی  
فوجوں سے مقابلہ ہوا تو ستمی پھر دغا دہی شگست ہوئی اور بن سے جدھر بنا ادھر کی راہ  
لی۔ اب منصور کے ولین اسقدر خوف پیدا ہو گیا تھا کہ عراق کے قریب رہنے میں اُسے بے  
انتہا خطرے نظر آتے تھے لہذا اُس نے بھی ارض مشرق کی طرف رخ کیا۔ اور شکی  
ہی شکی سندھ کی راہ لی۔ خلافت کی طرف سے معین بن زائدہ اُس کے تعاقب میں  
روانہ کیا گیا۔ لیکن معین اُس کی گرد بھی نہ پائی اور اُس نے ہندوستان میں پہنچنے کے  
دم لیا۔

پھر وہی منصور  
کا منساو

منصور سندھ  
میں

منصور بن جمہور کے ہندوستان آسنے کا یہ سبب ہوا کہ جب اُس نے عراق میں  
اپنے آپ کو بالکل بے دست و پا اور محبور پایا تو دنیا میں چاروں طرف نظر دوڑائی  
کہ کدھر کا رخ کروں۔ والی سندھ یزید بن عرار اُس کے عزیز ترون میں تھا۔ اُس نے  
ارادہ کیا کہ اُس کے پاس جائے۔ کیونکہ ایسی ہیسی کی حالت میں سو اپنے عزیزوں  
کے اور کسی سے کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ وہ سرزمین سندھ میں داخل ہو کے  
دریاے سندھ کے کنارے ٹھہر گیا اور یزید بن عرار کو اپنے آنے کی اطلاع کی۔  
یزید منصور کی فتنہ انگیز اور آشوب زائنت سے واقف تھا اُس نے دل میں اُس کے  
آنے کو نہایت ناپسند کیا اور صاف کہلا بھیجا کہ بس یہیں رہیے ادھر آنے کا قصد نہ  
۵۵ ابن اثیر۔

کھینچے گا۔ یہ جواب سنتے ہی منصور کو بڑا غصہ آیا۔ اُس نے جواب میں یزید بن عرار کے پاس کھلا بھیجا "میں تو اس خیال میں تھا کہ تمہارے پاس آگے اطمینان سے بیٹھوں گا۔ مگر اب دُعا ہے کہ خدا تمہاری مہربانی اور تمہاری قربت سے بچاے۔ اور اس بے حقیقی کا حال تم کو آئندہ معلوم ہوگا۔"

یہ جواب بھیج کے اور دھمکی دے کے منصور شہر سدوسان میں ٹھہر گیا۔ یہاں چند روز قیام کر کے اُس نے کشتیان بنوائیں۔ ادھر ادھر سے بہکا بہکو کے کچھ فوج فراہم کر لی۔ پھر کشتیوں کو اونٹوں پر لدوا یا اور اُن کو دریائے مہران میں ڈالا اور ابن عرار کے مقابلہ کو روانہ ہوا۔ اسی اسی کارروائی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ منصور بن جہور کس قدر چالاک ہوشیار اور تدبیر شخص تھا۔ ابن عرار اگرچہ سرزمین ہند میں جرمی بڑی کارگزاریاں کر چکا تھا۔ اور ہندوؤں کو بہت سی زمینیں اور ملکیتیں دے کے بارہا کامیابی و فحش دی کے پھر پرے اڑا چکا تھا مگر منصور جس چالاک اور جس شجاعت کا ہر میدان تھا اُس سے ابن عرار کو کوئی نسبت نہیں دی جاسکتی۔ اس لیے کہ ابن عرار کی ناموریان صرف ہندوؤں کے مقابلہ پر محدود تھیں۔ اور منصور وہ شخص تھا جسے ایک عمر عراق و عرب کے میدانوں میں بڑا آزمائی کرتے بسر کر دی تھی۔ اور گواہی شہر شکست کھائی مگر خلافت کے اور عربوں کے مقابلہ میں جو ہر شجاعت دکھا چکا تھا جن سے زیادہ بہادر قوم اُس وقت دنیا کے پر دے پر نہ تھی۔

غرض جب ابن عرار کو معلوم ہوا کہ منصور اُس کے مقابلہ کو آتا ہے تو منصور سے نکل کے اُس کے سامنے صف آرا ہوا۔ مگر منصور نے جیسی کہ اُس سے اُمید تھی اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ ابن عرار کو شکست فاش ہوئی بھاگ کے منصورہ کی چار دیواری میں پناہ گزین ہوا۔ اب منصور نے بڑے شہر منصورہ کا محاصرہ کر لیا۔ آخر ابن عرار نے تنگ آنکے امان مانگی۔ منصور نے انتہا جلا ہوا تھا خصوصاً ابن عرار کی طرف سے امان طلب کرنے کا حال اُن کے نہایت برہم ہوا اس لیے کہ یہی چیز کی خواہش تھی جس کی خواہش پہلے منصور نے ابن عرار سے کی تھی۔ اور جواب صاف باکے نہ دیا اٹھائی تھی۔ غرض اس درخواست پر نہایت برہمی سے منصور نے کھلا بھیجا "مجھ سے شخص کے لیے پناہ نہیں ہے۔ میرے

عہ یعقوبی۔ عہ یعقوبی۔

سہارا  
کی موت

منصور  
کا حکم  
سندھ

دولت عباسیہ

حکم سے نکل آؤ۔ جو مناسب سمجھا جائے گا کیا جائے گا۔“ ابن عرار نے مجبوراً صرف اس آیت پر کہ منصور شاید معاف کر دے شہر کا پھاٹک کھول دیا اور دست بستہ منصور کے سامنے کھڑا ہو کے معذرت خواہ ہوا۔ مگر منصور اس قدر غضبناک تھا کہ بالکل ترس نہ کھایا اور مظلوم ابن عرار کو کھڑا کر کے زعمہ ایک ستون میں چنوا دیا۔

اس کے بعد منصور نے سندھ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ خود منصورہ میں حکومت اختیار کی۔ اور اپنے بھائی منظور کو جو اس کے ہمراہ آیا تھا قندیل اور دیبل پر حکمران بنا کے روانہ کیا۔ اب ان دونوں بنی امیہ کی سلطنت اندرونی فسادوں میں اس قدر بھنسی ہوئی تھی کہ سندھ کی طرف بالکل توجہ نہ کر سکی۔ گو معلوم ہوا کہ منصور اس ملک پر تصرف ہو گیا اور خلافت کے مقرر کردہ عامل پر اس نے بہت برا ظلم کیا لیکن وہاں سے اس کے انتقام میں کوئی کارروائی نہ کی جاسکی۔ اور منصور نے نہایت اطمینان اور بڑی ہی فائز البالی سے ملک سندھ کو اپنا تابع فرمان بنالیا۔

منصور غالباً ۱۳۵ھ کے قریب نواہ ایک سال پہلے یا بعد سندھ میں داخل ہوا لیکن اس کا حال بالکل بنین معلوم ہو سکا کہ اس نے کیسی حکومت کی۔ فتنہ دی اور جہاد کے اعتبار سے کیسا ربا۔ ہندون اور یہان کے مسلمانوں کے ساتھ اس نے کیسا برتاؤ کیا۔ مگر قیاس اسی بات کا مقتضی ہے کہ اس سے خاموش اور بے لڑے بھڑے نہ سمجھایا ہوگا۔ اس لیے کہ ابتدائے عہد سے آخر تک اس کی زندگی ہمیشہ کشت و خون اور بفرزد آزمانی ہی گزرتی تھی اور آخر میں بھی اس نے دولت عباسیہ کے آگے مرتے دم تک سر نہ جھکا یا۔

اب وہ زمانہ تھا کہ خلافت کے انقلاب اور بنی ہاشم و بنی امیہ کی باہمی عداوت نے ساری دنیا سے اسلام میں لرزہ ڈال دیا۔ بہت سے فسادوں اور بے انتہا خونریزیوں کے بعد زمانہ نے ایک پہلو پر قرار لیا۔ اور قسطنطین بنی عباس کے سر پر خلافت اور دراصل شاہنشاہی کا تاج رکھا۔ پہلا حکمران خاندان حد سے گزرے ہوئے مظالم اور دین اسلام پر ہمیشہ کے لیے دھبہ لگا دینے والی زیادتیوں کے ساتھ تباہ و برباد بلکہ ناپید کیا گیا۔ اور نئے فرمان رواؤں کو جب اندرونی انتظامات پر غمت ہوئی تو غیر مالک اور ولایت ہا سے دور دراز کی طرف توجہ کی گئی۔

عہ یعقوبی محمد ابن اشرے معلوم ہوتا ہے کہ ستم میں سندھ پر منصور حکومت کر رہا تھا۔



## تیسرا باب

### دولت عباسیہ کی ابتدا

مسند خلافت نے سلسلہ ہجری میں اس بہادر و نامور شخص کے ذات سے رونق پائی جو حضرت رسالت پناہ  
صلعم کے چچا جناب عباس بن عبد المطلب کی یادگار اور ایک چھ سات سو برس تک حکومت و مملکت شاہی  
کرنے والے خاندان کا بانی تھا۔ اور جس کا نام ابو العباس سفاح ہے۔ سفاح کے خلیفہ ہوتے ہی دولت  
عباسیہ کے ابتدائی زمانہ میں ابو مسلم خراسانی نے جو اس دولت عظمیٰ کا بانی مابانی و زائب خلافت تھا اپنی طرف سے  
مغلس عبدی نام ایک سیستانی شخص کو سندھ روانہ کیا تاکہ منصور کو مایخو ذکر کے وہاں کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے  
مغلس اگرچہ جلد خود ایک بہادر شخص تھا مگر اس عہد کے اعلیٰ جنریوں کے دیکھتے وہ بالکل ایک معمولی شخص خیال  
کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ اس سے پہلے وہ کبھی کسی تاریخی میدان جنگ میں نہیں دیکھا گیا۔ اب مسلم نے غالباً منصور کی چالاکیوں  
اور بہادریوں کا بالکل اندازہ نہیں کیا تھا کہ اُس کے مقابلہ میں ایسے ایک معمولی شخص کو روانہ کر دیا۔ حال کلام یہ  
کہ مغلس ابو مسلم کے حسب حکم ایک فوج لے کر براہ طمانستان اور سندھ ہوا۔

دہل کے قریب جو پہلا میدان مغلس عبدی کو گوم کرنا پڑا وہ منصور بن جیسور کے بھائی منظور کے  
مقابلہ میں تھا۔ اس لیے کہ منظور اپنے بھائی کی طرف سے دہل کی حکومت پر مامور تھا۔ ایرانی میں دونوں طرف کے  
جوان مردوں نے بڑی جرات و ہمت سے کام لیا۔ مگر ایرانی کا بیروز کوئی فیصلہ نہ ہوا پایا تھا کہ منظور بن  
جعفر کو جنگ میں لڑا گیا اُسکی فوج شکست کھائی اور مغلس بن جیسور کا بیابان بامر و تمدن کی گنجینہ سے لڑا تاہم اس کے برعکس  
منصور کو جیتنے بھائی کے مارے جانے کی خبر معلوم ہوئی تو دنیا اس کی آنکھوں میں تاریک  
ہو گئی۔ اس لیے کہ یہ وہ بھائی تھا جس نے ابتدا سے عہد سے آخر تک ہمیشہ اُس کا ساتھ دیا اور  
ہر معاملہ میں اپنی قسمت اُس کی قسمت سے وابستہ رکھی۔ منصور اسی حزن و ملال میں تھا کہ اُسے مغلس  
کے سوا منظور ہی نہیں پہونچنے کی خبر معلوم ہوئی۔ اتنا سننے ہی وہ ایک جان دینے والے شخص  
کی طرح اٹھ کھڑا ہوا اور دل میں ٹھان لی کہ جہاں تک ممکن ہوگا اپنے بھائی کے خون کا ہتھکا  
لے گا۔ چاہے اس کو شش میں اُس کی جان بھی کون نہ جاتی رہے۔ انقرض وہ بڑے  
جوش و خروش سے نکل کے مغلس کے سامنے صاف آ رہا ہوا۔

مغلس کے بے دراصل اب بڑی مصیبت کا سامنا تھا۔ اس لیے کہ منصور کے سے

مغلس کی شکست

اور گرفتاری و قتل

ہوشیار تجربہ کار اور زمانے کی غوکریں کھائے ہوئے شخص کا وہ ہرگز مقابل نہ ہو سکتا تھا۔ تاہم اُس نے بہادری سے اپنی فوجیں آراستہ کیں۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ منصور چونکہ اپنے بھائی کا انتقام لینے کے جوش میں بھرا ہوا تھا لہذا اُس نے اس لڑائی میں ایک فسر کی حیثیت سے صرف فوج لڑانے ہی کی طرف توجہ نہیں رکھی بلکہ ایک سو راہبیاہی کی طرح مغلس کی فوج میں گھس گھس کے بتوں کو خاک و خون میں نہلا دیا۔ آخر منصور کے حملوں سے شاہی فوج کے سپاہیوں کے پاؤں اکھاڑ دیے۔ ساری فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور مغلس عبدی منصور کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ جب منصور کے سپاہی مغلس عبدی اور اُس کے دیگر ہم قسموں کو گرفتار کر کے منصور کے سامنے لائے تو وہ بھائی کے غم میں اس قدر بھرا ہوا تھا کہ بلا تامل مغلس کو اور اُن تمام لوگوں کو جو منظور کے قتل میں شریک ثابت ہوئے اپنے سامنے قتل کر ڈالا۔

منصور اگرچہ خلفائے بنی امیہ کا نامور کردہ والی سندھ نہ تھا مگر اس عہد کی ایک یادگار ضرور تھا۔ اور سچ پوچھے تو اُس نے اُس مرحوم سلطنت کا ساتھ خوب دیا۔ یہ یقین کر لیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان نے اپنے تباہ شدہ حکمرانوں کا حق ادا کرنے میں ایک ٹوٹنے والی قوت کا پچھلا زور نہایت عمدگی سے دکھا دیا۔ گو اس میں شک نہیں کہ ایک چھوٹا والی سندھ عظیم الشان دولت خلفا کا مقابل ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر جو کچھ کیا گیا یہ بھی دراصل اپنا حق ادا کرنے کے لیے بہت تھا۔

افواج خلافت کے شکست کھانے اور مغلس عبدی کے مارے جانے کی خبر جب ابو مسلم کو پہونچی تو نہایت ہی برہم ہوا۔ اور طیش میں آ کے اُس نے ابو العباس سفاح کی اجازت سے ایک اور بہادر اور ہوشیار فسر کو سندھ کی مہم پر روانہ کیا جس کا نام موسیٰ بن کعب تھیسی تھا۔ اور جو سفاح کی طرف سے صاحب لفظہ (کو تو ال) کی خدمت سر انجام دے رہا تھا۔ یہ عہدہ اُس زمانہ میں بہت معزز و ممتاز تھا اور کبھی والیان ملک کے درجہ سے کم نہ خیال کیا جاتا تھا۔

موسیٰ بن کعب تھیسی کا محمد سفور پر

موسیٰ بن کعب خلافت کا حکم پاتے ہی میں ہزار فوج لے کے روانہ ہوا۔ یہ فسر یعقوبی - علامہ ابن اثیر بارہ ہزار فوج لکھتے ہیں۔ مگر یعقوبی باعتبار قدراست اور اہلی سندھ ہونے کے زیادہ مستند ہے۔

موسیٰ کی  
حکمت علی

ایسا تجربہ کا تھا کہ سیدھا بڑھتا ہوا منصورہ کی دیواروں تک نہیں چلا گیا بلکہ شہر قنذیل  
میں بیونخ کے خیمہ زن ہو گیا۔ موسیٰ منصورہ کے حالات اور اُس کے کارناموں سے خوب  
واہت تھا۔ اُس نے پہلے ہی سے اندازہ کر لیا کہ منصورہ کے ایسے شخص سے یوں پیش پنا  
دشوار ہے۔ اور اسی خیال سے خفیہ سازش سے کام نہ لانا چاہا۔ قنذیل میں ٹھہر گئے  
اُس نے اور نیز اُس کے تمام ہمراہیوں نے اپنے ہم قوم وہم قبیلہ ساکنان منصورہ سے خفیہ  
خط کتابت جاری کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی روز میں کل قبائل کے قہورے بہت آدمیوں  
کو توڑ کے اپنا بنالیا۔ الغرض اس طرح سازش میں کامیاب ہو کے اور منصورہ کی فوج کے  
اکثر لوگوں سے خفیہ طور پر عہد و پیمان کر کے جب اُس نے پورا اطمینان حاصل کر لیا تو لشکر کو  
اُس کے بڑھایا۔

منصورہ  
کا راز

منصورہ نے بڑی غلطی کی کہ موسیٰ جب قنذیل میں پڑا ہوا اندرونی ریشہ دوایا  
کر رہا تھا اُس سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا اور اُس وقت مقابلہ کو نہ نکلا جب سُن لیا کہ موسیٰ  
اب منصورہ کی دیواروں کے نیچے پہنچنا چاہتا ہے۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ اُس مقام  
پر ہوا جہاں دریا سے سندھ دونوں کے درمیان میں بہ رہا تھا۔ اور دونوں فوجیں  
دونوں کناروں سے اپنے اپنے حریفوں کو خوف ورجا کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں  
آخر موسیٰ نے اپنی فوج کو پار اُتارا۔ اور دونوں طرف سے حملہ ہو گیا۔ بڑی سخت اور  
فیصلہ کرنے والی لڑائی ہوئی۔ اس لیے کہ منصورہ پہلے کی طرح اب بھی بڑی بہادری  
دجائنازی سے لڑا۔ لیکن ٹھوڑی ہی دیر کے بعد فوج نے اور غالباً موسیٰ کی سازشوں  
کی بنا پر کچھ شکست کھائی۔ اور منصورہ نے جب یہ حالت دیکھی تو اُس سے بھی  
مواجہدہ کرنے کے اور کوئی تدبیر نہ بن سکی

منصورہ  
کا انجام

ابن جہور لڑائی کے رنگ سے اپنی فوج کے ابراہہ کو سمجھ گیا تھا۔ منصورہ اُن  
کا ایسے ذہنی اعتبار نہ رہا بلکہ ڈرا کہ اُن کا ساتھ دینے میں جان کا اندیشہ ہے۔ اسی خیال سے  
اُس نے منصورہ میں محض اور بنیاد گزین ہونے کا بھی ارادہ نہ کیا۔ بلکہ اُسے اپنے ہمراہیوں  
سے اس درجہ خوف ہو گیا تھا کہ ایک کو بھی ہمراہ نہ لیا اور تنہا ہندوستان کی طرف  
بھاگا۔ نابلدی اور حسیت نے یہ ستم کیا کہ بڑھاپے سے راجپوتانہ کے ریگستان میں جا  
سکے یعقوبی و بلاذری۔

پڑا۔ جہان باد یہ گردی میں تھک تھک کے اور سر اُجے جانتا ان مذاق میں پھنس پھنس کے  
بھوکا پیاسا بوند زمین ہوا۔

منصور کی شکست کی خبر جب اُس شخص کو پہنچی جسے وہ منصورہ میں اپنا جانشین  
بنا کے چھوڑ آیا تھا تو اُس نے اپنے آقا کا حق نعمت ادا کرنے میں پوری مستعدی سے کام  
لیا۔ اس کی تو اسے اب اُمید ہی نہ تھی کہ منصورہ کی عدم موجودگی میں شہر و دروڑ بھی  
موسلی بن گئے سانسے اپنے بھائیک بند رکھ سکے گا اور اسی وجہ سے جسے سنا کہ موسیٰ  
اب منصورہ میں داخل ہوا چاہتا ہے تو فوراً منصورہ کے گھر میں گیا اُس کے اور اپنے  
تمام متعلقین اور اہل و عیال کو لے کے جہاز دن پر سوار کرایا اور سیدھا سرزمین  
بکراتین جا کے لنگر انداز ہوا۔ اس طریقہ سے اپنی اور منصورہ کے بال بچوں کی جان  
بچا کے وہ بکراتین میں زندگی بسر کرنے لگا۔

منصور کو شکست کے مسئلہ بھری میں موسیٰ نے اختیارات حکومت کی باگینے  
ہاتھ میں لی۔ اور تمام مملکت سندھ پر قابض ہو گیا۔ اُس نے شہر منصورہ کی مرمت کرائی۔ دیگر گزشتہ  
والیوں کی طرح اسی شہر کو اپنا مستقر رکھا۔ رہاں کی مسجد میں کچھ اضافہ کیا۔ اُس کی رونق کو  
دی۔ دشمنوں پر متعدد حملے کیے۔ لوٹا مارا۔ اور اپنی حکومت کے زمانہ بھر کامران و پنجاب رہا۔  
بس کے بعد یاد وطن آئی اور بمصداق۔

یوسف کہ یہ مصر بادشاہی سے کرد سے گفت گد ابو دین کنعان خوشتر  
سندوستان کی حکومت چھوڑ کے عراق میں واپس جانے کا ارادہ کیا۔ جہان جا کے اُس نے اپنے  
آخر عمر کے چند روز اطمینان و فارغ البالی اور آزادی و سہل پروائی سے بسر کیے اور سیکھ  
رہ نور د عالم بالا ہوا۔

موسیٰ نے جب بار اوہ وطن ہندوستان کو چھوڑا تو سندھ کی عنان حکومت و فرمان  
اپنے بیٹے عیینہ بن موسیٰ کے ہاتھ میں دی جو اُس کے بعد باجارت خلیفہ منصورہ والی سندھ  
قرار پایا عیینہ ایک نابالغ بہ کار و جوان تھا۔ جوانی کے بے روک حوصلہ سے احتیاط کے دائرہ  
سے باہر نکال پلے گئے۔ اُس کے اس طرز عمل پر اہل یمن اور قبیلہ ربیعہ کے اُن لوگوں نے جو

عہ بلاذری و یعقوبی۔ مکی یعقوبی کہتا ہے کہ عیینہ موسیٰ کے ہاتھ میں گرفتار ہو کے مارا گیا۔ عہ ابن اثیر  
عہ بلاذری۔ للہ یعقوبی و ابن اثیر۔

اُس کا حال

موسیٰ کی  
سندھ

ابو جعفر منصورہ  
کی خلاف جنگ  
۵۵۸ھ

میں نے  
دلی سندھ

اُس کے ہمراہ تھے مخالفت کی۔ جب ان لوگوں کی مخالفت کا یہ حال غیبہ کو معلوم ہوا تو اس قدر  
برہم ہوا کہ حسب عادت غصہ کے جوش میں عاقبت اندیشی سے بالکل کام نہ لیا۔ نہ انجام کو پہنچا  
اور بلا تامل اُن تمام مخالفوں کو جنہوں نے نیک نیتی سے اپنے سردار پر شکستہ چینی کی تھی پکڑوا  
کے اپنے سامنے بلایا اور بلا استثناء سب کو قتل کر ڈالا۔

اس سے غام  
ناراضی

اس ظالمانہ کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابھی تک تو صرف چند نکتہ چین ہی تھے اب تمام  
لوگوں میں ناراضی پھیل گئی۔ آزاد منش عرب سپاہیوں میں سے ہر ایک کے چہرے سے برہمی کے  
آثار نمایاں ہونے لگے۔ اور ہر طرف سے شکایت کی آوازیں بلند ہوئیں جو کسی طرح دبانے  
نہ دیتی تھیں۔

اس پر طرہ یہ ہوا کہ موسیٰ بن کعب ہمدان آئے وقت اپنی پُرانی خدمت یعنی کوتوالی  
پرمسبب بن زبیر نامی ایک شخص کو مامور کر آیا تھا۔ اب موسیٰ کے مرنے کے بعد سید کے دل  
میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نو عینہ نہ ہو جائے اور اُس کی وجہ سے مجھے یہ عمدہ چھوڑنا  
پڑے اس لیے کہ اس کی بائیسے حقوق سے کبھی انکار نہ کیا جائے گا۔ اس خیال سے اُس نے ایک  
گناہم خط لکھ کے سندھ میں عینہ کے پاس بھیج دیا جس میں صرف یہ شعر لکھا ہوا تھا۔  
فَاذْكُكَ اَوْ ضُكَّ اِنْ تَاثِنَا تَنْمُ لِي مَتَةً لَيْسَ فِيهَا حُلْمٌ

جس سرزمین پر ہے خردار وہیں رہنا۔ اگر ہمارے پاس آنے کا ارادہ کیا تو تو ایسی نیند سوئے گا جس  
سے کوئی بیدار نہیں ہوتا۔

اس کی بنا پر

یہ شعر پڑھتے ہی عینہ کے دل میں آزادی کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ اُس نے فوراً احکام خلافت  
سے سرتابی کی اور خود سرائے طور پر حکومت کرنے لگا۔

مسلمانان سندھ جو اُس سے از حد ناراض ہو رہے تھے انھیں شکایت کا اور زیادہ  
موقع مل گیا۔ الغرض ہر طرف سے ناراضی اور برہمی کی صدائیں بلند ہوئیں جن سے دار الخلافہ  
تک گونج اٹھا۔ خلیفہ بغرض حج بیت اللہ الحرام مکہ معظمہ جا رہا تھا بصرے ہی تک پہنچا تھا  
کہ یہ آوازیں اُس کے کان میں پہنچیں۔ خلیفہ منظور بیدار مغرض شخص تھا اسی وقت عینہ کی  
سرتابی کا کافی علاج کر سنے پر آمادہ ہو گیا۔ فوراً اُس نے بصرے میں پڑاؤ ڈال دیا اور  
اس خیال میں اس درجنہ منہمک ہو گیا کہ ارادہ حج بھی ملتوی کر دیا۔ اور ابو جعفر عمر بن

عہ یعقوبی۔ عہ ابن اثیر۔

عمر بن حفص  
والی اندھ

حفص بن ابی صغرا کو ولایت سندھ کے لیے منتخب کر کے عینہ کے مقابلہ پر روانہ کر دیا۔  
عمر بن حفص اسی عہد کے بہادر و نرین تھا۔ اور اپنی شجاعت و بہادری کی وجہ سے تمام  
بلاد اسلام میں ہزار مرد کے لقب سے مشہور تھا۔ اور گو کہ عمر بن حفص اپنی بہادری کی وجہ سے  
اس مہم کے لیے کافی خیال کیا جاسکتا تھا مگر مصور نے بنظر احتیاط ایک اور نامور سادہ کو بھی  
اُس کے ہمراہ کر دیا جس کا نام عقبہ بن مسلم تھا۔ یہ دونوں آئندہ میں دار سندھ ہوئے۔

اُس کی  
حکمت

عینہ کو جب معلوم ہوا کہ عمر بن حفص خلافت کی طرف سے مقابلہ کو آہو چکا تو شامستان  
سے اُسے سوا اِس کے کہ عمر کے مقابلہ پر آمادہ ہو جائے اور کوئی بات نہ بن پڑی۔ خود اُس  
اطاعت سے سر تابی کی اور عمر کو شہر منصورہ سے باہر روکنے کا سامان کرنے لگا۔ عمر کو  
سنجیدہ اور سچا شخص تھا اور ہر معاملہ کو نہایت خوبی و صلاحیت سے کیا کرتا تھا جسے عینہ  
کی اس مستعدی کی خبر پہنچی تو وہ بھی آگے بڑھنے سے ڈر گیا اور اپنی فوج کے ساتھ  
شہر دہل میں خیمہ انداز ہو گیا۔

عمر نے اس ٹھہرنے سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ اور مر تو اُس کے ہمراہی جو عینوں کی  
مساافت اور صد ہا منازل سے تاثر توڑ سادہ مارنے چلے آتے تھے ستا کے تازہ دم  
ہو گئے۔ اور اُدھر اہل منصورہ میں سے صغرا اور صاحب انزل لوگ اور بہادران جنہیں  
عینہ کے مظالم سے پاسے پاسے مٹی ہوئی تھی ٹوٹ ٹوٹ کے عمر سے ملنے لگے۔ عینہ نے رعایا  
اور فوج کی رضا مندی کی طرف سے جو لڑوائی کی تھی اُس کے برے نتائج اس وضع  
میں ظاہر ہونے لگے کہ جو لوگ اُس کے قوت بازو سے اور قریب قریب اُس کی فوج  
کے تمام جاننا سپاہی سمجھتے تھے اُس کو اُس کی قسم کے پسگردا کر دیا اور خود عمر بن حفص کی قوت  
میں حاضر ہو گئے۔ عمر بن حفص منور دہل ہی میں تھا اور اُس نے منصورہ کی طرف کوچ کرنے کا  
ارادہ بھی نہیں کیا تھا کہ عینہ کو اپنی دست دہائی آنکھوں سے نظر آنے لگی۔ آخر اُس سے یہی  
ہی کہ ناچار ہو کے عمر بن حفص سے بے جا ہنسی درخواست صلح کی۔ اور اُسی کے دامن میں  
چھپ کے پناہ لینے کا آرزو مند ہوا۔

عینہ کا  
انجام

عمر نے فوراً یہ درخواست منظور کر لی اُسے پناہ دی۔ شہر منصورہ پر بڑھ کے  
قبضہ کر لیا۔ اور عینہ کو چونکہ خلافت کا عہد تھا اپنے قاصدوں کی حراست میں مرد و فوج  
عہد ابن اثیر - ویقوی - محمد یعقوبی

کے ساتھ منصورہ کے دربار میں روانہ کیا۔ عیینہ کو منصور کے سامنے پہنچ کے جان رہوئے کی بہت کم امید تھی۔ فوجی گارڈ کے لوگوں کو جو اُسے اپنی حرارت میں طلاق کی طرف لیے جاتے تھے، انہیں ایک منزل پر بغافل باکے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور اس قدر دہشت زدہ تھا کہ کہیں دم بھی نہ لایا اور بھاگتا ہوا سیدھا سیستان میں پہنچا۔ لیکن سچ فرمایا ہے خدا سے عزوجل نے اپنا نکیلی ایندھن کم الموت موت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا۔ شہر رنج کے قریب پہنچا تھا کہ بانی عربوں کے ایک گروہ نے جو اُس کے پوشاکل مجرم ہونے سے آگاہ تھا گھیر کے پکڑ لیا۔ خلیفہ کے خوش کرنے کے لیے انھوں نے اُسکو فوراً مار ڈالا۔ اور مرے کے دار الخلافہ بغداد میں پہنچے۔ عیینہ کا سر منصور کے سامنے پیش کیا اور انعام کے خواستگار ہوئے۔

منصور کا  
نجل

مشہور ہے کہ خلیفہ منصور تمام خلفائے بنی عباس میں زیادہ پھیل اور جزیرے تھا۔ اُسکی جزیرے کا ایک قصہ عیینہ سے بھی تعلق رکھتا ہے جس کا اس سلسلہ میں بیان کر دینا بے موقع نہ ہوگا۔ اتفاقاً عطا سے خراسانی کا ایک غلام منصور کے سامنے پیش کیا گیا جس پر دس ہزار درہم کا دعویٰ تھا۔ منصور نے دعوے میں ڈگری دی اور پھر روپیہ وصول کر کے اپنے قبضہ میں کر لیے اور کہا یہ تو میرا مال ہے۔ عطا دیکھ کے رہ گیا مگر جب اتنی بڑی رقم کے خواہ مخواہ ضبط ہو جانے کا خیال آیا تو صبر نہ ہو سکا۔ اور گستاخانہ لہجہ میں منصور سے کہا ”کیوں؟ یہ آپ کا مال کیونکر ہو گیا؟ زبردستی؟“ منصور نے کہا سنو ”تم بے اپنے گھرانے کی ایک لڑکی عیینہ بن موسیٰ کو یاہودی تھی۔ وہ تمھارے مال کی وارث تھی۔ عیینہ کو میں نے والی سندھ مقرر کیا اُس نے سرتابی کیا اور میرا بہت سا روپیہ بھگ کر لیا۔ لہذا یہ مال جو اُس لڑکی کے ذریعہ سے اُسی کا ہے مجھے پہنچا ہے۔ یہ کہہ کے منصور نے وہ روپیہ بیت المال میں داخل کر دیا۔“

عمر بن  
حفص  
کا زمانہ

عیینہ کے بعد عمر بن حفص بالاستقلال حکمران سندھ ہو گیا۔ اُس کے عہد میں حکومت سندھ کو بہت ترقی ہوئی اور اکثر سرحدی راجاؤں سے لڑتے بھرتے گزری۔ تاہم اُس کی حکومت کے زمانہ میں معمولی حالت رہی اور کوئی نامور ہی کا کام اُس کے ہاتھوں نہیں اجرا پایا۔ نتیجے کے وہ ایک بڑا بہادر اور شجاع شخص تھا۔ جب تک عراق وغیرہ میں تھاگی شجاعت اور سپہ گری کی دھوم تھی۔ مگر مندی آب و ہوائ نے اُس پر کچھ ایسا اثر کیا کہ اُس کا زمانہ فتنہ دی اور کامیابی کا زمانہ نہیں خیال کیا جاتا۔ غالباً اس کا سبب یہ ہو کہ اپنی ولایت

عمر ایقوبی و ابن اثیر۔ سلسلہ ابن اثیر

رہے علویوں  
کا طرزِ انداز

عبداللہ اشتر  
سندھ میں

کے زمانہ میں وہ علویوں کی ہمدردی میں زیادہ تر منہمک رہا جو دولت عثمانیہ کے دشمن تھے اور جن کی دوستی کے بعد انہی شخص احکام خلافت کو کبھی اچھی طرح نہ بجا لاسکتا تھا۔

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ منصور کے عہد میں علویوں میں سے عبداللہ بن حسن کے دونوں بیٹوں محمد اور ابراہیم نے علم مخالفت بلند کیا تو محمد نے اپنی فوج کے بڑھانے اور اپنا اثر بلاد وودراز تک پہنچانے کے لیے اپنے بیٹے عبداللہ کو جو اشتر کے نام سے مشہور تھے چند جان نثاروں کے ساتھ بصرہ روانہ کیا تاکہ وہاں سے دریا کا سفر کر کے والی سندھ عمر بن حفص کے پاس جائیں اور وہاں لوگوں کو اطاعت بنی فاطمہ کی طرف مدعو کریں۔ اس لیے کہ عمر بن حفص کا شمار بنی عباس کے اُن سرداران فوج میں تھا جو ان حضرات ہاتھ پر معیت کر چکے تھے عبداللہ اشتر نے بصرے میں عربی نسل کے چند اچھے اچھے گھوڑے خرید لیے تاکہ یہ عمر بن حفص کی خدمت میں پیش کر کے دے جائیں وہ اُن گھوڑوں کو لے کے حجاز پر سوار ہوئے اور ارض سندھ کی راہ لی۔

سندھ میں عمر بن حفص نے ابھی چند ہی روز نہ ہوئے عینہ کو اخذ کر کے عمان کو مت ایضاً تھے میں لی تھی۔ عبداللہ اشتر حفص اُسی کے بھروسہ پر مشرق کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اس لیے کہ یہ شخص شیعیان علی اور حبان اہل بیت میں تھا۔ عبداللہ کو یقین تھا کہ اُس کی مدد سے سندھ میں ضرور کامیابی ہوگی۔ اور تھے بھی اس طبیعت آدمی کی غیرت فاطمی انھیں یہ گوارا نہ کرنے دیتی تھی کہ پدر بزرگوار کے پاس بے نیل مرام واپس جائیں۔ الغرض عبداللہ اشتر نے سفر دریا کو ہزاران مصیبت طے کر کے منصورہ میں پہنچے۔

عبداللہ اشتر نے منصورہ میں اُتر کر عمر بن حفص پر پورا اعتماد تھا مگر یہ مناسب نہ سمجھا کہ اپنے ارادے کو یکایک ظاہر کر دیں۔ مشہور کر دیا کہ ہم بیان گھوڑے خریدنے آئے ہیں عمر بن حفص وہ شخص تھا کہ ان یاوگارانِ خاندان رسالت کی خدمت گزاری ثواب سمجھتا تھا اُس نے فوراً اپنی حدود ولایت کے اندر تمام تاجروں کو حکم دیدیا کہ عہدہ گھوڑے ہم پہنچانے کے اُن کی خدمت میں حاضر کریں۔ جب عمر بن حفص سے ایسا اظہارِ خلوص ہوا تو خود عبداللہ اشتر نے اب بھی اپنا راز ظاہر کرنے کا ارادہ نہ کیا مگر اُن کے ہمراہیوں میں سے بعض لوگوں نے عمر سے کہہ ہی دیا کہ گھوڑوں کے بابت آیتے جو کچھ اہتمام کر دیا اس کے تو ہم مشکور ہیں۔ مگر دراصل ہم آپ کے گھوڑے

عبداللہ اشتر کے تمام حالات ابن اثروان غددوں سے لے گئے ہیں۔



نہیں چاہئے بلکہ وہ چیز چاہئے جن جو دنیا و آخرت میں آپ کے لیے گنوٹروں اور تمام نیا ضیوں سے اچھی ہے۔ ہمیں ملک میں امان دیجیے۔ اور موقع دیجیے کہ خلافت کو فاطمہ کے گھرانے میں پہنچائیں۔

سندھ میں دعوت بنی فاطمہ

عمر نے یہ درخواست فوراً بسر و چشم قبول کر لی۔ عبداللہ اشتر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور ان کو اپنے محل میں خفیہ جھپا کے اہل سندھ پر ان کا اثر ڈالنے لگا۔ اور جب اُس نے دیکھ لیا کہ اب اکثر لوگ ہم خیال و ہم زبان ہو گئے ہیں تو پیشتر سے حسین کر کے ایک جمعرات کو تمام لوگوں کو جمع کر کے عبداللہ اشتر کو سب کے سامنے پیش کر دیا۔ عبداللہ نے ایک پر جوش خطبہ پڑھا جس کے بعد سبھوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ گو یہ کارروائی ایک حد تک علانیہ ہوئی مگر اس میں بھی اس قدر احتیاط کی گئی تھی کہ دار الخلافہ تک اس کی خبر نہیں پہنچنے پائی۔ اب اس کے بعد سے عبداللہ اشتر نے اور ان کے ساتھ عمر بن حفص نے عام طور پر لوگوں کو بتائیں کہ مخالفت پر برا نکلتے کرنا شروع کر دیا۔

سہان یہ کوششیں ہو رہی تھیں کہ اتفاقاً اسی زمانہ میں ایک جہاز بغداد سے آوا تھا ساحل منصورہ پر لنگر انداز ہوا۔ اس جہاز والوں کے ذریعہ سے عمر بن حفص کی بی بی نے جو وطن ہی میں تھی یہ پیام کھلا بھیجا تھا کہ خلافت کی فونیوں نے محمد و ابراہیم کا کام تمام کر دیا تو میں سر کہ جنگ میں مارے گئے۔ اس خبر سے عبداللہ اشتر پر بڑا خوفناک اثر پڑا اور کسی قدر سکھ جئے تھے کہ جب عمر بن حفص برسم تعزیت اُن کے سامنے گیا تو نہایت ہی حسرت و یالوسی کے لہجے میں عبداللہ نے کہا "اب میری جان بچنا دشوار ہے"

عبداللہ اشتر ایک ہندو راجہ کی پناہ میں

ایکین شک بین کہ عمر بن حفص اس خاندان کا بڑا دوست اور دلی خیر خواہ تھا۔ اُس نے کہا اب پریشان نہ ہو جیسے میں اس کا بھی بندوبست کر لوں گا۔ یہاں ایک ہندو راجہ ہے جس کی قوت بھی زیادہ ہے اور جو کسی بات میں احکام خلافت کی تعمیل پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ قطع نظر اور سب باتوں کے وہ آج تک اپنے قول کا پابند بھی ثابت ہوا۔ اور ہر اتقان میں بات کا دھکا پایا گیا۔ لہذا اُس سے کبھی بڑھیدی کا بھی اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ محمد سے اُس سے تعلقات بہت ہیں۔ میں اُس سے عہد و پیمان کر کے آپ کو اُس کے پاس بھیج دوں گا۔ آپ اُس کے ملک میں جا کر رہیے۔ اور خلافت کی طرف جو کچھ باز پرس ہوگی اُس کو میں سمجھ لوں گا۔ عبداللہ نے آمادگی ظاہر کی اور عمر بن حفص نے اُس ہندو راجہ سے قول و فہم کر کے اُنہیں اُس کے پاس

روانہ کر دیا۔ جس نے اُن کی بڑی خاطر و مدارات کی۔ اور بہت تعظیم و تکریم سے رکھا۔ اور آزادی دی کہ آپ اور آپ کے ہمراہی اور نیز وہ لوگ جو آپ کی خدمت میں آئندہ آئیں سب کو اختیار رہے کہ میری قلم و مین جہاں چاہیں اطمینان و فادہ رخ الہانی سے رہیں۔ عبداللہ شہزاد اُس کے ملک میں خوب سے فکری سے رہنے لگے۔ اور زید یہ فرقہ کے لوگ جو اُن کے مطیع و متقاد تھے رفتہ رفتہ اُن کے پاس جا کے آباد ہونے لگے۔ یہاں تک کہ چار سو پانچ سو عائد زید یہ اُن کے گرد و پیش جمع ہو گئے۔ عبداللہ اشتر کو یہاں نہ کسی سے لڑنا بھڑنا پڑا تھا۔ اور نہ وہ سرزمین عراق و عرب کے ایسے افکار رستائے تھے۔ شاہانہ ٹھاٹھ سے رہتے تھے۔ شب و روز سرسبز و شاداب مرغزاروں کی سیر کرتے تھے۔ اور سیر و شکار میں زندگی بسر کرتے تھے۔ غرض کہ خوب لطف و راحت گزرتی تھی۔

عبداللہ اشتر جب اُس ہندو راجہ کے ملک میں پہنچے۔ تو اتفاقاً یہ خبر خلیفہ منصور کو پہنچ گئی۔ خاص ایک اپنے مقرر کردہ والی کے ہاتھ سے ایسے امر کا سر انجام پانا اُس کی تھوڑی سی کمی کا باعث نہ ہو سکتا تھا۔ مگر تاہم اُس نے تانت و تنجید کی سے کام لیا اور عمر بن حفص کے پاس ایک تحریر بھیجی جس میں نہایت ہی تحمل و بردباری کے الفاظ میں یہ مضمون درج کیا تھا کہ تمھاری نسبت سے خلافت امید و اوقات سننے جاتے ہیں۔ اور گو یہ مسلم ہے کہ ایسا واقعہ ضرور ہوا مگر جواب دو کہ ایسے جرم کی سزا سے تم اپنے آپ کو کیونکر بری کر سکتے ہو اور کیا وجہ ہے کہ تم سے باز پرس نہ کی جائے۔ یہ خط پاتے ہی عمر بن حفص بہت گھبرایا اور یہ یہ ہے کہ اپنی زندگی سے سیر ہو گیا۔ عمر بن حفص سے جب اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی تو اُس نے اپنے نام امیر و معتدین کو ایک صحبت میں جمع کیا۔ وہ حکمائہ خلافت کے سامنے پیش کیا اور پوچھا کہ بتاؤ اُنھیں کیا کرنا چاہیے اگر اقرار کیے لیتا ہوں تو معزول کیا جاؤں گا۔ اور جب اُس کے سامنے حاضر کیا جاؤں گا تو بلا تامل مار ڈالا جاؤں گا۔ اور اگر بالفرض انحراف کروں تو مجھ پر فوج کشی ہوگی۔ باقی رہا یہ کہ الٹا کر دونوں اُس کی تصدیق کیوں کی جائے لگی۔ جو واقعہ دراصل ہوا ہے اُس سے انکار کرنے کی جرأت تو مجھ سے نہیں ہو سکتی۔ یہ سن کے سب لوگ ساکت ہو گئے۔ سیہون نے غور کیا مگر اس کا علاج ہی کیا تھا جو کسی کے ذہن میں کوئی بات پیدا ہوتی۔

ایک شخص عمر بن حفص کے جان نثار دن میں تھا وہ اُس بھرے مجمع میں نہایت ہی جوش کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور کہا "اے امیر آپ کچھ پروا نہ لیجیے۔ سارا الزام میرے

منصور  
کی برہمی

عمر بن حفص  
کی پریشانی

ایک وفادار  
دوست

سرکند کیجیے۔ مجھے پکڑ کے قید کر لیجیے۔ اور میرا نام امیر المومنین کی خدمت میں لکھ بھیجیے اور صاف صاف اطلاع کر دیجیے کہ ان سب باتوں کا جواب وہ یا مجرم یہ ہے۔ لہذا وہاں سے حکم لے گا کہ اسے فوراً بیان روانہ کر دو۔ اس وقت آپ بلاتال مجھے بغداد بھیج دیجیے گا۔ مجھے امید ہے کہ غالباً امیر المومنین اس خیال سے کہ آپ میرے مربی ہیں اور آپ کے ہاتھ میں سندھ کی حکومت اور ایک زبردست قوت ہے میرے خون سے درگزر کریں گے۔ عمر نے کہا۔ مگر میں ڈرتا ہوں کہ اس معاملہ میں وہ ہرگز درگزر نہ کریں گے اور تم مجرم قتل کیے جاؤ گے۔ یہ سن کے اس بہادر و فائش نے نہایت ہی لاپرواہی اور جرأت سے کہا۔ تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ میں آپ پر فدا ہو جاؤں گا۔ اور میری جان آپ کے کام آئے گی۔ عمر بن حفص کو کسی طرح گوارہ ہو سکتا تھا کہ ایک ایسے با وفا جان نثار کو بے خطا و بے قصور موت کے منہ میں دیدے۔ لیکن اس شخص نے اصرار کر کے عمر کو بیان تک پہنچا دیا کہ ایسا نام لکھو کہ دار الخلافت میں بھیج دیا۔ افسوس کہ آخر نتیجہ وہی ہوا جو عمر بن حفص کی زبان سے پہلے ہی کلچلتا متصور نے اسے طلب کیا اور جب اس کے ملنے حاضر کیا گیا تو ایسے قابل قدر شخص کو اس نے فوراً قتل کر ڈالا۔

تاہم منصور کے دل میں عمر بن حفص کی طرف سے ایک شک پیدا ہی ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے اس کے بعد عمر بن حفص کا ولایت سندھ پر رہنا نامناسب اور خلاف مصلحت معلوم ہوا۔ چنانچہ شاہ جہری میں اس نے عمر کو اس خدمت سے ہٹا کے افریقہ کی گورنری پر بھیج دیا۔ جو خدمت کہ بمقابلہ حکومت سندھ کے بہت زیادہ ہرزاتی تھی۔ اور جس نے ایک بہت بڑے ملک اور وسیع سرزمین کے کامل اختیارات عمر بن حفص کے ہاتھ میں دیدیے۔

ابن حفص ہی کے زمانہ سے بلاد سندھ میں شیعیت کا رواج ہوا۔ اس لیے کہ اولاً تو خود عمر خیالات شیعیت رکھتا تھا۔ اور عبداللہ اشتر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس نے اکثر مسلمان سندھ کو شیعہ بنا دیا۔ اور خصوصاً وہ زیدیہ لوگ جو عبداللہ اشتر کے ہمراہ رہا تھے ان کے دھرم سے تو ہندوستان میں شیعیت کا ایسا عمدہ نمونہ پڑا جو آئندہ چل کے بہت بڑا بار آور اور ہمیشہ چھوٹے بچھلنے والا دھرت ہو گیا۔ آخر عمید میں سندھ کا بہت بڑا حصہ جو خاص شیعوں کے ہاتھ میں تھا اس کی ابتدا اسی وقت سے ہوئی تھی۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ آنے والی ملتان کی شیعہ ریاست جس کا حال آگے آنے کا اس کی بنا کا پہلا پتھر خاص عمر بن حفص کے ہاتھ سے رکھا گیا۔

اس عمید میں شعیان علی اور محمد بن اہل بیگ کے مقابلہ میں اور علی حریف خانیوں نے بھی

عمر بن حفص کا  
بتاؤ کہ سندھ  
افریقہ میں

شیعیت  
میں

نواب سندھ  
مین

سندھ پر اپنا اثر ڈالنا چاہا مگر عمر بن حفص والی سندھ جب خود شیعوں کا طرفدار تھا تو ان لوگوں کی کسی کوشش کے بغیر ہونے کی گونگرائسید کی جاسکتی تھی۔ اہل عمان جو اکثر خوارج تھے ابتداً دولت عباسیہ میں اکثر سندھ میں آتے تھے اور لوگوں کو دولت عباسیہ کی مخالفت پر ابھارا کرتے تھے۔ چنانچہ مسئلہ اجہری میں حسان بن محالد ہدانی نے جو خارجی المذہب تھا خلافت کے مقابلے میں خروج کیا تو رقبہ میں جا کے ہمارے سوار ہوا۔ اور سندھ کی راہ لی۔ یہاں یہود کے تمام اطراف و جوانب میں پھر کے اُسنے بڑی کوشش کی کہ لوگوں کو اپنا ہم خیال و ہم مذاق بنائے ایک فوج فراہم کر لے اور خلافت کی مخالفت میں علم بغاوت بلند کرے۔ لیکن عمر بن حفص نے عبداللہ اشتر کا ایسا اثر ڈال رکھا تھا اور خود رعایا کے دلوں پر اس وجہ متصرف تھا کہ حسان کی ایک بیٹی۔ اُسکی طرف ایک متغص نے بھی توجہ نہ کی اور آخر ناکامی کے ساتھ وہ موصول میں واپس گیا۔

ہشام بن  
عمر تغلبی

منصور نے جب عمر بن حفص کے افریقہ بھیجنے کا ارادہ کیا ہے تو دل میں متردد تھا کہ اُس کی جگہ سندھ کی حکومت کو کس کے ہاتھ میں دے۔ اسی متردد میں وہ گھوڑے پر سوار ہو کے شہر کی سیر کرتا ہوا چلا۔ راستہ میں اتفاقاً اُس کی نظر ہشام بن عمر تغلبی پر پڑی جو ایک معمولی شخص تھا اور کسی راہگیر کی طرح چلتے چلتے خلیفہ کی آمد شن کے ایک طرف گھبراہو گیا تھا منصور کی نظر جب اُس پر پڑی تو اُسے سر سے پاؤں تک غیب غور کر کے دیکھا اور آگے چلا گیا۔ ہشام دراصل ایک نہایت ہی دنیا پرست اور جالاک آدمی تھا۔ اُس نے دل میں ایک منصوبہ ٹھہرایا اور تھوڑی دیر کے بعد منصور کے دروازے پر پہنچ کے اپنی اطلاع کرائی اور باریابی کی درخواست کی۔ منصور نے اس سے پہلے کبھی اُس کا نام بھی نہیں سنا تھا ذرا مائل کیا اور ایک غیر معمولی اور نئی بات خیال کر کے بلایا۔ ہشام بارگاہ خلافت میں داخل ہو کے آداب شاہی بجالایا۔ اور جب منصور نے اُسے کا سبب پوچھا تو کہنے لگا: "اُسوقت

۱۔ وہ اپنی بہن  
کو غلیفہ کے  
ساتھ پیش  
کرتا ہے۔

عمر بن ابی

۱۔ اہل بیت نے ہشام کا تہرہ مسئلہ میں لکھ دیا ہے مگر غلط ہے۔ اسلئے عمر بن ابی تیسرا و معتبر تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن حفص جب شہر میں قہر وان گیا تو اُس کی جگہ ہشام کا تہرہ اسی سال ہوا۔ غالباً یہ غلطی ملاذری کی وجہ سے ہوئی۔ اسلئے کہ اس جگہ عمر بن حفص ہندوستان میں روانہ کیا گیا مگر یعقوبی اور اکثر معتبر مؤرخین اس بیان میں اُسکے مخالف ہیں۔

مرکب خلافت سے جدا ہونے کے بعد میں گفر میں گیا تو میری دوستی اس کے ساتھ ہو گئی۔ اسکی عقل و دینداری اور اس کے حسن و جمال اور اس کے تمام اوصاف کو جو میں نے خیال کیا تو وہ مجھے سوا امیر المومنین کے اور کسی کے قابل نہ نظر آئی۔ پس اسی خیال سے حاضر ہوا ہوں کہ اسے امیر المومنین اپنے عقد نکاح میں لے لیں۔ اور غالباً حضور اسے ملاحظہ فرما کے بہت مسرور ہوں گے۔

یہ ایک ایسی دلیلیں گدگدی پیدا کرنے والی تقریر تھی کہ منصور نے سرجھکا لیا اور سوچنے لگا کہ ایسی اثر کی سے کیوں نہ نکاح کرے۔ پھر کچھ خیال کر کے سر اٹھایا اور شام سے کہا جا جاؤ۔ اس کا جواب میں پھر کہلا بھیجوں گا۔ اور جب ہشام نظر سے غائب ہوا تو منصور نے اپنے عرض کی بے کی طرف متوجہ ہو کے کہا: ”جریر بن شاعر کہتا ہے  
 لَا تَطْلُبُنَّ وَحْشًا لَّهٖ تَغْلِبُ . . . فَالْتَمِئْ بِمَنْ لَمْ يَمْنَحْهُمُ الْخَوَالَا  
 (قبیلہ تغلب والوں کو خولہ کا پیام نہ دو اسیلے کہ سدھیانا یا ماننا بنانے کے لیے زنگی بھی ان سے بہتر ہیں)

اگر میں نے یہ شعر نہ سنا ہوتا تو ضرور اسکی بہن سے شادی کر لیتا۔ مگر خیر تم اس کے پاس کہلا بھیجو کہ فی الحال مجھے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم تمھاری اس مہربانی کا شکریہ ادا ہوں خدا تعالیٰ جزا سے خیر دے۔ مگر اس مہربانی کا معاوضہ مجھ سے فی الحال سوا اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ تم کو والی سندھ مقرر کرنا ہوں۔ پس اب فوراً وہاں کا ارادہ کرو۔ پھر چلتے وقت جب ہشام تغلبی رخصت ہونے کے لیے بارگاہ خلافت میں گیا تو منصور نے تاکید کر دی کہ تمھارا پہلا فرض یہ ہے کہ وہاں کے بڑے راجہ سے خط و کتابت کر کے جس طرح بنے عبداللہ شتر کو اپنے قبضہ میں لے کے میرے پاس روانہ کر دینا۔ اور اگر راجہ انکار کرے تو ابھی سے تمھیں اجازت ہے کہ بلا تاویل اس پر فوج کشی کر دینا۔ اور اس کے ملک کو تباہ کر کے عبداللہ کو مامخوذ کرنا۔ غرض ہشام نے اس حکم کی تعمیل کا وعدہ کر کے ارض سندھ کی راہ لی۔  
 منصور نے اُدھر تو ہشام کو سکھا پڑھا کے روانہ کیا اور اُدھر عمر بن حفص کو لکھا کہ تم

عہ ابن اثیر

عہ بعض مورخوں نے ہشام کا تقرر عمر بن حفص سے پہلے بتایا ہے لیکن تمام واقعات کے ترتیب سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ عمر بن حفص کے بعد ہشام والی سندھ مقرر کیا گیا۔

وہ بھی ہی  
فاطمہ کا  
طرفدار ہے

ابنا عمدہ ہشام کے اہل تہ میں دسے کے قیروان میں جاؤ اور افریقہ کی حکومتیں ہاتھ میں لو۔  
ہشام جب داخل سندھ ہوا تو دل میں غور کیا کہ منصور کے احکام کی تعمیل کو نکر کرے۔ یہ  
شخص جو اب سرزمین ہند میں آکے یہاں کا حکمران ہوا ہے یہ بھی عمر بن حفص کا ہم مذہب اور  
خاندان نبوت کا طرفدار تھا۔ اُسے یہی طرح گوارا نہ ہوا کہ جناب سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء  
کی ایک محبتی جاگتی یادگار کو موت کے سپرد کر دے۔ مگر دنیا طلبی حکومت سندھ سے بھی دست  
بردار نہ ہونے دیتی تھی۔ آخر سب سے سمجھ کے اُس نے یہ کارروائی کی کہ سندھ کے تمام بازاروں اور فوجی  
حلقوں میں مشہور کر دیا کہ راجہ سے خط و کتابت ہو رہی ہے۔ اور منصور کو بھی اس کے موافق  
اطلاع کر دی۔ اور لکھا کہ میں نے راجہ کو لکھا ہے حضور کے حکم کی تعمیل ہوا ہی جاسکتی ہے  
مگر اصل میں کچھ بھی نہیں کیا۔ اور منصور کا یہ حال تھا کہ روز بروز تاکید کی حکم پر حکم چلے آتے تھے کہ  
عبداللہ اشتر کے معاملہ میں عجلت کرو۔ اسی حالت میں کچھ زمانہ ٹل گیا۔

اُس کا بھائی  
سفیج

ہشام نے تو دراصل بڑی رعایت کی اور شاید اُس کے اختیار بھر کبھی ممکن نہ تھا کہ  
عبداللہ اشتر کا ایک بال بھی بچا ہو۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ اُن کی قسمت ہی دگرگوں تھی  
اور زندگی پوری ہو چکی تھی۔ اتفاقاً سندھ کے ایک ضلع میں فساد پیدا ہوا۔ ہشام نے  
ایک تھوڑی فوج پر اپنے بھائی سفیج کو سردار مقرر کر کے اُدھر روانہ کیا۔ یہ فوج جہاں جانے  
والی تھی اُس کا راستہ اُس راجہ کی سرحد پر سے ہو کے گذرا تھا جس کے پاس عبداللہ اشتر  
اپنے رفقاء کے ساتھ پناہ گزین تھے۔ اور رات دن سیر و شکار میں مشغول رہا کرتے  
تھے۔ سفیج کے ہمراہیوں نے جاتے جاتے فاصلہ پر ایک گرد و خیمچہ۔ جو کسی لشکر کا دھوکا  
دیتی تھی۔ مسلمان ہو شمار ہو کے آگے بڑھے۔ دامن گرد چاک ہوا تو گیارہ سوار نظر آئے۔  
دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن اشتر ہیں جو لب دریا سے سندھ کے سبترہ زاروں  
اور مرغزاروں کی تفریح کو نکلے ہیں۔

عبداللہ  
اشتر  
سفیج کا  
سامنا

سفیج نے جو محبت اہل بیت نبوت میں اپنے بھائی ہشام کے بالکل مخالف تھا تمام  
لشکریوں کو حکم دیدیا کہ گھیر کے گرفتار کر لو۔ ہمراہیوں میں سے جو سنجیدہ اور دیندار لوگ  
تھے انہوں نے اس ارادے سے روکا اور کہا یہ رسول اللہ کی یادگار اور نسل  
فاطمہ سے ہیں ان کو نہ ستائے۔ دیکھیے باوجودیکہ خلافت سے حکم پر حکم چلے آتے ہیں  
مگر خود آپ کے بھائی ہشام نے آج تک اُن احکام کو خوبصورتی سے ٹالا۔ اور آپ کو بھی

یہی مناسب کہ اپنے بھائی کے نقش قدم پر چلیے۔ "ان باتوں پر سفیج نہایت ہی حیران یا ہمو کے  
 ہوا۔ "رسول اللہ کی یادگار زمین تو ہوا کرین میں تو ہرگز نہ چھوڑو گئی کہ جو کوئی اُن کے مافوق  
 کرنے میں ہستی کرے گا اُس کی بھی زندگی مبین ہے۔ رحم دل مشیر مجبور ہمو کے خاصوش  
 ہو رہے اور سفیج نے اُن کے گھر لینے اور حملہ کر دینے کا حکم دیدیا۔

عبداللہ اتر  
 کی شہادت

عبداللہ کی زندگی اگرچہ چند روز سے ایک امن و آمان کے سکوت اور غما ہانہ  
 عیش و عشرت میں بسر ہو رہی تھی مگر آخر اُن کی رگوں میں ہاشمی خون دوڑ رہا تھا۔ اور  
 غیرت و شجاعت فاطمی اُن کے خمیر میں تھی چپ دکھا کہ لوگ برسرِ رخاش تین اور جان  
 ہی لینے کے درپے ہیں تو اپنے جان نثار رفقا کو لاکارا۔ اور سفیج کے ہمراہیوں پر ایک  
 عضبناک پیشہ کی طرح چھپٹ پڑے اپنے بہادرانہ حملوں سے اُنھوں کو پسند ہر ایمان سفیج کو  
 مار کے گرا دیا۔ اور آخر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اور اُن کے دسوں ہمراہیوں نے  
 بھی سفر آخرت میں اُن کا بولہ ساتھ دیا۔

ہشام کا اُس  
 سے فائدہ  
 اٹھانا

جب سفیج نے اس واقعہ کی اطلاع ہشام کو کی تو نہایت ہی غمگین ہوا لیکن غلا  
 کا ایسا خوف لگا تھا کہ بھائی سے کسی قسم کا مواخذہ نہ کر سکا۔ اب ہشام نے دل خیر  
 کیا کہ یہ تو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ عبداللہ اشتر کے خون سے میں بری ہوں لیکن جب میثقت  
 ایزدی ہی تھی اور یہ ایک شدنی امر تھا تو پھر اس سے جو فائدہ اور شیر خواہی سلطنت حاصل  
 ہو سکتی ہے اُسکو کیون چھوڑ دوں۔ یہ خیال کر کے اُس نے منصور کو اطلاع کی کہ عبداللہ  
 اشتر کو آپ کے حکم کے مطابق بیچ کر فرار کرنا چاہا تھا مگر وہ اپنی بہادری کی وجہ سے زندہ نہ کرنا  
 ہو سکے اور لڑ بڑکے میدان کارزار میں مارے گئے۔

منصور یہ مزدہ کا مہابی سن کے بہت ہی خوش ہوا اور ہشام کو جواب میں اپنی بے  
 انتہا رضامندی کے ساتھ حکم دیا کہ اب اُس راجہ پر بھی حملہ کرو اور اُس کا کام تمام کر کے ملک  
 پر قبضہ کر لو۔ ہشام کو اب اس حکم کی تعمیل میں سستی کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اُس راجہ کا وہ  
 اُسی وقت تک خیر خواہ و دوست تھا جب تک وہ ایک گویہ درج رسالت کامی فطرت تھا۔  
 اُس نے بلاتامل حملہ کر دیا اور چند ہی لڑائیوں میں راجہ مارا گیا اور ملکی ساری مملکت تصرف  
 اسلام میں آگئی۔

عبداللہ اشتر جن دنوں سرزمین ہند میں پناہ گزین تھے اُن دنوں اُن کے حرم میں

عبداللہ شہزاد  
کی اولاد  
اور منصور  
کا بڑا گھوڑا

کئی لونڈیاں یقین جہین سے ایک کے بطن سے اولاد بھی تھی۔ ہشام نے جب راجہ کے تمام ملک پر قبضہ کیا تو وہ لونڈیاں اور وہ بچہ بھی اُس کے قبضہ میں آیا۔ اُس نے اُن سب کو عزت و حرمت کے ساتھ منصور کے پاس روانہ کر دیا۔ منصور نے انہیں اپنے عامل مدینہ کے پاس بھیج کے حکم دیا کہ ان کو متعلقین اہل بیت و بنی فاطمہ کے سپرد کر دو۔ اور خوب اچھی طرح یقین دلا دو کہ یہ لڑکا ہر طرح قابل قدر ہے اور اُس کے نسب میں کسی قسم کا شک نہیں۔ یہ لڑکا مدینہ کی گلیوں میں گھیل کے بڑا ہوا۔ اس کا نام محمد بن عبداللہ تھا اور ابن اشتر کے نام سے مشہور ہوا۔ غرض یہ لڑکا خاندان نبوت کا وہ نعل تھا جو ہندوستان کے پہاڑوں سے برآمد ہوا۔

ہشام کا زمانہ

ہشام عقائد میں عمر بن حفص کے موافق تھا۔ اور اسی وجہ سے شیعیت نے اس کے زمانہ میں اور ترقی بائی۔ لیکن اُس عہد کی شیعیت ایسی نہ تھی جیسی کہ اب ہے۔ اول تو جہان تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے اُن میں سب سے فرقہ کے لوگ جو شیخین کو بڑا بھلا کہنا ثابت سمجھتے ہیں بہت کم تھے۔ اور ثانیاً ابھی تک صرف ایک خیال اور رائے کا اختلاف تھا شیعوں اور سنیوں نے دو متمائز اور متباہن فرقوں کی صورت بنیں پیدا کی تھی۔ نہ مسابہ جدا جدا تھیں۔ نہ جماعت میں پھوٹ پڑی تھی۔ جدا جدا کتب فقہ مدون نہیں ہوتی تھیں۔ یہ کم بخت اختلاف تو اس وقت پیدا ہوا جب ایک طرف سنیوں نے اشاعرہ کے عقائد کو اپنے لیے منتخب کیا اور دوسری طرف شیعوں نے معتزلہ کے عقلی اور فلسفیانہ عقائد اپنے لیے تجویز کیے جس کے بعد فقہ حدیث اور تمام جزئی سے جزئی مسائل میں دونوں نے اپنے لیے جدا جدا کتابیں تصنیف کرنا شروع کر دیں۔

اس عہد کی شیعہ سنی

ہشام کے زمانے

ہشام بن عمرو ثقفی نے اگرچہ ہمارے ہندوستانی مذاق کے موافق ایک شرمناک اور ذلیل طریقہ سے حکومت سندھ حاصل کی مگر اس میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ وہ بڑا بہادر اور نہایت ہی مدبر حکم تھا۔ اُس نے جیسی اچھی حکومت کی اور جیسی فتحمدیان اور کامیابیاں اُس کو نصیب ہوئیں ویسی دولت عبا سہ کے زمانہ میں اور کسی کو نہیں نصیب ہوئیں۔ ہشام نے صرف وہی بے جس نے اپنی فتوحات کی لہر میں کشمیر تک پہنچائیں۔ اور اپنے اولاد کے پھر پرے ہمالیہ کی چوٹیوں پر اُڑا دیے۔ جب اُسے فتحمدی کا خیال آیا تو اُس نے اپنے ایک بہادر فسر عمرو بن حمل کو تھوڑی



فوج کے ساتھ چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر سوار کر کے نارنگی ٹرٹ روادہ کر دیا۔ عمرو بن جمل  
اور صبر جاکا تھا اور خود ہشام منصورہ میں تھا کہ کسی حوصلہ مند شیر نے اسے دی کہ آپ  
کی اولوالعزمی اور حوصلہ کے لیے منصورہ کا میدان بہت تنگ ہے آپ کو نو لٹان میں  
جل کے رہنا چاہیے جہاں ہر طرف جھاڑوں کے راشتہ کھلے ہوئے ہیں یہ جگہ ایک بہت  
واسے شخص پر بہت اثر کر سکتا تھا ہشام کے دل میں چمک گیا۔ فوراً اس نے اپنے بھائی بنظام  
کو اپنا جانشین بنا کے منصورہ میں چھوڑا اور خود فوج آراستہ کر کے شمال کی طرف روانہ  
ہوا۔ اور شمالی و مغربی ہند کے دور دراز مقامات پر حملہ آور ہوا۔

اس فتح مندی کی رفتار میں وہ برابر فتح و نصرت کے پھر رہے اُڑانا کثیر تک پہنچ گیا۔ فتح کشمیر  
اس نے کشمیر کو بھی فتح کر لیا۔ اور وہاں کی حسن خیز زمین سے بہت سی لونڈیاں اور بہت سے  
غلام اپنے قبضہ میں کیے۔ ملتان کے لوگ گذشتہ فتوحات کے بعد مغربی ہو گئے تھے کشمیر کی طرف  
بڑے وقت وہ ملتان پر حملہ آور ہوا۔ اور فوراً اسے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ کشمیر سے واپس آ کے  
فدائیل میں پہنچا۔ یہاں کچھ فتنہ پرداز عربیہ جن کے حضور دایاں سندھ کو اکثر ریشانی  
ہی گزرتی تھی۔ ہشام نے فدائیل میں دیکھی کہ ان کا بیکش مسندوں کو بھلا وطن کر دیا  
جب ان خشکی کے حملوں سے سچی سیر ہو چکا تو بحری کھون کا ارادہ کر دیا۔ پہلے تو عمرو

بن لادوی سے یہ حقوی حصہ کشمیر کو منہ سے میراؤ نہیں کہ اس نے سارا ملک فتح کر لیا بلکہ بعض  
لوگوں کے تصرف پر آئے مسٹر ایٹ فی اس تمام پرنٹ لٹ میں لکھا یا ہو کہ پنجاب کے شمالی اضلاع کشمیر  
میں تھے اور انھیں سے راوہٹ۔ اس راوہٹ کے بعد سکھ پانی مسافر ہو ہی لٹا ملک۔ کی شہادت پیش کرتے  
ہیں کہ وہیں لٹا ملک کے زمانہ میں اس راوہٹ کی سرحد اس پنجاب میں لگائی گئی تھی کشمیر کے قبضہ میں نہ تھا۔  
اس لیے کہ خود چاچ نے اپنے زمانہ میں کشمیر اور پنجاب کی سرحد اس مقام پر قائم کر دی تھی جہاں  
دربا کے چہلم نکلا سہتہ اور جہاں اس کے پانچ سونے ہیں جو حقواری دور بہ کے مل گئے ہیں۔  
پھر مجریں قاسم نے اپنے زمانہ میں جہاں کے اسی سرحد کو مضبوط کر دیا تھا۔ کیونکہ  
قیاس میں آ سکتا ہے کہ اس کے بعد اتنی جلد جہاں سے بل گیا کہ جہاں کے عہد میں کشمیر میں  
پنجاب کے اضلاع داخل ہو گئے۔ لہذا لادوی۔ راجہ توی۔ ایلیہ نے لکھا یا ہو کہ یہ  
ان قابل بنامامہ کی نسل سے تھے کہ یہاں تک بے اصل ہے اس لیے کہ ہشام ملتان میں قائم کاغذ ارتقا۔ اس کے  
بعد میں ان لوگوں کو کئی قسم کا غم و سوچ ہی نہ مل سکتا تھا۔

بحری حملہ

بن حبل کو روانہ کیا تھا۔ لیکن اب خود جہازوں پر سوار ہو کے دریا سے سندھ کے بہاؤ پر چلا۔ اور بحیرہ عرب میں سفر کر کے بلاد قندھار پہنچا اور ہوا قندھار پر تھکن ہو کے وہاں کا ایک بست خانہ بالکل منہدم کر دیا۔ اور اُس کی جگہ مسجد تعمیر کرائی۔ اور خوب اچھی طرح سے فتحیاب ہو کے مسرور و محفوظ منصورہ میں واپس آیا۔

ہشام کی کامیابی

ہشام کا زمانہ مسلمانان سندھ کے لیے بہت مبارک زمانہ تھا۔ تمام شہروں میں امن و آمان اور خوش حالی تھی۔ ان باتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ آخر میں لوگ اُس کے نام کو موجب برکت خیال کرنے لگے۔ یہاں تک کہ شعرا سے عرب بھی اُس سے فیض اٹھانے کے لیے سندھ میں آ جاتے تھے۔ چنانچہ مشہور شاعر عرب مطیع بن ایاس ارض سندھ میں آ کے اُس سے ملا تھا۔ پھر اس مقبولیت عامہ کے ساتھ اس کے رعب و داب کا یہ حال تھا کہ ہر جگہ اُس کی قوت کی دھماک بیٹھی ہوئی تھی۔ ہر دل میں اس کا رعب جاگزیں تھا۔

عہد یعقوبی حکمہ بلاذری۔ ہمدی کے خطوط میں ہمدی سلطان ارض کہ شرف باسلام ہوئے اُن میں اتنے ناموں کی فہرست یعقوبی نے درج کی ہے۔ فرمان روا سے کاہل جو شہنشاہ کلاتا تھا۔ فرمان روا سے طبرستان جو سپہبد کے لقب سے مشہور تھا۔ فرمان روا سے سجستان جو شہنشاہ کلاتا تھا۔ فرمان روا سے طخارستان جس کا لقب شردین تھا۔ فرمان روا سے پایمان جو شیر کے نام سے مشہور تھا۔ فرمان روا سے فرغانہ جو ہر زمان کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ فرمان روا سے اسروشنہ جو افشین کے لقب سے ملقب تھا۔ فرمان روا سے خرغیم جو غیمہ کلاتا تھا۔ فرمان روا سے سیستان جو تہیل کلاتا تھا۔ فرمان روا سے ترک جو طرخان کے لقب سے مشہور تھا۔ فرمان روا سے بہت جو جہوں کے لقب سے نامزد تھا۔ فرمان روا سے سندھ جو راءے کلاتا تھا۔ فرمان روا سے چین جو فوفور کلاتا تھا۔ فرمان روا سے ہند جو ہراج کے لقب سے مشہور تھا۔ فرمان روا سے قنوج جو قنوجان کلاتا تھا۔ اس فہرست کو دیکھ کے یہ اندازہ کرایا جاسکتا ہے کہ ان میں اکثر وہ فرمان روا تھے جو مطیع باسلام ہو چکے تھے۔ ان پر جزیہ مقرر کر دیا گیا تھا۔ اور ان کے شاہی حقوق باقی رکھے گئے تھے۔ کاہل سیستان طبرستان۔ سندھ و خیرہ کے سلاطین سے یہی لوگ مراد ہیں۔ چونکہ ایک نام فغور چین کا ہے جو کسی حد تک نیم میں ڈالنا ہے لیکن ممکن ہے کہ حدود چین کا کوئی چھوٹا بادشاہ بھی اس لقب سے مشہور ہو۔ اور سلطان ہمدی کے اُس سے بھی انکار کی گئی ہو۔ چنانچہ فغور چین کا نام زیادہ سازش یا لابی کی ایمان بول کر دیا جو چین کے یعقوبی کے لیے بہت ہی دشمن تھا۔

اور اطراف و جوانب کے لوگ اُس کے خیال سے تھمرا اٹھتے تھے۔ ان تمام خوبیوں کا جو بھی  
نتیجہ یہ تھا کہ اُس کے کل انتظام خوب استقلال و شایستگی سے چل رہے تھے۔ اور آخر  
عہد تک بلا تردد و خرخشہ چلتے رہے۔

ہشام کی یہ کارگزاریاں دیکھ کے منصور اس قدر خوش ہوا کہ آخر اُسے حکومت  
کرمان بھی اُسی کے ہاتھ میں دیدی۔ شہہ ہجری میں وہ مالک ہند و سندھ اور سرزمین  
کرمان کے سیاہ و سپید کا مختار کل تھا۔ اور چونکہ ان سب ممالک کی حدیں ملی ہوئی ہیں  
لہذا اُس نے سب کا انتظام اس خوبی و شایستگی سے کیا کہ منصور کو اپنے انتخاب کی  
عملگی پر خود ہی حیرت کرنا پڑتی ہوگی۔

جب ان سب کاموں سے فراغت ہو چکی تو وطن کی محبت نے اُسے اپنی طرف  
کھینچا۔ اُس نے خلیفہ منصور کی خدمت میں شیکش کرنے کے لیے یہاں ایسے عمدہ عمدہ  
تحفہ دہایا فراہم کیے کہ اُس سے پیشتر کبھی کسی عسکر ہندوستان سے نہیں گئے تھے  
اور ان سب کو اپنے ہمراہ لے کے ارض عراق کی طرف روانہ ہوا۔ بغداد میں  
یہ بخ کے اُسے نہایت سرخروئی سے خلیفہ منصور کے سامنے سر جھکا یا۔ منصور  
نے انعام و اکرام کے ذریعہ سے اُسے اسکی کامیابی پر مبارکباد دی۔ اسی وقت  
سے ہشام بغداد ہی میں رہا۔ مگر نفوس کہ وطن کی دلچسپیوں سے جی بھر کے  
لطف نہ اٹھانے پایا تھا کہ پیام موت آگیا۔ اور آخر شہہ میں درو و بغداد کے  
چند ہی روز بعد اُس نے داعی اجل کو لبیک کہی۔ اور آغوشِ حُمد کے سیر و کیا  
ہشام کے بعد منصور نے حکومت سندھ پر عبد بن خلیل بنی کو بھیجا۔ جس  
کو اہست کہا جاتا ہے۔ کہ اُسے نہایت نیک نامی سے حکومت کی۔ یہاں تک کہ  
شہہ میں زمانہ نے پہلو بدلا۔ خلیفہ منصور جا کے زیر خاک میقم ہوا۔ اور خلیفہ  
مہدی کے گلے میں خلافت کا ہار ڈالا گیا ہے۔

خلیفہ مہدی نے تختِ خلافت پر بیٹھے ہی عمر بن عبد العزیز کی طرح تمام شاہان  
ارض کے نام خطوط لکھے جن کے ذریعہ سے انھیں دین اسلام کی طرف مدعو

عہ بنادری - عہ ابن ایثر - عہ یعقوبی - عہ ابن ایثر و یعقوبی -  
عہ یعقوبی - عہ ابن ایثر - عہ بلاذری -

کرمان بھی  
والی سندھ  
کے زیر  
حکم

ہشام حاضر  
دار الخلافہ

مہدی کی طرف  
سندھ

مہدی کی طرف  
سندھ

کیا تھا۔ بہت بادشاہوں نے اُسکے غر با لون کے آگے غوراً سر جھکا دیا۔ چنانچہ  
جن سلاطین نے ہمدی کی صلاح مان لی ان کے ایک تو اضلاع سندھ کا راجہ  
تھا جو "راے" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا اور ہندوستان میں ایک اور بڑا راجہ تھا  
جس کا نام معراج تھا یا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اس قدیم پور ہمدی کی ولایت  
کا وارث تھا جس نے سکندر رومی کے سامنے عصف آرائی کی تھی۔ معبد بن خلیل  
کے زمانہ میں جاٹ لوگوں نے شورش و فساد کا بازار گرم کر دیا تھا۔

روح بن حاتم  
دلی سندھ

ہمدی کی خلافت کے دو برس سے ہی سال یعنی مسلمانوں والی سندھ معبد بن  
خلیل نے جام فنا پیرا تو ہمدی نے اُسکی جگہ اپنے وزیر ابو عبد اللہ کے اشارے  
سے روح بن حاتم کو والی سندھ مقرر کیا۔ روح پہنچا اور اچھی طرح انتظامات  
ملکی اپنے ہاتھ میں نہیں نہ لینے پایا تھا کہ جاٹوں نے جو مغربی بلاد سندھ و ہند میں  
کرت سے آباد تھے ہر طرف سے سیراٹھایا۔ ان میں کچھ ایسا جوش و خروش پیدا ہو گیا  
کہ روح سے کچھ کر سنے دھرتی میں بن بڑی۔ آخر ہمدی نے سال نہ تمام ہو  
پایا تھا کہ روح کو معزول کیا اور حکومت سندھ بسطام بن عمر کے ہاتھ میں دی۔

بسطام  
والی سندھ

یہ بسطام بن عمر و ہشام بن عمر و کا بھائی ہے جو منصور کے زمانہ میں بڑی دہم  
و دھام اور شان و شوکت سے سندھ پر حکومت کر چکا تھا۔ اُسکے زمانہ میں ایک بہت  
بگ منصورہ کی حکومت بنائی گئی تھی۔ اور ہشام کے بعد او  
و اس جاسنے کے بعد بھی چند روز ہی حکمران رہ چکا تھا جسکی وجہ سے اسکی جانشینی  
تھی کہ اپنے گزشتہ تجربات کی مدد سے یہ سب اچھی حکومت کر سکے گا مگر ہمدی کی  
تغیر سے معبد بن خلیل کی اور سندھ کے ابتدائی زمانہ میں اُسے معزول کر کے  
عثمان حکومت پھر روح کے ہاتھ میں دی جو ابھی بسطام سے پہلے چند ہی روز  
میں نانا لاقی ثابت ہو کے اس عہدے پر سے ہٹا دیا گیا تھا۔

روح و ہشام  
حاکم سندھ

دو برس سے سال روح کی تخت پر سنا پھر وہی رنگ ناکامی دکھایا اور اُس  
عہد یعقوبی۔ عہد ابن اثیر مگر یعقوبی لکھا۔ یہ کہ معبد بن خلیل مرہٹوں بلکہ ہمدی نے اسے معزول  
کر کے روح بن حاتم کو مقرر کیا۔ عہد یعقوبی۔ للعہ یعقوبی۔ عہد ابن  
ابن خلدون۔ عہد ابن اثیر۔

بن اُس کی جگہ نصر بن محمد بن اشعث خراسانی مقرر کیا گیا۔ نصر ابھی والی مقرر ہو کے گیا ہی تھا کہ اسی سال ہمدی نے معاملات سندھ کا مسئلہ محمد بن سلیمان بن علی ہاشمی ہمارے ہاتھ میں دے دیا جنھوں نے نصر کو فوراً معزول کیا اور عبدالملک بن شہاب سمعی کو مامور کر کے روانہ کیا جو ابھی سال پوسٹہ خود ہمدی کے حکم سے ہندوستان میں جہاد کر کے اور طوفان میں مبتلا ہو کے واپس آیا تھا۔ اور جیسے اپنی گزشتہ گفتگوں کے بعد ہنوز کبھی طرح سنبھالے اور دم لینے کا بھی موقع نہ ملا تھا۔

اسکا بہن  
بحری جہاد

ابن شہاب کی مصائب کا قصہ یہ ہے کہ شہادہ میں ہمدی نے اُسے ایک ایسی فوج پر سرور اور مقرر کیا۔ مامور بہادر بن ریح بن صبیح کو اُس کا قوت بازو بنا کے مقرر کیا اور سکھ دیا کہ والی سندھ سے علیحدہ خاص طور پر جا کے سواحل ہند پر جہاد کر۔ ابن شہاب اور اُس کے ہمراہی جہازوں پر سوار ہو کر سواحل ہند پر لنگر انداز ہوئے۔ اور جاتے ہی شہر یار بدر پر حملہ کیا۔ اہل شہر نے پہلے تو مقابلہ کیا مگر جب عربی تواریخ نے اُن کا توبلہ پیست کر دیا تو عارضی سے دیوثانوں کی مدد کے آسیرے پر تجانہ میں جا کے بنہ گزین ہو گئے۔ عبدالملک کے باہل لشکریوں نے شہر میں کس کسے بھاگتے ہیں اُنکے لگا دی۔ جس کا یہ اندیشہ ناکہ نتیجہ ہوا کہ کچھ اہل شہر تو مسند رہی میں جل کے ناک ہو گئے اور جو نکل کے بھاگے وہ خوفزدہ ترغ عرب ہو گئے۔

اس سلسلہ میں عبدالملک بن شہاب کی طاہرہ والی اور بہن تو جی کا یہ نہایت ہی اثر پایا۔ نتیجہ ہوا جو مسلمان فائخون کے دامن پر بڑے بھاری ظلم کا دجہ لگاتا ہے جو خود مذہب اسلام کی رو سے سخت منہج ہے اور نہایت ہی قابل نفرت ہے۔ خود حضرت خضر صادق روحی فدا فرماتے ہیں "ما نعد بوا یا نثار" کسی کو آگ کی تکلیف میں مبتلا کرو۔ چنانچہ اُسی بنا پر سلام میں یہ ہمیشہ معیوب رہا کہ کوئی کسی کو جلانے کی سزا دے۔ اور یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں نے اپنی حملہ آوری اور جہاد کے زمانہ میں دیگر مذہب وغیرہ مذہب دونوں قسم کے فائخون کی طرح کسی شہر میں کبھی آگ نہیں لگائی۔ اور اگر کبھی اتفاقاً ایسا ہو گیا ہو تو اسی ابن شہاب کے واقعہ کی طرح مستثنیات میں اور نہایت قابل نفرت ہے۔

عہ ابن اثیر۔ عہ یعقوبی عہ ابن اثیر

ایا تھا۔ بہت بار شاہوں نے اُسکے غریباؤن کے آگے غوراً سر جھکا دیا۔ چنانچہ  
جن سلاطین سندھ کی صلاح مان لی تھو ان کے ایک تو اضلاع سندھ کا راجہ  
تھا جو راس کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا اور ہندوستان میں ایک اور بڑا راجہ تھا  
جس کا نام معراج تھا یا جانا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اس قدیم پورمندی کی ولایت  
کا وارث تھا جس نے سکندر رومی کے سامنے ضعف آرائی کی تھی۔ بعد بن خلیل  
کے زمانہ میں جاٹ لوگوں نے شورش و فساد کا بازار گرم کر دیا تھا۔

روح بن حاتم  
دلی سندھ

مندی کی خلافت کے دو برس سے ہی سال یعنی سترہمین دلی سندھ معبد بن  
خلیل نے جام فنا پیرا تو مندی نے اُسکی جگہ اپنے وزیر ابو عبد اللہ کے اشارے  
سے روح بن حاتم کو دلی سندھ مقرر کیا۔ روح پہنچا اور اچھی طرح انتظامات  
ملکی اپنے ہاتھ میں بھی نہ لینے پایا تھا کہ جاٹوں نے جو مغربی بلاد سندھ و ہند میں  
گرفتار تھے ہر طرف سے سیراٹھایا۔ ان میں کچھ ایسا جوش و خروش پیدا ہو گیا  
کہ روح سے کچھ کر سنے دھرتی کے زمین بن پڑی۔ آخر مندی نے سال نہ تمام ہو کر  
پایا تھا کہ روح کو معزول کیا اور حکومت سندھ بسطام بن عمر کے ہاتھ میں دی۔

بسطام  
والی سندھ

بسطام بن عمرو ہشام بن عمر کا بھائی ہے جو منصور کے زمانہ میں بڑی دہم  
و دام اور شان و شوکت کے سندھ پر حکومت کر چکا تھا۔ اُسکے زمانہ میں ایک بہت  
تک منصور کی حکومت سینا ہے اُس کے ہاتھ میں یہ بھی تھی۔ اور ہشام کے بعد او  
و ان جاسنے کے بعد بھی چند وزیر حکمران رہ چکا تھا جسکی وجہ سے امید کی جاسکتی  
تھی کہ اپنے گزشتہ تجربات کی مدد سے یہ بہتر حکومت کر سکے گا مگر مندی کی  
تغیر سے یہ سب سب مندی کی اور منصور کے ابتدائی زمانہ میں اُسے معزول کر کے  
ہشام بن عمرو کو پھر روح کے ہاتھ میں دی جو ابھی بسطام سے پہلے چند ہی روز  
میں نالائق ثابت ہو کے اس عہدے پر سے ہٹا دیا گیا تھا۔

روح و ہشام  
حاکم سندھ

دو برسہ سال روح کی تعمیر پس پھر وہی رنگ ناکامی دکھایا اور اُس  
عہ یعقوبی۔ عہ ابن ابی بکر یعقوبی لکھتا ہے کہ بعد بن خلیل مہینہ بلکہ مندی نے اسے معزول  
کر کے روح بن حاتم کو مقرر کیا۔ عہ یعقوبی۔ لعہ یعقوبی۔ عہ ابن ابی  
و ابن خلدون۔ عہ ابن ابی۔

بن اُس کی جگہ نصر بن محمد بن شعث خراسانی مقرر کیا گیا۔ نصر ابھی والی مقرر ہو کے گیا ہی تھا کہ اسی سال ہمدی نے معاملات سندھ کا مسئلہ محمد بن سلیمان بن علی ہاشمی ہنکے ہاتھ میں دے دیا جنھوں نے نصر کو فوراً معزول کیا اور عبدالملک بن شہاب سمعی کو مامور کر کے روانہ کیا جو ابھی سال پیوستہ خود ہمدی کے حکم سے ہندوستان میں جہاد کر کے اور طوفان میں مبتلا ہو کے واپس آیا تھا۔ اور جیسے اپنی گزشتہ محنتوں کے بعد ہنوز کبھی طرح سنبھالنے اور دم لینے کا بھی موقع نہ ملا تھا۔

عبدالملک کا حکم سندھ

اس کا بہن بحر بن جہاد

ابن شہاب کی مصائب کا قصہ یہ ہے کہ شہادہ میں ہمدی نے اُسے ایک بڑی فوج پر سپردوار مقرر کیا۔ مامور بہادر برین بن صبح کو اُس کا قوت بازو بنا کے ہمراہ کیا اور حکم دیا کہ والی سندھ سے ملکر وہاں سے غاصب خراسانی پر جہاد کر۔ ابن شہاب اور اُس کے ہمراہی جہادوں پر سوار ہو کر سواحل ہند پر لنگر انداز ہوئے۔ اور جاتے ہی شہر بار بار پر حملہ کیا۔ اہل شہر نے پہلے تو مقابلہ کیا مگر جب عربی تواریخ نے اُن کا توسلہ پست کر دیا تو عاجزی سے دیوتاؤں کی مدد کے آسروں پر توجانہ میں جاسکے بنا، گزیریں ہوئے۔ عبدالملک کے جاہل لشکریوں نے شہر میں کس کے بچاؤ بن آگ لگا دی۔ جس کا یہ اندسوس ناکہ تیغ ہو کہ کچھ اہل شہر تو مسدود رہی مین جل کے خاک ہو گئے اور جو نکل کے بھاگے وہ خوفزدہ تیغ عرب ہوئے۔

اس حملہ میں عبدالملک بن شہاب کی لاپرواہی اور بے توجہی کا یہ نہایت ہی شرمناک نتیجہ ہوا جو مسلمان فاتحوں کے دامن پر بڑے بھاری ظلم کا دھبہ لگاتا ہے جو خود قہر سب نام کی رو سے سخت متوجع ہے اور نہایت ہی قابل نفرت ہے۔ خود حضرت خیر صادق روحی فدا فرماتے ہیں "ما تعدوا بانثار کسی کو آگ کی تکلیف مین مبتلا کرو۔ چنانچہ اُسی بنا پر سلام میں یہ ہمیشہ معیوب رہا کہ کوئی کسی کو جلانے کی سزا دے۔ اور یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں نے اپنی حملہ آوری اور جہاد کے زمانہ میں دیگر مذہب و غیر مذہب دونوں قسم کے فاتحوں کی طرح کسی شہر میں کبھی آگ نہیں لگائی۔ اور اگر کبھی اتفاقاً ایسا ہو گیا ہو تو اسی ابن شہاب کے واقعہ کی طرح مستثنیات میں اور مذہباً قابل نفرت ہے۔

عہ ابن اثیر۔ عہ یعقوبی عہ ابن اثیر

مسلمانوں  
کی تباہی

کہا جاتا ہے کہ اس لڑائی میں مسلمانوں کی بہت کم جانیں تلف ہوئیں۔ فقط  
بیس چھپیس آدمیوں کی قربانی سے شہر فتح ہو گیا۔ لیکن ناجائز ظلم کا بدلا خدا نے ان  
مسلمانوں سے لے ہی لیا۔ اور فتحمدی کے وقت مقتولین کی جو کمی تھی وہ ایک  
دوسری طرح پوری ہوئی بہت کم ایسے مسلمان تھے جو جان برہو سکے ہوں۔ جب  
شہر بار بار فتح ہو چکا تو مجاہدین موافقت آپ و ہوا کے منتظر ہوئے کہ سندر کا غلام  
اور ہوا کا طوفان کم ہو لے تو واپسی کا ارادہ کریں۔ یکا یک ایک ویا پیدا ہوئی  
جس میں مسلمانوں کی تقریباً ایک ہزار جانیں ضائع ہوئیں۔ انہیں شہداء سے ویا  
میں بیع بھی تھا جس کو ابن خطاب حسب حکم خلیفہ اپنا قوت بازو سمجھتا رہا تھا۔  
اس ویا سے مسلمان اس قدر بے حواس ہوئے کہ گھبرا کے بلا لحاظ موسم جہاں  
پر سوار ہوئے اور انکراٹھا دیا۔ کچھ دور تک تو ہوا نے مسعدت کی مگر آخر طوفان  
آہی گیا۔ ایک آفت نصیب رات کو ساحل حمران تک پہنچے تھے کہ ہوا کے جھونکے  
قرآن بھرنے لگے۔ اور جہاز آشفہ مزاج موجوں کے ہاتھ کا کھلونہ بن گئے آپس  
میں ٹکرا نے لگے۔ قریباً اکثر جہاز ڈوب گئے۔ اور شاید کوئی ایسا ہی خوش نصیب  
ہوگا جو اپنی جان موت کے ہاتھ سے بچا لیا ہو۔ اور یہ خوش نصیبی یقیناً سالانہ فوج  
ابن خطاب سمعی کی قیمت میں تھی جو تیسرے سال اسلئے میں مستقل طور پر والی سندھ  
مقرر ہو کے حازم سندھ ہوا۔

مدی کی  
پرہیزگاری

خلیفہ ہمدی سے زیادہ غیر مستقل مزاج اور تغیر پسند بادشاہ شاید دنیا میں کم  
ہوا ہوگا۔ اور کسی ملک کے انتظامات میں شاید اس نے استقلال سے کام لیا ہو کم  
ہندوستان کی حکومت سے جو اس کا برتاؤ رہا وہ تو یہی تھا۔ اب اس سے زیادہ کیا  
ہوگا کہ اپنی گیارہ برس کی سلطنت میں اس نے سندھ میں بارہ والی مقرر کیے اور  
اس بے اعتباری سے کہ بعض سرزمین ہند میں پہنچے مگر ہنوز وہاں کے انتظامات  
کو ہاتھ میں لے کے سمجھنے بھی نہ پائے تھے کہ برطرف کیے گئے۔ اور بعض کو تو راستہ  
ہی میں پروا نہ موقوفی مل گیا اور قبل اس کے کہ سیواہند کی صورت بھی دیکھنا نصیب  
ہو آدمی دور جا کے واپس آئے۔

ابن اثرواہن خلدون -



عبدالملک بن شہاب سمعی جب سولہ سالین والی سندھ مقرر کیا گیا ہے تو اس نے اپنے ورور سندھ کے سترھویں روز پروانہ معزولی پایا ہامدی نے محمد بن علی ہاشمی کے ہاتھ سے حکومت ہند کا انتظام نکال لیا اور ابن شہاب کی جگہ نصر بن محمد بن اشعث کو دوبارہ مقرر کیا۔ نصر سب سے زیادہ بد قسمت تھا۔ ہنوز راستہ ہی میں تھا اور ارض سندھ میں قدم نہ رکھنے پایا تھا کہ موقوفی کا حکم ملا اور آدھی ہی دور سے پلٹ آیا۔

اب ہمدی نے زمانہ پھر سے بدگمان ہو کے حکومت سندھ خاص اپنے خاندان والوں کو دی۔ اور زبیر بن عباس کو جو قثم بن عباس کی نسل سے تھے والی سندھ مقرر کیا۔ لیکن باسانی سمجھ لیا جاسکتا ہے کہ شاہی خاندان والوں کی نازک طبیعت اور آوام پسندی بھلا اسٹے پڑے مقرر دور دراز اور ایسی تکلیف دہ لایا طاق کو کیونکر گوارا کر سکتی تھی؟ انھوں نے بغداد ہی سے بیٹھے بیٹھے حکومت کرنا چاہی۔ خود نو گد میں رہے اور وہاں سے احکام جاری کرنا شروع کر دیے جو مدتوں میں پہونچتے تھے اور بے انتظامی روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔

آخر ہمدی کو یہ معلوم ہوا اور اسکی تعمیر لیب طبیعت کسی طرح گوارا نہ کر سکی۔ ایک وسیع دور دراز محکمہ بیرون لایروائی سے حکومت کی جائے تیرے زبیر بن عباس کو بھی معزول کیا اور یحییٰ بن عمرو تغلبی کو جو ہشام بن عمرو کا تیسرا بھائی تھا والی سندھ مقرر کیا۔ صبح نے سندھ میں پہونچ کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ لیکن اس کے زمانہ میں ایسی بد امنی رہی کہ متوطن سندھ غیر میں باہمی تعصبات اور مزاحمہ کا جھگڑا پیدا ہو گیا اور یہ پہلا وقت ہے جبکہ اس منحوس شعبے نے اس سر زمین میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی۔ صبح کے بنائے کچھ نہ نی اور یہ فساد یہاں تک بڑھا کہ ہمدی تک اس کی شکایت پہونچ گئی۔ بعض مستند مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں یا اسکے چند روز بعد عمرو بن ہشام تغلبی کے بیٹے عبداللہ بن ہشام کے ہاتھ میں بھی حکومت سندھ کی باگ دی گئی جو بڑا فیاض اور سخی مشہور تھا۔

عہ یعقوبی وابن ایثر۔ عہ یعقوبی۔ عہ یعقوبی۔

نصر و دوبارہ  
مالی سندھ

زبیر بن  
عباس  
حاکم سندھ

صبح حاکم  
سندھ

نزاری  
و یانی کا  
تعصب



ایضاً دستِ باریک تھا۔ اس خیال سے وہ ایک منزل پر ٹھہر گیا۔ وہیں فروکش تھا کہ  
خبر آئی سندھ میں بازار فتنہ و فساد گرم ہے۔ اور جاٹوں نے ہر طرف ہنگامہ مچا رکھا  
ہے۔ مدی نے یہ سن کے وہیں بیٹھے بیٹھے فوج کا انتظام کیا۔ اور ایک جزا ر فوج  
مرتب کر کے پھر روانہ کی جہاں سے جہازوں پر سوار ہو کے وہ سندھ گئی۔ اور اسی  
فوج کی مدد سے ریشے جاٹوں پر فوجی قانون جاری کر دیا جس میں آج تک تحقیقات  
سے بہت کم کام لیا جاتا ہے۔

مدی یہ فوج روانہ کر کے بغداد کو واپس آیا۔ اس لیے کہ بانی کی کمی نے  
اُسے عرب کے ریاستوں میں قدم رکھنے سے بالکل روک دیا۔ بغداد پہنچ کے چار  
برس تک اُس نے بڑی صلاحیت سے کام لیا کہ نہ کو خوش قسمتی سے کسی نئے والی کی  
حصول نہ دیکھنا پڑی۔ آخر یہاں کی حکومت ایشیہ کے ہاتھ میں تھی کہ سندھ میں  
مدی نے سفر آخرت کیا اور تاج خلافت اُس کے بیٹے ہادی کے سر پر رکھا گیا۔

موسیٰ ہادی  
کی خلافت  
۱۶۹  
سنہ ۱۶۹

ہادی کو کوفہ کی بہت کم مدت تھی۔ سربراہی کے ایک برس میں ہی وہ بغداد میں غزوہ خجّاب  
میں اُس نے جامِ ناپائیدار اور اس زمانہ میں سندھ کا شاید خیال ہی کبھی ملے دل میں نہ گورا ہوگا جہاں میشتین  
ظرافت بے کشمکش حکومت کرتا رہا۔

## چوتھا باب

ہارون الرشید سے مامون کے آئینہ

سنہ ۱۶۹ میں جب کہ موسیٰ ہادی نے داعیِ اجل کو لبیک کہی سریر خلافت نے  
ہارون کے مبارک قدم سے رونق و شوکت پائی جو ہارون الرشید اعظم کے لقب سے ملقب ہوا  
اور جسے ایسی خوبی و کمال تھی کہ حکومت کی کہ اُس کا زمانہ بڑی قدر اور عزت کی  
نگاہوں سے دیکھا گیا۔ اور رشید دیکھا جائے گا۔ ہارون نے تاج خلافت سر پر رکھتے  
ہوئے جب انتظامِ عالم کی طرف توجہ کی تو لبیک کو حکومت سندھ سے معزول کیا۔ اور  
اسامہ بن علی کے غلام سالم بن یونس کو والی سندھ مقرر کر کے روانہ کیا۔ سالم کی زمانہ  
حکومت کا حال بہت کم معلوم ہو سکا مگر ان مومنین ائمہ اعتراف کرتے ہیں کہ اُس نے  
حکومت بہت چھوٹی۔

سالم بن یونس  
والی سندھ

اسحق بن اسحاق  
والی سندھ  
وکران

ولایت یوسف  
بن اسحاق

طیفور حاکم  
سندھ

یافعی اور  
نزاری  
کا تعصب

بڑی شائستگی سے حکومت کی اور سرزمین ہند پر قدم رکھ کے اچھی اچھی کارگزاریاں کھائی  
سالم اپنے تقرر کے چوتھے سال معزول کیا گیا اور رشید نے اُس کی جگہ اپنے  
میں اسحق بن سلیمان ہاشمی کو والی سندھ مقرر کیا اور مکران بھی اُسی کے تصرف میں دیا۔ اسحق  
نے سندھ میں داخل ہو کر چند ہی روز زمام حکومت اپنے ہاتھ میں رکھی تھی کہ مرض موت  
آپہنچا اور دولت دنیاوی کو رخصت کر کے کا اتفاقا کرے لگا۔ اسحق کی نسبت  
کہا جاتا ہے کہ نہایت ہی دیندار اور پاکیزہ شخص تھا۔ آخر اُس نے اپنے بیٹے یوسف  
کو اپنا جانشین مقرر کیا اور عالم آخر کے کوچ کے تیاران کر دیں۔ یوسف ابن اسحق  
بائے انتقال کے بعد چند روز تک سرزمین سندھ پر حکومت کرتا رہا لیکن اُس کے طرز  
انتظام کو رشید نے پسند نہ کیا جسکی بنا پر وہ معزول کیا گیا۔

یوسف کو معزول کر کے رشید نے طیفور بن عبداللہ بن منصور جیسری کے ہاتھ  
میں سندھ کی حکومت دی۔ طیفور کے انتظام میں بے نقص پیدا ہوا کہ متوطن ہندو  
عربوں میں اپنے قومی تعصب کی آگ بھڑکاتے نہ مل سکی۔ یہ یافعیہ اور نزاریہ قبائل  
عرب کا باہمی تعصب تھا۔ عربوں میں یہ ایک ایسا عالم گیر تعصب اور جھگڑا پیدا ہوا تھا جس  
کی آگ دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان سے لے کے اسیان تک حمان جہان عربی گروہ  
آباد تھے ہر گاؤں اور قریہ میں پھیل گئی۔ چنانچہ طیفور کے عہد ولایت میں اس تعصب نے  
ہندوستان میں زور پکڑا۔ اور نزاریہ و یافعی قبائل بغیر اُس کے کہ خلافت کے حکام  
کا پاس و لحاظ کریں علانیہ نہ کرتے تھے۔ لہذا یہ ایک عجیب و غریب تعصب تھا  
جس کی بنیاد حسب بیان عمامہ و رین کے یہ تھی کہ عرب کے تمام قبائل  
و قسَم کے تھے۔ ایک تو وہ لوگ جو خاندان کی نسل میں تھے اور غیر معلوم زمانہ سے  
بلاد میں آباد تھے۔ عرب انھیں لوگوں سے آباد تھا کہ جناب اسماعیل کے مین سکونت پذیر  
ہوئے۔ اسماعیل نے بھی شیطانی کی نسل میں شادی کی اور انھیں کی بیٹی سے  
اولاد چھوڑی۔ چند روز میں نسل اسماعیل اس قدر پھیلی کہ تمام لوگ انھیں کی نسل  
کے تھے۔ صرف یمن میں تو ابنتہ نسل خاندان باقی تھی جن میں زیادہ اور غالب  
گروہ حمیر کا تھا۔ اور چند دیگر قبائل بھی تھے جو موطان کی اولاد میں تھے اور یافعی کہلاتے  
عہ یعقوبی۔ عہ ابن اثیر۔ عہ ابن خلدون و یعقوبی۔ لہذا یعقوبی۔

تھے۔ بانی تمام عرب میں جتنے قبائل تھے سب جناب اسماعیل کی اولاد میں تھے  
 ان میں زیادہ اور غالب گروہ اُن لوگوں کا تھا جو جناب اسماعیل کی نسل میں  
 سے نزار کے خاندان میں تھے۔ نزار اس سلسلہ نسب میں نہ حضرت سلیم کے چچا  
 میں ہیں پس یہی وہ لوگوں قبائل یمنی (قطیفانی) اور نزاری (اسماعیلی) ہیں  
 جو پڑے۔ اس تعصب کی بنا سعودی کے بیان کے مطابق یہ ہوئی کہ مشہور  
 شاعر عرب اور مداح اہل بیت کیت ابن زیاد اسدی نے جو نزاری الاصل  
 تھا نبی ہاشم کی تعریف میں چند قصائد کہے کہ شعر گوئی میں اُس کی پہلی مشق  
 تھی احتیاطاً اس زمانہ کے نامی گرامی شاعر فرزدق کے پاس آیا اور کہا  
 ”اے ابو فراس دیہ فرزدق کی کنیت ہے) میں تمہاری ہی قوم کا لڑکا ہوں  
 فرزدق۔ دیکھ خاندان سے ہو“ کیت نے اپنے خاندان اور نسب کا پورا  
 بتہ دیا۔ فرزدق نے خیر۔ اپنا مطلب کہو۔“ کیت نے ”جو کہ میں آپ کو بزرگ  
 قوم خیال کرتا ہوں لہذا امیدوار ہوں کہ میری زبان پر دم کر دیجیے شاید آپ کی کت  
 سے میں اپنے شعر کہنے لگوں۔ اس کے علاوہ میری آرزو ہے کہ اپنے کلام کو آپ کے  
 سامنے پیش کروں اُمید ہے کہ آپ کو پسند ہو اُس کو بھی بتا دیجیے تاکہ کسی کے سامنے نہ  
 ظاہر کروں۔ اور آپ سے امید ہے کہ میرے عیب کو کسی پر نہ ظاہر فرمائیں گے“  
 فرزدق نے میان ہما جنرا دے سنے۔ یہ بات وہیں اُنہیں رہے کہ جتنی تمہاری  
 عقل ہوگی اسی کے مطابق شعر ہوگا۔ کچھ سیکھ سکھانے سے نہیں ہوتا۔ تاہم میں کہنے کو مجبور  
 ہوں جو کچھ کہنا ہوتا تھا وہ

کیت وہ طربت و ما شوقاً الی البقیع طرب  
 ولا بعداً منی وذا الشبیب یلعب

(میں مسرور ہوں لیکن جینوج کے شوق میں نہیں اور نہ دبیبسی اور کھیل کے لیے۔  
 بوڑھوں کو اس سے کیا غرض۔)

فرزدق نے اچھا نموش ہو لیا آگے چلا

کیت نہ ولم یلہنی دار ولا کم منزل  
 ولم یطرہنی بئان شخصب

مجھے تو نہ کسی مکان نے اپنی دھڑکی میں مبتلا کیا اور نہ کسی مکان کے نشاں نے

اور نہ مندی لگی اٹھکون نے مجھے فریفتہ کیا)

فرزوقؑ پھر کون بیز مسرور کرتی ہے؟

”وما انا ممن ینزجرا الیہرمہ“ (صاح غرائب) (تعرض ثعلب)

(اور نہ میں اُن لوگوں میں ہوں کہ بوشگونی جن کے ارادے گونش کر دیتی ہے۔

عام اس سے کہ کوا اپنی نخوس ہانک لگائے یا لومڑی راستہ کاٹ جائے)

فرزوقؑ ”تو کم بخت آخر تو کس قسم کا آدمی ہے؟ اور کس دین میں ہے؟“

کیستؑ ”وما السخات ابارحات عثمانؑ“ (ابو سلیم القرن ام مرا حطب)

(اور نہ وہ ساخز جو کل رات کو گزر گئے میرے ارادے کو روک سکے۔ اور

خبر بھی نہ ہوئی کہ سہولت سے گزر گئے یا سختی سے۔)

فرزوقؑ ”واہ! یہی یہ خوب کہا ہے۔“

کیستؑ ”ولکن اے اہل الفضائل والہیؑ“ (غیر بنی حواد والہی طہلب)

(دو لیکن صاحبان فضل و دانش کی یاد میں مسرور ہوتا ہوں جو حواد کے سارے بچوں

سے اچھے ہیں۔ اور انسان اچھوں ہی کا طالب ہوتا ہے۔)

فرزوقؑ ”اور سہ تو کم بخت وہ کون ہیں؟“

کیستؑ ”اسلہ الفز البینس الذین یبیمؑ“ (اسلہ الفز البینس الذین یبیم)

(اُن میں انہما اس کی یاد میں جن کی بھیمت اسبہ فصالبین میں خدا کی طرف رجوع

کرتا ہوں۔)

فرزوقؑ ”خدا کے لیے مجھے اُچھ سے نکال۔ آخر وہ ہیں کون لوگ؟“

کیستؑ ”بنی ہاشم بہط البنی فانتیؑ“ (بنو ہاشم راہنی ہار اواطیب)

بنی ہاشم خاندان بنو سکہ لوگ جو ہ سے میں اکثر راہنی ہوتا ہوں۔ اور سکہ سکہ

میں بارہ لوگوں سے ناخوش ہو جاتا ہوں۔)

فرزوقؑ ”سبحان اللہ! صاحبزادے خوب کہا ہے۔ ان کو تہ استغیون اور

اوباشون (بنی امیہ) سے الگ ہو گئے تو تمہارا نشانہ کبھی نہ خطا کرے گا۔ اور

تمہاری بات کبھی نہ جھوٹی ہوگی۔“

کیستؑ ”تواب آپ اس میں کیا کم فرماتے ہیں؟“

فرزدق :- میان اپنی نظم کو شوق سے شائع کرو اور کسی کی پروا نہ کرو۔ واللہ  
تم گزشتہ اور آئندہ سب شعر اسے اچھے ہو۔“

اس طرح فرزدق کی زبان سے الفاظ اطمینان سن کے کلمیت امام باقر جعفر  
احمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اجازت بار بار یہی  
چاہا کہ اسے سامنے لیا۔ اور اپنے قصائد مدح اہل بیت سنانے لگا۔ جب اس  
شعر پر پہنچا۔

وفتیل بالطلت غودر منہم بین غوعاد ایتہ و طعام  
داور وہ مقتول کر بلا جن سے فریب کیا گیا۔ فرومایہ لوگوں اور عام نرغہ کے  
(ہجوم میں)۔

امام محمد باقر کے آنسو جاری ہو گئے۔ اور جوش دل سے فرمایا : ”اے کلمیت  
اگر ہمارے پاس روپیہ ہوتا تو تجھے دیتے لیکن ہمارے یہاں سے تیرے لیے  
وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت سے کہا تھا کہ جب تک تو ہم پر سے  
تھمتین اٹھاتا رہے گا ہمیشہ روح القدس تیرے موید رہیں گے۔“

کلمیت اس کے بعد یہاں سے رخصت ہو کے عبد اللہ بن حسن بن علی کے پاس گیا  
اور انھیں بھی اپنے قصائد سنائے۔ انھوں نے سن کے کہا : ”میرے پاس ایک  
قلعہ اراضی ہے جس کی خریداری میں میرے چار ہزار روپیہ صرف ہوئے ہیں۔  
اویہ اس کی دستاویز ہے۔ اس پر انتقال ملک کی شہادتین میں بھی ثبت ہیں۔“  
کلمیت نے عرض کیا یہ نہیں ہو سکتا۔ آپ لوگوں کے سوا اور کسی کی تعریف میں جو

کچھ کہتا ہوں اس میں البتہ دنیا مقصود ہوتی ہے۔ اور بخدا آپ کی شان میں میں  
کسی دنیاوی طمع سے نہیں کما ہے۔ اور جو چیز خالصۃ اللہ کی ہے اس کے  
صلہ میں کچھ نہ لون گا۔ مگر عبد اللہ نے کسی طرح نہ پایا دستاویز دے ہی دی۔ چند  
روز بعد کلمیت پھر عبد اللہ بن حسن کی خدمت میں آیا اور کہا : ”اے ابن رسول اللہ  
میری ایک غرض ہے۔“ عبد اللہ بربستہ بول اُسے : ”تمہاری جو غرض ہو پوری کی  
جائے گی۔ بتاؤ کیا ہے۔“ کلمیت نے کہا : ”جو کچھ ہو آپ وعدہ فرمائیے۔“ عبد اللہ نے  
وعدہ کیا تب کلمیت نے وہ دستاویز سامنے رکھ دی اور کہا : ”اسے واپس لیجیے۔“

عبداللہ نے مجبوراً دستاویز اٹھالی اور خاموش ہو گئے۔ اتفاقاً اس وقت یہاں  
عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار موجود تھے انھوں نے یہ رنگ دیکھ کے  
ایک چادر اٹھالی اس کے چاروں کونے چار غلاموں کے ہاتھ میں دیے اور  
جھولی بنا کے بنی ہاشم کے دروازوں پر پھونپھے اور کہا ”اے بنی ہاشم دیکھو یہ  
کیست آیا ہے جس نے اس وقت تمھاری مدح سرائی کی ہے جب کہ ایک زمانہ  
تمھارے فضائل سے خاموش ہو گیا ہے۔ اُس نے یہ تھا کہ میں نے بلکہ اپنا  
خون بنی امیہ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ جو کچھ مکان میں ہیں وہ بنی ہاشم نے جوں  
وخر و خس سے اُس چادر میں درہم و دینار ڈالنا شروع کر دیے یہاں تک کہ  
عورتوں کو خبر ہوئی وہ بھی بھیجے لگیں۔ بعض عورتوں کے پاس نقدی قسم سے کوئی  
چیز نہ تھی انھوں نے اپنے زیورات اتار کر کے بھیج دیے۔ اس طریقہ سے ایک  
لاکھ درہم کا سرمایہ جمع ہو گیا۔ اُسے ملے کے کیست کے پاس آئے اور کہا تو یہ بنی ہاشم  
نے تم کو دیا ہے۔ اسے اپنے کام میں لاؤ۔ فی الحال ہم دشمنوں کے زیر فرمان  
ہیں۔ زیادہ استطاعت نہیں۔ دیکھو اس میں زیور تک بڑے ہوئے ہیں کیست  
نے کہا ”آپ نے بڑی فیاضی سے کام لیا مگر میں نہ لون گا۔ جس جس سے آپ لائے  
ہوں واپس کر دیجیے۔ میری غرض سوا خدا اور رسول کے کچھ نہیں ہے۔ جب کیست  
کسی طرح نہ قبول کیا تو عبداللہ نے وہ رقم تو واپس کر دی اور کہتے ”اچھا تو میری  
ایک خواہش ہے تم اُسے پورا کر دو تو بڑا کام نکلے۔ کوئی ایسی رقم کہ جس سے لوگوں  
میں بڑی پیدا ہو جائے اور ایک فتنہ اٹھ کھڑا ہو۔ شاید اُس سے ہمارے خاطر  
خواہ کوئی نتیجہ نکل آئے۔“ کیست نے عرض کیا ”بہت خوب۔ یہ کون بڑی بات ہے“  
بس اسی اشارے کے بموجب کیست نے وہ مشہور قصیدہ کہا جس میں اپنے  
قبیلہ یمن نزار اور تمام قبائل نزار کی تعریف کی تھی۔ اُن کی افضلیت پر بڑا  
زور دیا۔ اور صاف کہہ دیا کہ وہ یامینوں کے دادا و احمقان سے افضل و افضل  
ہیں۔ اُس قصیدے کا مطلع ہے

والہاشم تقبول سلینا

الاجمیت عن یا مدینا

داسے شیریشہ کی تھے ہماری طرف سے مبارکباد نہیں دی گئی ۱۹ اور آیا ایسے لوگ ہیں



جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں اس کے بعد کہتے کہ کتاب ہے ۔  
 لسا قمر السماء وکل نجیم تشرایہ ایدی المتمدینا  
 ہمارے لیے آسمان کا چاند اور سب تارے ہیں جن کی طرف ہدایت پانے  
 والوں کے ہاتھ اشارہ کرتے ہیں  
 وجدت اللہ اذ سمی نزاراً واسکنہم بکۃ قاطنینا  
 اللہ نے چونکہ نزار نام رکھا اور انکو بالاستقلال کہ میں آبا د کیا اس سے مجھے  
 معلوم ہوتا ہے کہ خدا اسے

لسا جعل لکم خالصا وللناس القفا وانا بحینا  
 تمام خوبیاں خالص ہمارے لیے مخصوص کیں اور سب کے لیے پشت اور ہمارے  
 لیے حسین مقرر کی ۔

وما ضربت بجائن من نزار فوالج من فحول الاعینا  
 نزار کی پاکیزہ آفتابوں پر بھی فرسائوں کا کبھی حملہ نہیں ہوا ۔  
 وما حملوا خمیر سلفی عتاق مطہرة قیلغو امبلغینا  
 اور کبھی گدہ سپہ بھی پاک و صاف اور جوانی کی بھری گھوڑیوں پر اس طرح  
 نہیں چھیڑے کہ کامیاب ہو گئے ہوں ۔

وما وجدت نبات بنی نزار حلال اسودین واکمرینا  
 اور بنی نزار کی لڑکیوں نے کبھی کاسے اور سرخ آشاؤں کی صورت  
 نہیں دیکھی ۔ کاسے سے مراد بخشی ہیں جو ہر بہ کے زمانہ میں میں پر قابض  
 ہو گئے ۔ سرخ آشاؤں سے مراد ہیں جنہوں نے سیف بن فی نون کی فریاد پر  
 میں کو پامال کیا تھا ۔

اس قصیدے سے ہمارے عرب میں آگ لگی ۔ ہر طرف لوگ بگڑ بگڑے  
 ہوئے جہاں جہاں یابی قبائل آبا دستھے سب جان دینے پر آمادہ ہو گئے ۔ وکیل بن علی  
 خزاعی نے جو اس عہد کا مورخ و یابی شاعر تھا اس قصیدہ کو خود کیستہ بر لڑا ۔  
 اس میں اپنے اور اپنی قوم کے فضائل بیان کیے ہیں اور نزار یوں پر طعن و تشنیع  
 کی ہے ۔ کتاب ہے ۔

افیقی من ملائک یا طعینا کفاک اللوم مرا لا یحینا  
 داے محل نشین اب ملامت موقوف کر تجھے یہی ملامت بہت ہے کہ چالیس برس کی عمر گزری  
 الم تحزنک احدث الیالی لشیقین الذواب والقرونا  
 کیا تجھے اس کا صدمہ نہیں کہ حوادث لیل و نهار نے چوڑیاں اور زلفین سفید کر دیں  
 اخی الغرض من سردات قومی لقد حییت عنایا مدینا  
 (میں اپنے پیچھے اچھے بٹھا جان قوم کو مبارکباد دیتا ہوں - اور اے شیرِ مہینہ تجھے  
 تو ہماری طرف سے مبارکباد دی ہی جا چکی)  
 فان یک آل اسرائیل بن کم وکنتم بالاعاجم فاخرینا  
 اگر بنی اسرائیل تم میں سے ہیں اور تم عجمیوں پر فخر کرتے ہو -  
 فلا تنس الغنا زیر اللواتی مسخن مع القرد و النحاشینا  
 تو ان سوردن کو نہ بھولو جو مسخ شدہ زیان کا رہندہ دن کے ساتھ نچ ہو کے خنزیر  
 بن گئے تھے -

بایلة واخلع لهم رسوم وآثار قد من و ما یحینا  
 ایلہ اور خلع میں ان کے نشان اور آثار آج تک موجود ہیں پرانے ہو گئے مگر ستے  
 نہیں -

و ما طلب الکیست طلاب و تر ولكنا نصرتنا بحینا  
 اور کیستے کینہ وری نہیں کی بلکہ ہماری جو بھو کی گئی اُس سے خود ہم کو مدد ملی -  
 لقد علمت نزار ان قومی اے نصر النیوة فاخرینا  
 نزاری لوگ جانتے ہیں کہ میری قوم تائید نبوت پر فخر کر رہی ہے۔ شیخ نے سندھ میں  
 یہ رنگ دیکھ کے طیفور کو معزول کیا اور جابر بن اشعث بطائی کو روانہ کیا جسکے  
 ہاتھ میں سندھ کے ساتھ مکران کی حکومت بھی دی گئی -

جاہل مکہ  
دکھان

تھوڑے زمانہ کے بعد جابر معزول ہوا اور اُسکی جگہ حکومت سندھ کی باب  
 سعید بن مسلم بن قتیبہ کے ہاتھ میں آئی - سعید بھی ان لوگوں میں تھا جنکو خاندانی دولت  
 نے اُٹھایا تھا کہ وہ اپنی وطنی محبتوں کا شیدا بنا دیا تھا یہ بھلا کیونکر ممکن تھا کہ وہ اتنی  
 دور کے سفر پر آمادہ ہو جاتا - اور نہ یہ مناسب تھا کہ انکا رکر کے شاہی قدرتی

سعید نام  
سندھ  
دکھان

یہاں پہلے  
سندھ پر

کے معاوضہ میں ناشکری کی جائے ان اسباب سے اُس نے خود تو وطن کو نہ چھوڑا اگر اپنے  
بھائی کیش بن سلم کو اپنی طرف سے والی بنا کے سندھ روانہ کیا۔

کیش سے یہاں آ کے ایسی بد اخلاقیان اور ایسی بڑی خصلتیں نمودار ہوئیں  
کہ اپنے نالائق چال چلن کی وجہ سے چند ہی روز میں وہ ہر ایک کی نظر میں ذلیل ہو گیا۔

عسائی بن  
حاکم سندھ

اُس کی بد اخلاقیوں کی فریاد رشید کے کان میں پہنچی تو سعید کی اس غفلت و لاپرواہی  
سے برہم ہو کے حکومت سندھ اُس کے ہاتھ سے نکال لی اور اپنے چچا زاد بھائی عسائی بن

جعفر بن منہور کو اُس کے سیاہ و سفید کا متکفل کر دیا۔ جب سعید کو دولت نے عشرت پسند  
بنا دیا تھا تو عسائی کی تو کوئی شکایت ہی نہیں کی جاسکتی اس لیے کہ وہاں شاہی خاندان میں تھا

اور اُس کا بھی ایک معزز و محترم رکن تھا۔ عسائی نے اپنی طرف سے محمد بن عدی کو مقرر کر کے  
روانہ کیا۔

اسلام آباد  
محمد بن عدی

محمد بن عدی عجب فتنہ جو طبیعت کا شخص تھا۔ اس نے منصورہ میں قدم رکھتے ہی ایسی  
کارروائیاں شروع کر دیں کہ یکا یک باہمی تسکینات کی آگ بڑی سختی سے بھڑک اٹھی۔

اور عدی نے اس آگ میں تیل ڈال ڈال کے ایسے شعلہ بلند کیے کہ تمام قبائل آپس میں  
لڑنے اور کھٹنے لگے۔ ان کی باہمی لڑائیوں کا خوب ہی بھر کے تماشا دیکھ کر وہ منصورہ

سے نکلکا اور ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ اہل ملتان اُس کی فتنہ بردازیوں کا حال سن  
کے اس قدر برہم ہو چکے تھے کہ انھوں نے دایین عثمان کی جا ہے کچھ ہو عدی کی اطاعت

ہرگز نہ کریں گے۔

اہل ملتان  
سے اسکی  
شکست

محمد بن عدی جب ملتان کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ اہل ملتان بڑے  
ساز و سامان اور جوش و خروش سے اُس کے مقابلہ کو موجود ہیں۔ اور محمد نے لڑائی

شروع کی تو اہل ملتان اس جو اٹھری سے لڑے کہ اُسے سخت شکست ہوئی۔ یہی بڑی خیریت  
کڑی کہ محمد بن عدی چند ہزار یوں کے ساتھ بھاگ کے اپنی جان بچا سکا۔ ملتان والوں نے

کامیاب ہوئے محمد کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور اپنی کامیابی پر خوشی کے نغمے  
جاتے ہوئے ملتان میں داخل ہوئے۔

رشید کو جب یہ حال معلوم ہوا تو گوفاندانی پاس و لحاظ کی وجہ سے کوئی کلمہ  
نہ کہہ سکا۔ عسائی بن منہور۔ عسائی بن منہور۔ عسائی بن منہور۔

زبان پر نہ لاسکا گرو دل میں عیسیٰ بن جعفر کی غفلت پر سخت برہم ہوا۔ اور مجبوراً سندھ کا انتظام خاص اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ محمد بن عدی کو جواب کسی طرح سندھ میں حکومت کرنے کے قابل نہیں رہا تھا معزول کیا اور عبدالرحمن نام ایک شخص کو اپنی طرف سے مامور کر کے سندھ روانہ کر دیا۔ عبدالرحمن تو ہان پونچا مگر محمد بن عدی نے کچھ ایسی بد انتظامی کر دی تھی کہ عبدالرحمن سے کسی طرح انتظام نہ بچھل سکا تب رشید نے ایوب بن جعفر بن سلیمان کو مقرر کر کے بھیجا۔ یہ سکن افسوس کہ ایوب بھی سندھ گل بد انتظامیوں کی اصلاح نہ کر سکا اور بالکل ناکام رہا۔

عبدالرحمن  
ایوب  
ناکام واپس  
سندھ

جب رشید کو معلوم ہوا کہ ایوب کے بنائے بھی کچھ نہ بنی تو اُس نے آخر تھک کے ۱۸۷ھ میں داؤد بن یزید بن حاتم مہلبی کو والی مقرر کر کے ہندوستان روانہ کیا۔ داؤد کے ہمراہ ایک شخص ابو اسامہ نام بھی وارد ہند ہوا تھا جس نے بعد کے زمانہ میں بغاوت کر دی اور سبکی نسبت بلا ذری لکھتا ہے کہ میرے وقت میں وہ علم بغاوت بلند کیے ہوئے تھا۔

داؤد مہلبی  
والی سندھ

داؤد بھی کسی حد تک آرام طلب تھا لیکن اس کے ساتھ وہ ایک ایسی سخت گیر طبیعت کا افسر تھا کہ اگر چھپر دیا جائے تو پھر شائد اُس سے زیادہ مستعد اور جفاکش بھی کوئی نہ ثابت ہوتا۔ یہی حال اُس کے زمانہ میں ولایت سندھ کا ہوا۔ جب ابتدائے ۱۸۷ھ میں رشید نے سندھ کی حکومت اُس کی ہاتھ میں دی تو اُس نے دل میں کہا کہ اب یاران وطن کو چھوڑ کے کون جائے اور اپنے بھائی معینہ کو اپنا نائب بنائے کہ ہندوستان بھیج دیا۔

معینہ نائب  
والی اور سندھ  
میں فساد

معینہ راستہ ہی میں تھا اور انہی وہ داخل ہند بھی نہ ہوا تھا کہ یکایک نزاری لوگوں نے سر اٹھایا۔ اور اس قدر جوش و خروش سے بگڑے کہ حکومت کو دینا پڑا۔ اور جب انھوں نے حکام کو دبا لیا تو باہم قرار دے لیا کہ تمام بلاد سندھ کو چار حصوں پر تقسیم کر دینا چاہیے۔ ایک حصہ مین قریشی لوگ رہیں۔ ایک مین قبیلہ قیس والے ایک مین ربیعہ کے لوگ آباد ہوں۔ اور چوتھے مین بھی ایک نزاری ہی قبیلہ آباد ہوں۔ مانی لوگوں کے لیے بالکل زمین نہ رکھی جائے۔ اور جس طرح بنے اُن کو نکال کے

عہد معینہ بنو یحییٰ



داؤد کو جب یہ خبر پہنچی تو رگ حیمت ہوش میں آئی اور بھائی کی شکست پر اُسے بڑا صدمہ ہوا۔ فوراً اپنے عشرہ مکہ و ن سے نکل پڑا۔ فوج مرتب کی اور سندھ پر چڑھو ڈرا۔ نزاریوں پر وہ اس قدر جھڑپا ہوا تھا کہ منصورہ کے علاوہ دیگر ضلع سندھ جو اُس کے راستہ میں پڑے اُن میں جس قدر نزاری آباد تھے اُن کی بھی مہم شروع کر دی۔ برابر اُن کو مارتا اور سزائیں دیتا ہوا منصورہ کی دیواروں کے نیچے خیمہ انداز ہوا۔ منصورہ والوں نے سہم کے شہر کے پھاٹک بند رکھے گرداؤد نے بازادی تلوار بند کرادی۔ اور شہر پر اس سختی سے حملہ آور ہوا کہ منصورہ کے باہر جو لڑایاں ہوئیں اُن میں نزاریوں کی ایک خلقت عظیم قتل ہوئی۔

منصورہ کے باہر برابر میں روز تک بازار قتل گرم ہو گیا تو زبردستی شہر کے پھاٹک کھولے گئے۔ اور نزاریوں کو اُن کی فتنہ پردازیوں کی پاداش میں خوب سزائیں دے کے عنان حکومت بننے یا تھنیں لی۔ لیکن اتنے بڑے قتل عام اور ایسی خون ریزی کے بعد بھی نزاریوں کے حوصلہ پست نہ ہوئے۔ انھوں نے آتش فساد کو نہ بچھنے دیا اور کئی مہینہ تک برابر جنگ و تھکامہ برپا رہا۔ یہ رنگ دیکھ کے داؤد نہایت ہی غضبناک ہوا اور اُس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جس طرح بنے نزاریوں کی قوت ہمیشہ کے لیے بالکل توڑ دے۔ اُس نے منصورہ کے اندر نزاریوں کے محلہ اور گانا بالکل خاک میں ملا دیے۔ عام طور پر مارا اور جلاوطن کیا تب جا کے منصورہ میں امن و امان قائم ہوا۔

شہر منصورہ کا انتظام کر کے اُس نے دیگر بلاد سندھ کی طرف توجہ کی۔ چونکہ نزاریوں کی بھڑکائی ہوئی آگ تمام اطراف و جوانب میں پھیلی ہوئی تھی لہذا اُس نے عام طور پر سندھ کے تمام وہ شہر قبضہ اور حملہ بہان نزاری آباد تھے تباہ و برباد کر دیے۔ گھر کے گھر ویران ہو گئے تب جا کے ملک کو ان فسادوں سے بچاتے ملی اور حکومت کو اپنی قوت بڑھانے اور امن و امان سے حکمرانی کرنے کا موقع ملا۔ داؤد نے اس متعدی سے ہندوستان کے فتنوں اور فسادوں کو مٹایا کہ رشید کو اُس کی بیدار مغزی پر پورا اطمینان ہو گیا۔ اور پھر اُسے کسی جدید والی عہد یقوی۔ عہد یقوی۔ عہد یقوی۔

مقرر کرنے کی ضرورت نہ لاحق ہوئی۔ اُس کے آخر عہد تک یہی حکمران سندھ رہا۔ ان فسادوں کے فرو ہونے کے بعد داؤد نے نہایت ہی انصاف و شایستگی سے حکومت کی۔ بیرونی راجاؤں پر اُس نے کوئی حملہ نہیں کیا۔ اُس کے زمانہ کے حالات میں کہا جاتا ہے کہ اپنے مفتوحہ بلاد کی حفاظت خوب مضبوطی سے کی جاتی تھی۔ نہ اُس پر کوئی ہندو راجہ حملہ کرتا تھا اور نہ وہ کبھی کسی غیر کے ملک پر چڑھ کے جاتا تھا۔ یہ جتنے والی بیان کیے گئے وہ ہیں جن کا سلسلہ وار پتہ عربی تاریخوں یعقوبی ابن اثیر اور ابوالفداء سے لگایا جاسکا۔ اور بیشک یہ سلسلہ بہت ٹھیک ہے۔ اس لیے کہ سنہ ۱۰۱۱ء کے دوسرے کی جانشینی ثابت ہو گئی ہے۔ مگر تمہیں کہ فارسی مورخین عہد رشید کے چند اور وایوں کے نام بھی بتاتے ہیں ایک تو شیخ ابو تراب جو حاجی ترابی کے نام سے مشہور ہیں۔ جن کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مغربی سندھ میں خلع ساکورہ کے مضبوط قلعہ پر قابض تھے اُن کا مقبرہ آج تک ٹھٹھ سے آٹھ میل پیر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ جس پر سلسلہ تاریخ وفات کندہ ہے اس نام کے کسی بزرگ کے ہونے سے انکار نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی خاص قلعہ ملک پر اُن کو حکومت حاصل ہو مگر کسی طرح قابل اعتبار نہیں کہ پورا ملک سندھ از جانب خلافت کبھی اُن کے ہاتھ میں تھا۔

خلافت ہرن الرشید میں ایک اور والی ابو القاسم کا نام بھی بتایا جاتا ہے لیکن اس کا بھی پتہ نہیں چلتا۔

اس زمانہ میں سندھ کی اسلامی سلطنت جس قدر باہمیت و جبروت تھی اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ نام دیسی راجاؤں پر عربوں کا بے انتہاد باؤ بڑا ہوا تھا۔ اور شمالی حدود سندھ تک ہر جگہ اُن کی دھاک بٹھی ہوئی تھی۔ اب اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ خاندان تبت اس سلطنت کی روز افزون ترقی دیکھ دیکھ کے دل ہی دل میں کانپنا جانا تھا۔

اس زمانہ میں ہندوستان سے دارالخلافت کے تعلقات اس قدر زیادہ ہو گئے تھے کہ رشید نے ہجیرہ عرب براہ دریا کسی دیسی راجہ کے پاس بہت سے تحفہ الکرام۔ تحفہ تاریخ سندھ و تحفہ الکرام۔ ۱۰۱۱ء

داؤد کی  
اعلا حکومت

فارسی مورخین  
کی غلط بیانی

سندھ میں  
عربوں کا  
جبروت

رشید کی  
سفارت  
ایک راجہ  
دربار میں

ہندو طبیب  
دربار رشید  
میں

تحف و ہدایا کے ساتھ ایک سفارت بھیجی اور لکھا درمیں ایک سخت مرض میں مبتلا ہوں  
اور چونکہ خراسان کے دور و دراز سفر پر آمادہ ہوں لہذا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کا  
مشہور طبیب ”کنکہ“ جن کا دوسرا نام تانیکہ ہے یہاں بھیج دیا جائے تاکہ اس سفر میں میرے  
ساتھ رہے اور وعدہ کرتا ہوں کہ جیسے ہو کب اقبال بلج پہنچے گا اُسے واپسی کی اجازت  
دے دی جائے گی۔ اس ہندوستانی طبیب کا نام گنگا اور ”مانکھ“ تھا جو عربی زبان  
کے تصرفات سے اس غیر مانوس صورت پر آگیا۔ یہ طبیب فوراً روانہ کیا گیا۔ اور اُس  
نے پہونچ کے ایسا اچھا علاج کیا کہ ٹھون پہونچے پہونچتے خلیفہ تندرست تھا اور کوئی شکابست  
نہ تھی۔ لیکن طوس پہونچ کے رشید مر گیا۔ اور گنگا حسب وعدہ بلج روانہ کیا گیا جہاں  
سے وہ اپنے وطن میں واپس آیا۔

مگر بعض عربی معتبر موزنین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا نام کنکہ نہیں  
بلکہ ”منکھ“ تھا غالباً یہ عربی تحریر کی خرابی ہے۔ جسے رشید نے بڑے اہتمام سے  
اور بہت کچھ صرف کر کے بلوایا اور اُس نے علاج کیا اور رشید کو صحت حاصل ہو گئی۔ رشید نے  
قدر کی اور اُسے بہت دانی مشاہرہ پر راضی کر کے روک لیا۔ اُسی منکھ کی نسبت کہا  
جاتا ہے کہ اس نے حکمِ بیت الحکمۃ میں بڑی مدد دی۔ چنانچہ ہندوستان کے قدیم مشہور طبیب  
شاناکی کی کتاب السموم کا اُس نے ترجمہ کیا۔ وہ بتاتا جاتا تھا اور ابو حاتم لکھتا جاتا  
تھا۔ اس طریقہ سے یہ کتاب سنسکرت ترجمہ ہو کے اسلامی کتب خانے کے لیے باعث رونق  
ہوئی۔ یہ منکھ آخر میں یحییٰ بن سلیمان بن علی ہاشمی کے وابستگان دامن میں تھا۔

دوسرا ہندو  
طبیب

رشید کے زمانہ کی رونق ایک دوسرا ہندوستانی طبیب بھی تھا جو غالباً مسلمان  
ہو گیا تھا اس لیے کہ اُس کا نام صالح بنایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ بہلہ نام ہندو  
کا بیٹا تھا۔ یہ اتنا بڑا نامور اور دیکھتا کے زمانہ تھا کہ رشید کے طبیب خاص ابن یحییٰ شوع  
یونانی طبیب کا رقیب مقابل تھا۔ اُس نے رشید کی بہن عباسہ بنت ہمدی کے شوہر  
ابراہیم بن صالح کا ایسا عجیب و غریب اور معجزہ علاج کیا کہ سب لوگ اُس کی یکتائی کے  
معترف ہو گئے۔

اس عہد میں بھی پتہ چلتا ہے کہ رشید کے دربار میں بعض اہل سندھ نہایت

عہد ایلٹ مجوالہ ابن ابی صبیحہ عہد طبقات الاطباء - عہد طبقات الاطباء - عہد طبقات الاطباء -



اہل سندھ  
در بار رشید  
میں

رشید و امام  
موسیٰ کاظمؑ

اعتماد رکھتے تھے اور خلافت کی طرف سے اکثر ذمہ داریوں کے کام اُن کے ہاتھ میں دیے جاتے تھے۔ چنانچہ سلسلہ میں رشید ماہ مبارک رمضان میں قضاء عمرہ کے لیے مکہ معظمہ میں گیا۔ وہاں سے واپس ہوتے وقت بغرض زیارت قبر نبوی مدنیطیہ میں داخل ہوا۔ رشید صوفیہ روضہ پاک پر پہنچا تو قبر نبوی کی طرف مخاطب ہو کے کہا "اسلام علیک یا رسول اللہ یا ابن عم" یعنی اسے رسول اللہ اور اسے ہمارے چچا کے بیٹے اسلام علیک۔ اتنا کہ کے رشید نے فزون از کی نگاہوں سے ادھر ادھر جاننے کی طرف دیکھا جس سے گویا مقصود تھا کہ کوئی ہے جو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان الفاظ میں خطاب کر سکے۔

اتفاقاً اس وقت وہاں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جو ایک خموشی کے ساتھ دُور سے کھڑے ہوئے رشید کے حرکات کو دیکھ رہے تھے۔ جب اُس کی زبان سے یہ جملہ نکلا اور اُس نے اختیاراً چاروں طرف دیکھا تو اُن سے نہ رہا گیا بے اختیار جو شخص میں آ کے بڑے اور تربت پاک کی طرف مخاطب ہو کے کہا "اسلام علیک یا اب" یعنی اسے پدر بزرگوار آپ پر سلام۔ اُن کی یہ جرات دیکھ کے رشید کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور نہ امت آمیز غصہ کے لہجہ میں بولا "ابو الحسن! (یہ امام مدوح کی کنیت ہے) ایسا فرما!"

رشید نے اس کے بعد امام موسیٰ کاظم کو ماخوذ کر لیا اور اپنے ساتھ بغداد میں لے گیا۔ اور اپنے ایک معتمد علیہ سندھی شخص کے حراست میں رکھا۔ جس کا لقب ہی سندھی بڑی تھا سندھی نے آپ کی نگہبانی کے لیے اپنی ایک بہن کو مقرر کیا جو ایک نیک بخت عورت تھی اور خاندان نبویؐ سے بڑی محبت رکھتی تھی۔ اُس نے اپنی حراست میں امام مدوح کی بڑی خدمتیں کیں۔ اور نہایت آرام سے رکھا اُسی عورت کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم رات کو عشا کی نماز پڑھ کے جو یاد آتی اور حمد و ثنائے ذات لائے میں مشغول ہوتے تھے تو صبح ہو جاتی تھی۔ اس وقت نماز صبح پڑھتے تھے اور اُس کے بعد بھی برابر ادجناب باری ہی میں مشغول رہتے تھے یہاں تک کہ چاشت کا وقت آ جاتا تھا۔ بعد چاشت آپ آرام فرماتے تھے جس کے بعد قبل از زوال بھر اٹھ بیٹھتے تھے اور وضو کر کے بعد نماز

امام موسیٰ  
کاظم کے  
معورات

پھر اُسی ذکرِ اُتی میں مشغول ہو جاتے تھے۔ آپ اسی طرح خداوند جل و علا کی یاد میں مجھو ہوتے تھے اور عصر کا وقت آ جاتا تھا۔ عصر پڑھ کے پھر جناب امیر دی کی طرف توجہ فرماتے تھے تو شام ہو جاتی تھی۔ اور بعد مغرب بھی آپ اُسی طرح عشا کے وقت تک ذکرِ حق اور عبادت میں گزرانے لگتے تھے۔

عبداللہ بن  
خلافت  
۹۳  
۹۸

اہلِ سندھ کی یہی حالت تھی کہ ۹۳ھ آگیا اور رشید کی زندگی پوری ہوئی۔ وہ تو دوسرے عالم کا راہی ہوا۔ اور امین نے تاجِ خلافت سر پر رکھا۔ امین کو بھلا اتنا دماغ کمان کہ اُس کی بزمِ عشرت میں کوئی سندھ کے معاملات کا نام بھی لیتا اور وہ بغیر دماغ ہوئے سن لیتا۔ ابتداءً تو ناز و نعمت کے مزے لوٹتا رہا۔ اور جب لوگوں نے اُسے ہاتھ پیرا دیا تو مامون کے حملوں اور خلافت کے خانگی جھگڑوں نے اُس کے فطر کو کبھی سندھ کی طرف نہ متوجہ ہونے دیا۔ اسی وجہ سے داؤد بن یزید بن ابی حاتم اُس کے زمانہ ہجرتِ آزادی و کامرانی سے ملکِ سندھ پر متصرف رہا۔ تاہم امین کے زمانہ میں داؤد کے ہاتھوں جو رشید کے عہد سے ولایتِ سندھ پر مامور تھا، ہندو پر بہاد کا سلسلہ کسی تک ضرور جاری رہا۔ چنانچہ شقیق بنی جو اُس عہد کے مشہور و معروف زہاد میں تھے اور جو ابراہیم ادبم کی صحبت کی یادگاروں میں تھے ۹۵ھ میں ہندوستان کے ایک جہاد میں جو کسی دسیی راہ پر ہوا تھا شقیق اور واصل بحق ہوئے اور یہی ایک واقعہ ہے جو ثبوت دیتا ہے کہ داؤد صرف باہمی جھگڑوں کی طرف مشغول نہیں رہا بلکہ اُس نے دشمنانِ اسلام پر بھی جہاد کیا۔

شقیق بنی کا  
جہاد سندھ

آخر امین طامرز و اہلینین کے زبردست ہاتھوں سے نذراہل ہوا اور خلافت نے ۹۸ھ ہجری میں کیتے اپنے تمام مالک مامون کے ایسے جلیل القدر اور علم دوست بادشاہ کی نذر کیے۔ مامون کے ہاتھ پر اگرچہ اس سے دو برس پہلے بیعت کی جا چکی تھی مگر امین اُسی

عہد - ابن اثیر - عہد یہ واقعہ علامہ ذہبی نے آثار الدول میں لکھا ہے۔ مگر علامہ ابن اثیر نے ابن کثیر بنی شقیق بنی ترکستان کے شہر کو ان کے جہاد میں اسی سال شہید ہوئے۔ تعجب ہے کہ ابن خلدون نے بحوالہ ابن جوزی لکھ دیا ہے کہ اُن کا انتقال ۹۸ھ میں ہوا۔ لیکن ان سب کے مقابلہ میں ذہبی کی وقعت بہت بڑھی ہوئی ہے اس لیے کہ وہ سب کے آخر میں اور سب سے بڑا ناقہ روایات ہوا ہے۔

مامون کی  
خلافت  
سنہ ۱۹۶  
تھ

میں زندہ موجود تھا اور دار الخلافت مدینۃ السلام بغداد خاص اُس کے تابع فرمان تھا۔ اسی سال امین مارا گیا۔ اور بغداد سے لے کے تمام مشرقی و مغربی انتہائی حدود تک کل ممالک خلافت نے مامون کے آگے سر جھکا دیا۔ اور اسی سال اُس کے بعد سے اُسے انتظام ممالک اور نظم و نسق کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ملا۔ مامون نے بھی داؤد کے انتظام مامون کو پسند کیا اور دیگر خلفاء کی طرح یہ بات اُس کی طبیعت میں بھی نہ تھی کہ کسی والی کو خواہ مخواہ معزول کرے اُس کی جگہ اپنے کسی شناسا کو مقرر کر دے بغرض اُس کے زمانہ میں بھی سندھ پر داؤد ہی حکمران رہا۔

بشیر والی سندھ

ششہ ہجری میں داؤد رہ کر اسے عالم جاودان ہوا۔ مامون نے مزید قدر دانی کی اور اسے اُس کے بیٹے بشیر بن داؤد کو اُس کی جگہ والی سندھ مقرر کر دیا اور اقرار لے لیا کہ اُس کی طرف سے ہر سال دس لاکھ درہم داخل خزانہ کیے جائیں گے۔ بشیر نے چار ہی پانچ سال سندھ پر حکومت کی تھی کہ اپنی فضول خرچیوں کی بدولت سرکاری روپیہ خزانہ میں داخل نہ کر سکا جس پر لوگوں کو طرح طرح کے خیالات قائم کرنے کا موقع مل گیا۔ یہ خبر مامون کے کان میں اس قدر بڑھا کہ پہونچائی گئی کہ اُس نے سرتابی کی شاہی روپیہ کھا گیا اور بغاوت پر آمادہ ہے۔

حاجب  
حاکم سندھ

مامون نے یہ سن کے حاجب بن صالح کو حکم دیا کہ سرزمین سندھ میں پہونچ کے بشیر بن داؤد سے سرکاری روپیہ وصول کرے اور وہاں کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے۔ حاجب اللہ میں تھوڑی فوج اپنے ہمراہ لے کے سندھ کی طرف روانہ ہوا۔ تمام منازل طے کر کے وہ داخل مکران ہوا جہاں سے بشیر کی حکومت شروع ہوتی تھی۔ اس لیے کہ داؤد کے قبضہ میں سندھ کے ساتھ ساتھ مکران بھی تھا جو اُس کے مرنے پر حکم مامون حسب سابق بشیر کے قبضہ میں دے دیا گیا۔

بشیر نے مکران کی حکومت پر اپنی طرف سے اپنے ایک بھائی کو مقرر کیا تھا۔ حاجب مکران پہونچتے ہی بشیر کے بھائی سے ملا اپنے آسنے کا سبب بیان کیا۔ مامون کا پروا نہ دکھایا۔ اور درخواست کی کہ حکومت مکران میرے سپرد کر دو۔ بشیر کے بھائی نے کہا بے شک آپ کے حکم کی تعمیل بسر و چشم کی جائے گی مگر آپ پہلے مفسدوں

و حاجب کی  
بلے اعتدالی

میں جائے اور بشیر کے ہاتھ سے تمام انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لیجئے اس کے بعد جب بشیر مجھے لکھیں گے تو میں بھی بیان کی حکومت آپ کے سپرد کروں گا اس بلے کہ میں تو حسب قاعدہ بشیر ہی کا تابع فرمان ہوں۔ حاجب نے لکھا کہ آخر بشیر لکھیں ہی گئے امیر المومنین کے حکم سے کبھی سرتابی تو کر سکتے نہیں پھر نہیں کیا عذر ہے۔ اسی وقت میرے ہاتھ میں کران کی حکومت دید و۔ بشیر نے لکھا یہ نہیں ہو سکتا۔ آپ بشیر ہی کے پاس جائے اور انھیں پر اس فرمان کی تعمیل فرض ہے۔ میں بغیر اجازت بشیر کے کچھ نہیں کر سکتا۔ آخر وہ بلے میں بحث کو طول ہو گیا۔ حاجب نے برہم ہو کر مامون کو لکھ دیا کہ بشیر نے بغاوت کی بیعت توڑ دی اور لڑائی پر آمادہ ہے۔

حاجب نے یہ امر خلافت واقع وقت اس غرض سے لکھ بھیجا تھا کہ اُسے بشیر اور اُس کے اعوان پر ظلم و زیادتی کرنے کا موقع ملے اور اسی وجہ سے وہ آپ کے انتظام میں وہ خفا کران ہی پر غمہ اُڑ رہا تھا کہ حسب خواہش جواب آئے تو فوج مرتب کر کے کافی قوت کے ساتھ منصوبہ میں داخل ہو۔ مگر اس کا نتیجہ بالکل برعکس ہوا۔ مامون کو بشیر کی سرتابی کا تو شک یقین ہو گیا مگر اُس کے ساتھ حاجب کی نسبت یہ خیال بھی قائم ہو گیا کہ وہ ضعیف۔ کمزور۔ اور بیعت ہست ہے۔ اور اسے کسی لشکر پر کی کہ کسی بہادر شخص کو سند کی طرف روانہ کرے۔

امون کی  
محبت  
شوری

مامون اسی سوچ میں تھا اور اُس کے دل میں بار بار یہی رائے قائم ہوتی تھی کہ غسان بن عباد کو اس مہم پر روانہ کرے مگر چونکہ غسان بشیر کا ہم قوم و ہم قبیلہ تھا اور بشیر اس وجہ سے اُس کے مزاج میں خود رانی کا مادہ بالکل نہ تھا ایک دن اہل دربار کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا ”میں غسان سے ایک بڑا بھاری کام لیتا چاہتا ہوں تم سب کی اُس نسبت کیا رائے ہے؟“ تمام لوگ ہنسنے لگے اور فرمایا کہ ”اگر اُس نے سب سے گھٹے وہ بہت ہی بہادر شایستہ اور لائق شخص ہے۔“ انھیں لوگوں نے جمع میں احمد بن یوسف بھی تھا مگر سب کے خلاف وہ خاموش تھا۔ مامون نے اُس کی طرف مخاطب ہو کر کہا ”احمد۔ تم کچھ نہیں بولتے!“ احمد نے نہایت ہی منجیدگی اور متانت سے لہجہ میں

یہ یقینی۔ ابن اثیر ابن خلدون کا بیان ہے کہ بشیر نے حاجب کو شکست دیدی اور وہ منصورہ پر شکست کھا کر کران میں واپس آیا اور وہاں سے مامون کو یہ اطلاع دی۔

عرض کیا "امیر المومنین غسان ہے شک! ایسا شخص ہے کہ اُس کی خوبیاں مناسب زیادہ  
ہیں۔ اور آپ جس کام پر بھیجیں گے اُس کے ہاتھ سے وہی عمل ہین آئے گا جو ٹھیک  
ہوگا۔ اور جب آپ اسے دھکی دین گے تو اُس سے کوئی ایسا امونہ ظاہر ہوگا جس کے  
بابت پھر معذرت کرنے اور معافی چاہنے کی ضرورت لاحق ہو۔"

احمد کے اس جواب پر مامون متحیر ہو گیا اور کہا مداح احمد۔ تم تو غسان کے شیونہ  
اور خالفون میں ہو تعجب ہے کہ تمھاری زبان سے انکی نسبت ایسے خیالات ظاہر  
ہوں؟ احمد نے جواب دیا "امیر المومنین میں تو اُس شاعر کی راے پر ہوں جو کہتا ہے  
کفہ شکر الما اسدیت انی صدقک فی الصدیق فی عباتی

جو مہربانیاں حضور نے فرمائی ہیں اُن کے شکر میں بس اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے دوست  
اور اسپنے دشمن کی نسبت میں نے آپ کی خدمت میں سچی راے ظاہر کر دی

غسان دلی  
سندھ

اس طرح مامون نے غسان کی نسبت مستقل راے قائم کر کے اُس کے بھائی  
محمد بن عباد و نقیب کو جو اہل بصرہ میں نہایت ہی صاحب اثر تھا اور وہ ان ایک سردار  
کی حیثیت رکھتا تھا اپنے سامنے بلایا اور کہا "تم نے کچھ اور بھی سنا ہے بشیر باغی  
ہو گیا" محمد بن عباد نے عرض کیا "کیا حال! اس کی ذات سے ہرگز ایسی امید نہیں اُس  
سے کبھی بغاوت نہ کی ہوگی" مامون نے کہا "اچھا تو میں تمھارے بھائی غسان بن  
عباد کو وہاں روانہ کرتا ہوں تم بھی اُس کے ہمراہ جاؤ" محمد بن عباد نے کہا "جو  
حکم ہو۔ میں جاتے کو تیار ہوں"

انقرض حاجب کا می کا الزام دے کے بلایا گیا اور غسان سلمہ میں  
بست سی فوج لے کے مع اپنے بھائی محمد بن عباد کے عازم سندھ ہوا۔ غسان نے  
اپنے ہمراہ یحییٰ بن خالد برکلی کے بیٹے موسیٰ کو بھی لیا۔ اس لیے کہ مامون نے حکم دیا تھا۔  
عہد ابن اثیر عہد یعقوبی۔ عہد ابن اثیر اور ابن خلدون لکھتے ہیں کہ ان اپنے ہمراہ یحییٰ بن موسیٰ بن علی  
علی کو لیا تھا یعنی وقت قلعی خون کی تحریف سے بن گیا جو اہل بن برکلی ہی تھا مگر بنین سچ ہیں اتنا کہ غسان اور موسیٰ کا  
اختلاف کہان سے پیدا ہوا یعقوبی اور ابن خلدون نے ٹھیک ٹھیک واقعہ لکھا ہوا ہے اس میں اس واقعہ پر لکھا  
ہے جو ہم نے بیان کیا۔ انھیں کتابوں سے جو کہ۔ اختات ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ میں ملے گئے ہیں  
اسد اہم نے انھیں کے بیان کو ترجیح دی۔

کہ بشیر کو ماخوذ کر کے موسیٰ کے ہاتھ میں حکومت سندھ دے دینا اور اقرار لے لینا کہ سالانہ دس لاکھ دوہم خزانہ خلافت کی نذر کرتا رہے۔ ان سامانوں اور تجویزوں کے ساتھ غسان سرزمین سندھ میں داخل ہوا۔

غسان  
بشیر

جب غسان منصورہ کے قریب پہنچا اور بشیر کو اُس کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو اُس کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلا۔ اور بڑی تعظیم و تکریم سے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ جیسا کہ بغداد میں سنا گیا تھا اُس کے خلاف بیان آ کے دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا۔ بشیر سے کسی قسم کی مخالفت و سرتابی نہیں ظاہر ہوئی۔ اور جب اُس کی معزولی اور موسیٰ کے تقرر کا حال اُس کے سامنے بیان کیا گیا تو اُس نے فرمان خلافت کے سامنے فوراً سر جھکا دیا۔ اور خود ہی تمام انتظامات اور کل دفاتر موسیٰ کے قبضہ اختیار میں دیدیے۔ غسان نے ان سب باتوں کی تعمیل کر کے سندھ کے دفاتر اور معاملات کی بخوبی اصلاح کی۔ اور کل باتوں کو ٹھیک ٹھاک کر کے موسیٰ کو خوب فہمائش کر دی اور اُسے بتا دیا کہ یوں انتظام کرنا چاہیے غسان بن عباد کے ہمراہ اُس کا مشہور اور نامور طبیب ابراہیم بن قزار وں بھی اُس کے ہمراہ وارد سندھ ہوا تھا۔ ابراہیم کا بیان ہے کہ عباد کو بیان طاؤس کا گوشت نہایت پسند آیا۔ کہا کرتا تھا کہ میں نے اپنی عمر میں اس سے اچھا گوشت نہیں کھایا۔ اور جب تک رہا ہمیشہ طاؤس ہی بھون بھون کے کھاتے۔ یہ تمام کام کر کے غسان موسیٰ کو بہ حیثیت والی سندھ کے منصورہ میں چھوڑا اور خود بشیر کو ہمراہ لے کے بغداد کی طرف کوچ کیا۔ اور سندھ میں بشیر کو لہجہ کے ماموں کے سامنے کھڑا کر دیا۔

ابراہیم  
طبیب

مامون نے بشیر کی مخالفت کا حال سُن کے قبیلہ مہلب کے اور بھی بہت سے لوگوں کو حراست میں کر لیا تھا۔ جب غسان بشیر کو لے کے پہنچا۔ اُس کی سفارش کی۔ اور یقین دلایا کہ اُس نے ہرگز سرتابی نہیں کی تھی۔ اور کسی قسم کی نافرمانی اُس سے نہیں ظاہر ہوئی تو مامون سمجھ گیا کہ محض حاجب کی زیارتی اور بغداد کی معمولی گپ تھی۔ اُس نے فوراً تمام مہلبی لوگوں کو چھوڑ دیا جو بے خطا و قصور رسوم عرب کے مطابق ماخوذ کر لیے گئے تھے۔ یہ سب ہوا مگر بشیر کے ذمہ سلطنت کی طرف سے دعویٰ خراج باقی تھا۔ تاہم

عہ یعقوبی وابن ابی عمر عہ یعقوبی۔ مہ طبقات الاطباء

مامون کا نام

مامون بشیر کی اطاعت کیشی پس اس نے اُس کی فطرتی رحم دلی جو جس میں آئی۔ اپنے  
دعوے سے دست بردار ہوا۔ بشیر کی خطا معاف کی۔ روپیہ بھی بخشا اور اُسے رہا  
کر دیا۔ مامون نے ماخوذ شہلیوں اور نیز بشیر کو رہائی دیتے وقت بہت کچھ انعام  
واکرام سے سرفراز کیا۔ اور وہ کردکھا یا جو کہا کرتا تھا کہ ”مجھے رحم میں اس قدر مزہ  
ملتا ہے کہ اگر اُس کو ظاہر کر دوں تو لوگ گناہوں کو بطور ہدیہ کے لے لے سکے میرے  
پاس آنے لگیں۔“

راجہ بالا کا نقل

غسان کے جانے کے بعد موسیٰ نے مملکت سندھ کی طرف بازا دی توجہ  
کی۔ اور جو کام اُس نے سب سے پہلے کیا وہ یہ تھا کہ مشرقی اضلاع سندھ کے راجہ بالا کو  
گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ راجہ مذکور موسیٰ کو پانچ لاکھ دوہم دیتا  
تھا کہ میری جان کے عوض میں یہ ترسم قبول کرو اور مجھے چھوڑ دو۔ مگر موسیٰ نے ایک  
نمانی اور اُس کی خود پسندی پر اس قدر برہم تھا کہ جان ہی لے کے چھوڑا۔

اُس کا جرم

اس راجہ کا جرم یہ بتایا جاتا ہے کہ جس وقت غسان بن عبد مناف منصورہ میں ٹھہرا  
ہوا تھا اُس وقت راجہ بالا مذکور نے باوجود اس کے مصلحت اسلام تھا غسان سے  
انحراف کیا۔ اور انحراف بھی ایک ایسی نالائق بنا پر کیا کہ سوا اسکے اور کچھ نہیں کہا جا  
سکتا کہ اُس نے اپنی موت کو آپ ہی بلایا۔ راجہ نے ایک دعوت کی تھی جس میں تمام  
گرد و نواح کے راجاؤں کو بلایا تھا۔ یہ دعوت بظن غالب اُسی قسم کی دعوت تھی  
جس میں تمام دیگر راجاؤں سے اپنی عظمت کا اعتراف کرایا جاتا تھا گھوڑے کی  
قربانی ہوتی تھی اور اُس کے بعد تمام شرکاء دعوت جو اکثر صاحبان ملک ہوا کرتے  
تھے دعوت کرنے والے راجہ کی عظمت و جلال سے پھر کبھی انحراف نہیں کر سکتے  
تھے۔

غرض راجہ بالا نے اسی قسم کا ایک جلسہ جسے آجکل کی اصطلاح میں دربارِ قیصری  
کہنا چاہیے اپنے گھر ہی بیٹھے بیٹھے کیا اور اس میں غسان کو بھی مدعو کیا تاکہ دعوے کے ہی دعوے  
میں اُس سے بھی اپنی عظمت کا اقرار کرا لے۔ غسان نے جب اس جلسہ کی کیفیت سنی  
تو اس میں شریک ہونا اپنی ذلت سمجھا اور راجہ کی حماقت پر تعجب ہوا کہ اسلامی حکومت کا

عہ ابن اثیر - عہ اہلیت -

مطیع ہو کر ایسے مجنوناۓ خیالات میں پھنسا ہوا ہے۔ بہر حال غسان نے شرکت دعوت سے صاف انکار کر دیا۔

غسان کی طرف سے ایسے خطرات توقع انکار کو سن کر دو دلیں بہت ہی بریم ہوا۔ اور اس بریم میں جو خیالات اُس سے ظہور پزیر ہوئے اُس کی آشفتنہ مزاجی اور ارادہ بنگا کی جزو دیتے تھے۔ غسان تو راہی بعبادہ ہوا مگر موسیٰ نے جب اُس کے یہ تصور دیکھے تو اُسے سخت ناگوار ہوا۔ فوراً فوج بھیج کے اُسے گرفتار کر لیا۔ اور بعد گرفتاری گوشت نے بہت منت و خوشامدی اور بہت کچھ لالچ دلایا مگر موسیٰ نے بلا تامل قتل کر ڈالا۔ کہا جاتا ہے کہ مامون کے عہد میں جب اشعاع خراسان اور قریب قریب تمام مشرقی ممالک خلافت طاہرہ زہدین کے ہاتھ میں دسینے گئے تو سب پر بھی اُس کا قبضہ ہوا۔ اور اُس کا بنیاد کا دلی مقرر ہو کے آیا۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے جب بنی سامان کا زمانہ آیا تو سندھ پر وہ حکمران تھے مگر ان واقعات کا کوئی صحیح پتہ نہیں چلتا بخلاف اس کے معتبر شہادتین یہ کہ یہی مامون کے زمانہ کو اُن لوگوں سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا۔

بعض مورخین کی غلطیاں

مامون کے عہد میں جب کہ موسیٰ منصورہ پر حکومت کر رہا تھا معلوم ہوتا ہے کہ بعض اشعاع سندھ پر چند عربی نژاد خاندان مستقل طور پر حکمران ہو گئے تھے جو دلی منصورہ کی اطاعت سے آزاد تھے اور خود خلافت نے بھی اُن کی اس آزادی کو تسلیم کر لیا تھا۔ چنانچہ مامون ہی کے زمانہ کا یہ واقعہ ہے کہ بنی سامانہ کے غلام فضل بن مامان نے شہر سندان پر قبضہ کر لیا۔ اور خوب اچھی طرح آزادی سے تصرف حاصل کر کے یہ چالاکی کی کہ مامون کی خدمت میں ایک بائیس بطور نذر روانہ کیا اور اُس کے ساتھ ایک عربی قبیلہ بھی بھیجا جس کے ذریعہ سے اطاعت و فرمان برداری کا اعتراف کیا تھا۔

سندھ میں خود سب عربی ریاستیں

فضل مامان سندان

اس کے بعد فضل نے سندان میں ایک جامع مسجد بنائی اور اُس میں بڑے خوش و خرمش سے مامون کے نام کا خلیفہ پڑھا۔ اور اُس کے لیے ہر بار دعوت کی دعائیں مانگیں۔ چنانچہ مامون نے اُس کی طرف سے ایسا انکار اطاعت منہ سے بکھڑا دیا۔ بلا ذریعہ۔ بلا ذریعہ۔



نے اُسے بالائے انتقال والی سندانِ ظلم کر لیا۔ اور اس کے بعد بغیر اس کے کہ کبھی والی سندان کے آگے سر نہ جھکانا پڑے وہ اپنے دم واپسین تک شہرِ سندان پر مقصر رہا۔

محمد بن فضل

فضل نے جب اس دینا سے خانی سے انتقال کیا تو اُس کے مرتے ہی اُس کا بیٹا محمد بن فضل باپ کا جانشین ہوا۔ یہ محمد ایک اوالعزم شخص تھا۔ اس نے صرف ایک شہر کی چار دیواری میں بیٹھنا اور ایک متوکلا نہ زندگی بسر کرنا پسند کیا۔ اور ستر کشتیان فراہم کر کے اپنے بوالہون کو سوانہ کر لیا اور براہِ دریا جاکے شہر میں بند پر حملہ آور ہوا۔ وہاں بہت سے لوگوں کو قتل کر کے اور کامیابی کے بارنگے میں ڈال کے شہر خالی پر تاخت کی اور ایک ہی برہنہ جھنڈی میں اُسے بھی فوج کر لیا۔ مگر افسوس کہ خانگی جھگڑے کا ایک ایسے اٹھ کھڑے ہوئے کہ اُسے عبورِ خانگی سے آگے بڑھنے کا موقع نہ ملا اور نہایت تردد و تشویش کے ساتھ سندان میں واپس آیا جس کا حال ہم آگے معصم کے عہد میں بیان کریں گے۔

ولایتِ سندھ کی مکروری

یہی زمانہ ہے جو قوتِ کد و مایتِ سندھ کی مجموعی قوت ٹوٹ گئی۔ اور تمام بلادِ سندھ جو اس سے پہلے ایک والی کی ماتحتی میں رہا کرتے تھے اُن میں سے بعض نے اپنے سلیہ علیہ السلام اختیار کر لیے۔ اسی عہد میں جب کہ موسیٰ ولایتِ سندھ پر دار الخلافہ کی طرف سے دلاور تھا سندان والوں نے سند آزادی حاصل کی۔

## چوتھا باب

سندھ میں عباسیوں کا آخری اثر

المعصم کی خلافت کے عہد میں

آخر زمانہ نے مامون کا ورق اٹھا اُس نے شام میں دینا کو رخصت کیا اور اُس کا بھائی المعصم بالحد تحت خلافت پر جلوہ آرا ہوا۔ المعصم کے عہد میں محمد بن فضل کو اپنے سفرِ جہاد پر سب سے مجبوراً سندان میں واپس آنا پڑا۔ وہ اپنی ہمت اور حوصلہ میں تھکا نہ تھا۔ یقیناً وہ اپنی فحندی کی رفتار میں بہت دور تک نکل جاتا وہ شہر خالی پر قبضہ کر بیٹھا تھا کہ یکایک گوشن گزار ہوا کہ اُس کی غیبت میں موقع پا کے اس کی بھائی مامان بن فضل نے سندان پر قبضہ کر لیا۔

خاصی بھائی کی طرف سے ایسی خلافت توقع سرد مہری کا حال سُن کے وہ بہت

عہدِ بلاوری۔ عہدِ بلاوری۔ عہدِ ابنِ افریغہ بلاوری۔

محمد بن فضل  
کاتبہ حضرت علی

ہی حیران ہوا۔ اور جب سندان پہنچ کے اُسے اس خبر کی تصدیق ہوئی اور وہ  
شہر ہوا پناہ مرکز حکومت تھا اور مدت تک خاص اپنے قبضہ اقتدار میں رہ چکا تھا اُس  
کے چھاماںک خود اپنے اُپر بند دیکھے تو باہر کسی گاؤں میں ٹھہر گیا۔ اور دار الخلافت  
بغداد کی طرف بغرض چارہ جوئی عریضہ روانہ کیا۔ اس عریضہ کے ساتھ اُس نے  
ایک ساٹھویں لکڑی کا اتنا بڑا بے داغ ٹکڑا بھی بطور نذرانہ بھیجا جو عراق میں نہایت  
حیرت کی نگاہوں سے دیکھا گیا۔ اس لیے کہ اس سے بڑا ساٹھویں ٹکڑا وہاں کبھی کسی کی  
نظر سے گزرنا کیا سے خیال دین بھی نہ گزرا تھا۔

معظم باللہ نے اُس کے عریضہ پر توجہ کی اور ارادہ کیا کہ ماہان کو ہٹا کے پھر محمد بن فضل مقرر  
کیا جائے۔ مگر جب تک خلافت کی طرف سے کوئی بندوبست ہو ہو ماہان نے اُسے  
کم زور پاس کے مقابلہ کیا۔ خرابی یہ تھی کہ سندان اور اُس کے قرب و جوار کی رعایا عموماً  
ماہان کی طرفدار تھی اور محمد کے سب خلاف تھے۔ فوجی حلقوں میں بھی ہر طرف اُس کی ناراضی  
کا اثر پھیلا ہوا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس غریب کو کین پناہ بھی نہ مل سکی۔ خود اُس کے ہمراہی  
اُسے چھوڑ چھوڑ کے ماہان سے جا ملے اور آخروہ اپنے بے مہربانی کے ہاتھ میں گرفتار  
ہو کے فوراً قتل کر ڈالا گیا۔ اور اُس کی لاشیں منظر عام میں منسوب کی گئی تاکہ لوگوں کو عبرت  
ہو۔

مامون کے آخری عہد تک منصوبہ کی حکومت موسیٰ برکتی ہی کے ہاتھ میں تھی معتمد  
کے زمانہ میں بھی ایسا ہی حکمران رہا۔ اُس کی نسبت مورخین کہتے ہیں کہ ایک نیک اور فیاض  
فرمانروا تھا۔ بہت انصاف اور عدالت پروردی سے حکومت کی۔ اور سندھ میں اپنی بیوی  
اور رحم دیون کی بہت سی یادگاریں چھوڑیں۔ اور آخر چہند روز بعد اپنی داستان  
فسانہ گو یوں کی زبان پر چھوڑ کے شیشہ بھری مین رہ گرا اسے عالم عبادان ہوا۔ اور  
مرنے وقت اپنے بیٹے عمران کو اپنا جانشین مقرر کر گیا۔ دار الخلافت میں جب یہ خبر  
پہنچی تو معتمد باللہ نے بھی عمران کو والی سندھ تسلیم کر لیا۔ اور حکومت کا فرمان لکھ کے  
اُس کے پاس بھیج دیا۔

عمران حاکم  
سندھ

عمران کو جب یہ فرمان مل لیا تو اُس نے اپنے دل کے پُچھو شش حوصلہ پر سے

عہ بلاذری - عہ بلاذری - عہ بلاذری

۶۷ھ کا  
قیقان پر حملہ

کرتے کی طرف توجہ کی۔ سب کے پہلے اُس نے قیقان پر حملہ کیا جس پر جاٹ لوگ نہ صرف  
برگئے تھے۔ جاٹوں کو اُس نے اُن کی سر تابی پر خوب سزا دی۔ اور اچھی طرح قلع  
واقع کر کے قیقان پر قبضہ کیا۔ یہ کارروائیاں کر کے وہ واپس آیا راستہ میں آتے وقت  
ایک مناسب مقام دیکھ کے وہاں سہل بھر پر یک نیا شہر آباد کیا جس کا نام ”مبضا“ رکھا  
اس جدید شہر مبضا کو اُس نے ایک فوج مستقر قرار دیا اور اُس میں چھانوین نوہین  
اور منصورہ میں چلا آیا

نیا شہر مبضا

باغی قذابل  
پر حملہ

منصورہ میں چند روز قیام کر کے اُس نے شہر قذابل کی طرف کوچ کیا اس  
شہر پر محمد بن خلیل نامی ایک شخص نے زبردستی تصرف کر لیا تھا۔ جو احکام خلافت  
سے سر تابی کرتا تھا۔ اُس کی طرف علم بغاوت بلند دیکھ کے عمران قذابل پر حملہ آور  
ہوا۔ یہ شہر ایک پھاڑ کی چوٹی پر آباد تھا اور نہایت مضبوط مقام تھا۔ گو وقتیں تھیں مگر  
عمران نے فوراً محاصرہ کر لیا۔ آخر محمد بن خلیل جب عاجز ہوا تو کھل کے مقابلہ کیا عمران  
نے اس عیدگی اور شائستگی سے اپنے سپاہیوں کو لڑایا کہ محمد کو شکست ہوئی۔ اور عمران  
نے شہر پر قبضہ کر لیا۔

عربی کرشن  
کی جلا وطنی

عمران نے اس طرح قذابل پر قبضہ کر کے وہاں کے صاحب اثر فتنہ پرداز اور  
پر خاش جو رؤساء عرب کو جلا وطن کر دیا اور شہر صدر میں جا کے سکونت اختیار  
کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح تمام فساد انگیز لوگ قذابل سے نکل گئے۔ اور عمران کی کرات  
آئینہ کوشش سے یہ مضبوط شہر جس کا فتح کرنا ایک اونے کمزور باغی کے مقابلہ میں بھی  
دشوار ہو جاتا تھا ہر قسم کے فتنہ و فساد سے آزاد ہو گیا۔

مید لوگوں کی  
سرکوبی

قذابل کا انتظام کر کے جو ان بہت عمران مید لوگوں پر حملہ آور ہوا۔ اس لیے کہ  
ان لوگوں نے یہاں تک سراٹھایا تھا کہ بالکل خلافت کے اطاعت سے نکل گئے تھے۔  
عمران ان لوگوں سے جو لڑائیاں لڑا ان میں بھی بہت کشت و خون کی ذمیت آئی۔  
خاص قوم میدین سے تین ہزار آدمی تہ تیغ ہوئے ایسی زکین پانے اور اتنی جانیں یسے  
پر بھی مید لوگوں نے اطاعت کا اقرار نہ کیا تب عمران نے بڑھو کے ان کے شہر کا محاصرہ  
کر لیا۔ اور ارادہ کر دیا کہ چاہے کچھ ہو بغیر مید لوگوں کو سزا دیے نہ رہے گا۔

اس محاصرہ کے زمانہ میں عمران نے ایک کھڑنبہ کی مضبوط سٹرک بنوائی  
 ”جو سکتہ المید“ (سٹرک مید) کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر وہ شہر سے ذرا ہٹ کے نہر  
 روز کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ اور ان جاٹوں کو جنھیں گرفتار کر کے ہمراہ لایا تھا اپنے  
 سامنے بلوایا ان کے ہاتھوں پر مہرین لگوا دیں۔ پھر ان پر جزیرہ مقرر کیا۔ اور حکم  
 دے کے چھوڑ دیا کہ تم لوگوں کا جب کبھی جائزہ لیا جائے تو لازم ہے کہ تم میں سے  
 ہر شخص کے ساتھ ایک کتابھی ہو۔ اس حکم کا یہ نتیجہ ہوا کہ کتوں کی قیمت بہت زیادہ دیکائی  
 تھی اور نہ ملنے تھے۔ اور آخر ایک ایک کتابھی سپاس سپاس درہم برفروخت ہوتا تھا۔

تلفہ پریش

یہ کارروائیاں کر کے اُس نے بڑی سختی سے مید پر حملہ کیا۔ اس وقت سرداران  
 قوم جاٹ جنھوں نے اطاعت اسلام قبول کر لی تھی اُس کے ہمراہ رکاب تھے۔ اُس قوم  
 کے محاصرہ میں جیسی مستعدی اور جیسی کارگراریاں دکھائیں شاید اس سے پہلے کسی  
 عرب سردار نے کسی شہر کے محاصرہ میں نہ دکھائی ہوں گی۔ اُس نے صرف محاصرہ  
 ہی نہیں کیا اور باہر کی مدد ہی نہیں رد کی بلکہ شہر والوں کو ہر طرح تلک اور عاجز کیا۔  
 یہاں ایک نئے بھی جو شہر مید کے اندر سے ہو کے گذری تھی۔ یہ ایک بہادر شوخ بھی  
 اور اُس کا پانی نہایت صاف شیرین اور خوشگوار تھا۔ چنانچہ شہر والوں کی زندگی اُسی  
 کے پانی پر بسر ہوتی تھی۔ عمران نے سمندر کا پانی کاٹ کے اُس نہر میں گروا دیا جس کی طو  
 سے نہر کا پانی بالکل کھاری ہو گیا۔ اور شہر والے آخر ایک ایک بوند پانی کو ترسنے لگے  
 لیکن اُس پر بھی مید والوں نے شہر کے پھاٹک نہ کھولے اور اُسی طرح شہر میں چھپے بچے  
 بے حلاوت کی اطاعت کا اقرار نہ کرنا تھا نہ کیا۔ عمران نے بھی ہمت نہیں ہاری۔ اُسی  
 طرح محاصرہ کیے پڑا رہا۔ روز چاروں طرف اضلاع پر تاخت و تاراج کرتا تھا۔ اور  
 شہر پر سختی کرتا تھا۔

کال انجینی  
 کا ایک نمونہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ عمران کے ہاتھ سے مید لوگوں کے بچ جانے کی کوئی  
 امید نہ تھی مگر دنیا میں بعض اتفاقات ایسے پیش آیا کرتے ہیں جن سے تقدیر کا سلسلہ بخوبی  
 ع۔ یہ حکم کوئی نیا نہیں بلکہ جاٹوں کے لیے قدیم زمانہ سے اور پنج کے عہد سے چلا آتا تھا جس کو کھجور  
 نام نے بھی جائز رکھا۔ غالباً اسی وجہ سے آج تک بلوچستان اپنے کتوں کے اعتبار سے مشہور ہے جو کسی اجنبی  
 کو پاس پہنچنے نہیں دیتے۔ ع۔ بلوڑی۔ ع۔ بلوڑی۔

تہانت ہو جاتا ہے۔ اور جو انسان کے لیے ایک عجیب عبرت کا سبق ہو جایا کرتے ہیں۔ ایسا ہی معاملہ بیان بھی پیش آیا۔ ادھر تو مید کا فتح ہونا ایک ہونے والی بات نہ تھی اور دوسری طرف عمران بن موسیٰ کا پیچانہ عمر لہزیز ہو چکا تھا۔

پھر نزاری  
دیانی کا جھگڑا

ان آخر الذکر تقدیری معاملات کا وقوع اس طرح ہوا کہ وہی شخص متعصبانہ جھگڑا جس نے اسلام کو بہت جگہ نقصان پہونچایا یعنی یامینہ اور مرثد قبائل عرب کا تعصب ضلوع سندھ میں پھر تک اٹھا۔ عمران یامینہ کو گون کا جانب اور تعالٰیٰ اسی عثمان بن نزاری لوگ اسکی جان کے دریغ ہو گئے۔ عمر بن عبد العزیز ہتباری جو ہتبار بن اسود کی نسل سے تھا اور اپنی جرأت و لیاقت کی وجہ سے تمام نزاریوں کا سردار مانا جاتا تھا۔ لہذا ایک اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ایک فوج لے کے عمران کے مقابلہ کو چلا۔

عمران مید لوگوں کے حاصرے میں اس قدر سرگرم تھا کہ دیگر تمام معاملات کی طرف توجہ بھی نہ کرتا تھا اسے عمر کی روانگی کی خبر بھی نہ ہوئی اور عمر نے اس تیزی سے سنا زل قطع کیے کہ اچانک آپڑا عمران کے ہمراہی ہو شیار بھی نہ سونے پائے اور چالاک حریف نے نیچا یک حملہ کر کے عمران کو قتل کر ڈالا۔ یہ عمر بن عبد العزیز بن شبنون سے ہندوستان میں تھا۔ اور اُس کا دادا حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ وارد سندھ ہوا تھا۔

عمران کا  
مارا جانا

عمران کے مارے جانے کی خبر جب متصم کو پہونچی تو اُس کو یہ پسند نہ ہوا کہ ایک شخص خلافت کے معین کیے ہوئے والی کو مار ڈالے اور پھر اُس کی یہ کارروائی جائز بھی رکھی جائے۔ اُس نے فوراً عبید بن اسحق ضبی کو والی سندھ مقرر کر کے روانہ کیا عمر بن عبد العزیز نے اگرچہ ایک لائق اور بہادر والی کو مار ڈالا تھا۔ اور خود بھی ذاتی طور پر بہت بڑی قوت رکھتا تھا اس لیے کہ مسلمانان سندھ پر ان دنوں اُس سے زیادہ کسی کا اثر نہ تھا مگر خلیفہ متصم کی جانب سے عمران کی جگہ عبید بن اسحق ضبی والی مقرر ہو کے آگیا تو اُس کو سوا اطاعت و فرمان برداری کے اور کوئی چارہ نہ نظر آیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ خود عبید کے دماغ بھی عمر کی قوت کا اتنا اثر پڑا ہوا تھا کہ خلافت کا غش تو یہ تھا کہ اسکی قوت توڑی جائے مگر عبید نے

عبید حاکم  
سندھ

اسکی پاسی

اس نے کسی قسم کی سزا چمت نہ کی۔ متعدد اطراف میں دیگر مسلمان سرداروں نے جہان جہان سرتابی کی اُن کو اُس نے بخوبی سزا دی اور ثابت کر دیا کہ وہ طرح دینے والا یا ذل کا ضعیف بھی نہ تھا لیکن عمر بن عبدالعزیز اپنے اطمینان و آزادی سے بیٹھا رہا۔ اور عبسہ نے کبھی پوچھا بھی نہیں کہ عمران کی جان لینے کے اسباب کیا تھے۔

عبسہ جب حکومت سندھ پر مامور ہوا ہے تو قبل اس کے کہ وہ سرزمین منصورہ میں پہنچے کئی عربی شہزاد صاحب اثر و ساکنی مشہورون کو دبا بیٹھے تھے۔ لیکن جب وہ منصورہ میں داخل ہو گیا تو مجبوراً سب سے اطاعت جھکا دیا۔ اور اُس کی خدمت میں حاضر ہو کے حکومت سندھ پر مبارک بادوی صرف عثمان نامی ایک شخص نے اپنی سرتابی میں استقلال دکھایا۔ اور اگر عبسہ کی طرف سے بڑی بڑی کوششیں کی گئیں مگر اُس نے اطاعت سے انحراف ہی کیا۔ آخر عبسہ ایک لشکر لے کر جزیرہ دؤرا عثمان نے شہر میں چھپ کے پناہ لی۔ اور اس مضبوطی و احتیاط سے مقابلہ کرتا رہا کہ حملہ آوروں کو نو برس کے مسلسل محاصرہ کے بعد شہر فتح کرنا نصیب ہوا۔ عبسہ نے ایسی کارگزاریاں کیں اور اس بیدار مغزی سے سرزمین سندھ پر حکومت کی کہ معظم کو کبھی اُس کے بدلنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوئی۔ یہاں تک کہ اُس کا دور تمام ہو گیا۔

معظم کے زمانہ میں سب سے بڑا اور زبردست دشمن خلافت بابک تھا جس نے ایک مدت سے سر اٹھا رکھا تھا۔ اور افواج خلافت کو اُس کے مقابلہ میں اکثر بڑے بڑے صدمہ اٹھانا پڑے تھے۔ آخر معظم کے ترکہ کی جوان مرد سپہ سالار افشین نے اُسے کامل شک و دے کے گرفتار کر لیا۔ جب شکستہ ہجری میں افشین نے اس نامور قیدی کو اپنے دار الخلافہ سامرہ میں معظم کے سامنے لاکے حاضر کیا تو معظم اس قدر خوش ہوا کہ جوش مسرت میں دو موتیوں کے ہار افشین کے گلے میں ڈال دیے۔ اور خالص اس کو اپنی ذات کے لیے دو کروڑ درہم دیے۔

عہ یعقوبی عہد ستر ایٹھ لکھتے ہیں کہ یہ دو کروڑ سندھ کے محاسن سے لیے گئے جو وہاں کے دوسل کے خراج کے برابر تھے۔ ابن اثیر اور دیگر مؤرخین نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے مگر یہ نہیں لکھا کہ یہ روپیہ محال سندھ کا تھا۔ ظاہر ہے کہ بالکل غلط ہے اس لیے کہ امویں نے جب اسے برقی حکومت سندھ

اُس کا تسلط

زبردست  
باغی خلافت  
کی  
عرفت ہی

پھر ایک کروڑ درہم اس غرض سے لائے کہ اپنے ہمراہی جوان مروان کو انعام و اکرام کے طریق سے دے کے مسرور و محفوظ کرے۔ اور اس قدر قدر دانی کی کہ جب وقت وہ بابک کو لے کے سامرہ کی طرف روانہ ہوا ہے تو میدان جنگ سے لے کے سامرہ تک یہ پورا انتظام کروایا گیا تھا کہ ہر منزل پر اس سے ایک خلعت گران بہا دیا گیا۔

سبب سالاران  
خلافت کو  
سندھ میں  
جاگیر

قدر دانی اتنے ہی پر تمام نہیں ہو گئی تھی بلکہ معتصم نے اس خدمت کے صلہ میں انشیں کو سرزمین سندھ میں ایک بڑی جاگیر بھی مرحمت فرمائی۔ اور شعر کو بھیجا کہ جا کے اُس کی مدح خوانی کرے۔ یہ جاگیر دنیا صاوت بتاتا ہو کہ المعتصم کے عہد تک سندھ کے صرف بلاد سواتل ہی ہیں بلکہ زیادہ حصہ ہائے زمین خلافت کے قبضہ میں تھے۔ ہاں بعض شہروں پر البتہ جیسا کہ ہم خود ہی اوپر بیان کر آئے ہیں بعض سرکش مسلمانوں نے غلبہ کر لیا تھا۔ اور جنھوں نے آخر میں چھوٹے چھوٹے فرمانرواؤں اور امیروں کی حیثیت پیدا کی۔

المعتصم باللہ کے عہد کا ایک یہ واقعہ بلاذری نے نقل کیا ہے جو غالباً دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ بلاذری اُسی عہد کے لوگوں میں ہو لہذا اُس کے بیان کی تجدید اپنے قیاس پر تکذیب نہیں کی جاسکتی۔ گو ہم جانتے ہیں کہ بعض طبائع اسے کسی قدر متبع خیال کریں گی۔ وہ یہ کہ اُن دنوں کشمیر ملتان اور لاہور کے درمیان میں ایک مقام تھا جس کا نام عسحاق تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی حکومت تھی جس پر ایک ہندو راجہ فرمانروائی کرتا تھا۔ عموماً بہت پرست لوگوں کی آبادی تھی۔ اور ایک بڑا بُت خانہ سارے شہر اور گرد و نواح کے عقیدت مندوں کا مرجع تھا جس میں اس بڑے دیوتا کی عورت رکھی تھی جسکی پرستش وہاں عموماً سب سے افضل خیال کی جاتی تھی۔ اُس بُت خانہ کی

عسحاق  
اور اُس کا  
سندھ

مانور کیا ہے تو اُس سے سندھ کا خراج دس لاکھ درہم مانور کر لیا جاتا۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ دکروردہم دو سال میں کیونکر خزانے کو وصول ہو گئے۔ اصل یہ ہے کہ سندھ کی زمین جاگیر کے طور پر دی گئی تھی۔ اور انعام خاص خزانہ دار خلافت سے دیا گیا۔

عہد ابن اثیر۔

عہد سٹر ایلیٹ عسحاق کی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ "عسحاقی تہ ہے جس کا ذکر اس سے پیشتر کے زمانہ میں بعض لوگوں نے کیا ہے۔"

حمارت بہت عالیشان تھی۔ غیر معلوم زمانہ سے برابر اس کی پرستش ہوتی چلی آتی تھی۔ اور ہمیشہ سے وہاں کے راجہ اس دیوتا کے آگے سر جھکانے رہتے تھے۔

اتفاقاً متھم کے زمانہ میں وہاں کے راجہ کا لاڈلا بیٹا بیمار ہوا۔ جان نثار بابائے دوادرن میں کوئی بات نہ کرنا داشت مین کی۔ دُرو دُور سے اہلہ آئے اور مجبوراً تھک کے پہلے گئے۔ لڑکا روز بروز کھلتا چلا جاتا تھا اور بیماری روز افزون ترقی کر رہی تھی۔ دنیا کا عام قاعدہ ہے کہ ایسی مجبوری کی حالت میں انسان مذہب کا دامن پکڑتا ہے۔ چنانچہ راجہ نے اُس عظیم الشان مندر کے تمام ہندوؤں اور یوجاریوں کو بلا کے کہا "دیوتا کے سامنے جا کے دعا مانگو اور البتہ اگر دیکھو کہ اس کو اچھا کر دے" یوجاریوں نے راجہ کی درخواست منظور کی اور نسبت غنا کی راہ لی۔

دیوتا سے جواب تو کیا ملا ہوگا مگر یوجاریوں نے بات بنا کے راجہ کے خوش کر دینے کے لیے تھوڑی دیر کے بعد آ کے کہا "مہاراج۔ آپ اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لیجیے دیوتا کی مدد سے راجہ کنوڑا چھ ہو جائیں گے۔ ہم نے بھاکر جی سے دعا کی اور ہم کو معلوم بھی ہو گیا کہ ہماری دعا قبول ہو گئی۔ سب دیوتا وعدہ کر چکے تو پھر کسی بات کا اندیشہ نہیں ہے" یہ ایسا تسکین بخش وعدہ تھا کہ راجہ نے علاج کی طرف سے بھی غفلت کی اور بالکل برہمنوں کے کہنے پر بھر دسا کر لیا۔ اُس کی امیدیں تو ہی ہو گئیں۔ اور دل میں آرام پیدا ہوا۔

لیکن اتفاق۔ یا برہمنوں کی قسمتی کہ اُن کے وعدے کے خلاف یکایک مرض نے ترقی کی۔ اور وہ لاڈلا بیٹا بچے حسرت زدہ دل کو داغ دے گیا۔ یہ اتنا بڑا صدمہ تھا کہ راجہ کے ہوش و حواس بجا نہ رہے۔ اور خصوصاً برہمنوں پر تو اس کا غصہ جنون کے درجہ کو پہنچ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یکایک اُس کے دل سے بت مند اور برہمنوں کی وقعت بالکل جاتی رہی۔ اُس نے فوراً بلا لحاظ اس کے کہ رہا یا کہ عقائد کا کچھ پاس و لحاظ کرے یا ملک کے جوش و خروش اور عام برہمی کے نتائج پر غور کرے جا کے مندر کھو اڈالا۔ مورت کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور تمام یوجاریوں اور خدام بہت خانہ کو تہ تیغ کیا۔

مند کا انہدام





دیل پہنچ گئے اس نے اس قدیم شکستہ حال مند کو اس کام کے لیے تجویز کیا جو محمد بن قاسم کے حملہ کے وقت منجیق عروس کی مار کھا چکا تھا۔ اور باوجود ڈیرہ سو برس گزر جانے کے اب تک کھڑا ہوا زمانہ کو اپنی گزشتہ داستان سنا رہا تھا۔

عنبسہ نے اس کے طولانی گنبد کی چوٹی توڑ کے گروادی۔ عام مکانات کی طرح اس کی چھت مسطح کرائی اور جو پتھر اس عمارت سے نکلے اُن سے شہر کی دیگر ضروری عمارت کی مرمت شروع کی۔ شہر دیبل کی اصلاح کی اسے بڑی خواہش تھی جس کی طرہ وہ اب آزادی اور فارغ البالی سے توجہ کر سکا۔ اب مسند ہند آگیا اور الواثق باللہ کو سفر آخرت درپیش ہوا۔ تاج خلافت المتوکل باللہ کے سر پہ رکھا گیا متوکل نے تخت پر بیٹھتے ہی عہد واثق کے مامور ترکہ سردار تیاخ کو کسی ناراضی پر قتل کر ڈالا۔ والی سندھ عنبسہ اسی کی سفارش اور کوشش سے ولایت سندھ پر مامور کیا گیا تھا۔ اتفاقاً مسند جبری میں خلافت کا تاج جب متوکل کے سر پہ رکھا گیا اور تیاخ پر تباہی آگئی تو اس کے مامور کردہ لوگوں پر بھی جدید صاحب اختیار سرداروں کی نظر پڑنے لگیں۔ یہ سن کے عنبسہ انتہا سے زیادہ خائف ہوا اور آخر اس سے سوا اس کے اور کچھ نہ بنی کہ ولایت سندھ چھوڑ کے عراق کی راہ لے اور دار الخلافہ بغداد کے قریب پہنچ کے لوگوں کے موافق بنانے کی کوشش کرے۔

المتوکل باللہ کی خلافت مسند ہند سے منقطع ہو گئی

ایسے نازک وقت میں جبکہ پہلے ہی سے پُر غضب نگاہیں پڑ رہی تھیں۔ عنبسہ کا اپنے مستقر سے ہٹنا متوکل کے لیے ایک کافی جیلہ تھا۔ اس نے فوراً اسے ولایت سندھ سے معزول کر دیا۔ اور ہرون بن ابی خالد مرد روزی کو مقرر کر دیا۔

ہرون بن ابی خالد حاکم سندھ

ہرون کے زمانہ حکومت کا حال بالکل مبین معلوم ہو سکا۔ اور اب وہ زمانہ آگیا جب سے ہند کو خلافت سے بہت کم علاقہ رہا۔ اس لیے کہ عربی سردار اور شہسوار جو خلافت اسلامیہ کے رکن اور فوجت بازو تھے۔ انہیں تو دعائی سو برس کی دولت مندی نے عشرت پسند بنا کے عالیشان محلوں اور پریش و نازین لونڈیوں عہد بلاذری عہد یعقوبی۔ مگر بلاذری بیان کرتا ہے ولیدوں کا تیسرا الواثق باللہ کے ہاتھ سے غل میں آیا۔

کے جھڑپ میں بٹھا دیا۔ اور جاکش الاسلام ترک جو اپنی اطاعت کی سٹی کے صلہ میں  
برکتان کے پہاڑوں اور درون سے آکے خلفاء کے مشربینہ تھے اکثر اضلاع  
پر تسلط اور قابض ہو گئے۔ ان لوگوں نے اکثر اطراف میں بجائے خود سدا بٹھایا  
اور عربوں میں بنی فاطمہ نے امامت کے دعوے کر کے ایسے مختلف فرقہ پیدا کر لیے  
جنہوں نے خلافت کی بھی کبھی قوت کو اپنی طرف جذب کر لیا۔

ہرون چندہی روز حکومت کرنے پایا تھا کہ یکا یک عربی قبائل متوطن سندھ میں  
باہمی مخالفتوں اور جھگڑوں کا ظور ہوا۔ ہرون نے اصلاح چاہی تو یہ اٹانہ بیچہ ہوا کہ اس  
نے مسئلہ چیری میں سرزمین سندھ ہی میں اس کا کام تمام کر دیا۔

ہرون بن ابی خالد والی سندھ جب مفسدون اور باغیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔  
تو سندھ کو کسی شاہی وکیل اور نائب خلافت سے بالکل خالی پا کے عمر بن عبدالعزیز مہاری  
جس کا اثر یہاں روز افزون تھی کرتا جاتا تھا اپنی ترقی کے تدابیر میں مشغول ہوا۔ اہل  
عرب کا غالب گروہ پہلے ہی سے اس کا طرفدار تھا اب اس نے قریب قریب تمام  
لوگوں کو اپنے موافق بنا کے حکومت سندھ کی باگ بلاتل لینے باقیہ میں لے لی۔ اور  
شاید خلیفہ بغداد جعفر متوکل کو ہرون کے مارے جانے کی خبر ہوئے ہوئے تھوڑے  
ہی دن ہونے ہون کے اور ہونہرہ کسی نئے والی کا انتخاب مین کرنے پایا تھا کہ عمر بن  
عبدالعزیز مہاری کی عرضداشت دربار خلافت میں جا پہنچی جس کا مضمون یہ تھا  
کہ ملک سندھ میں سخت بد نظمی ہو رہی ہے۔ اور یہاں کے انتظام کے لیے مجھ سے زیادہ  
منا سب کوئی کم ہوگا اس لیے کہ میں یہاں کے تمام حالات سے بخوبی واقف ہوں۔  
اور ہون سے یہیں مقیم ہوں۔ اگر یہ حصہ خلافت میری تولیت میں دیا جائے تو  
وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی بد نظمی کی شکایت وہاں نہ ہوئے گی۔ متوکل دیگر ملک کے فساد  
سے اس قدر پریشان ہو رہا تھا کہ اس کو عمر بن عبدالعزیز کی درخواست منظور ہی  
کر کے بنی۔ چنانچہ فوراً عمر بن عبدالعزیز کے نام پر وائے حکومت لکھا۔

سرزمین سندھ کو اب دارالخلافت بغداد سے بہت کم تعلق رہ گیا۔ عمر بن عبدالعزیز  
کو یہ حکم خلافت سے دیا گیا۔ لیکن اس کے بعد کبھی خلافت کو اپنی طرف

عمر بن عبدالعزیز  
مہاری کی حکومت

اس کی عہدیت  
دارالخلافت میں

دارالخلافت بغداد  
سے سندھ کی  
بے تعلقی

سے کوئی والی مامور کر کے روانہ کرنا نہیں نصیب ہوا۔ سندھ کے متعدد اضلاع تو پہلے ہی سے عربی النسل حکمرانوں کے تابع ہو چکے تھے۔ جو حضرت ابی بکرؓ کے خلاف بغاوت کے تابع تھا اسکی قسمت عمر بن عبد العزیز مہاری کے ہاتھ میں ایسی دی گئی کہ پھر واپس مینن لی جا سکی۔ اس لیے کہ آئندہ سے حکومت سندھ عمر بن عبد العزیز ہی کے خاندان میں رہی

خلافت عباسیہ کی گروہی

در اصل اب خلافت عباسیہ میں ضعف آگیا تھا۔ اور اس کے قویٰ آن مختلف حکمرانوں میں جذب ہوتے جاتے تھے جو صرف نام کے لیے تو خلفائے بغداد کی اطاعت کا دم بھر رہے تھے مگر حقیقت میں سلطنت کے باغی اور خلافت کے دشمن تھے۔ خلفائے اب اتنی طاقت ہی مینن رہی تھی کہ کسی حاکم کو کسی صوبہ یا ملک کی حکومت سے جدا کر سکیں۔ خراسان، عراق، اور سیستان وغیرہ ہر ملک مشرق مامون رشید ہی کے عہد سے فارغ و الینین کے خاندان کے قبضہ اقتدار میں ہو گئے تھے۔ مگر اس فیاض اور نیک خاندان نے کبھی مخالفت مینن کی اور نہ خلافت کے احکام سے کبھی انحراف کیا۔ یہ چھوٹی سلطنت اگرچہ بڑی تھی اور آزاد نظر آتی ہے مگر حقیقت میں بلاد و ملک مشرق میں دولت خاندان کی وقعت صرف اسی خاندان کی وفاداری سے باقی تھی۔ خاندان طاہرہ ہی کی شوکت و مہیبت سے کسی باغی یا فتنہ انگیز شخص کا اثر بغداد پر دباؤ نہیں ڈال سکتا تھا۔

خراسان کی دولت طاہرہ

خلافت بغداد کی قسمتی سے اب خاندان طاہرہ میں بھی ضعف آگیا۔ اور خلافت کی حفاظت و رکنا روہ خود اپنی حفاظت کرنے سے بھی معذور ہو گیا۔ اس خاندان کے ضعف کے ساتھ ہی سیستان میں مختلف باغی اور سرکش پیدا ہونے لگے۔ چنانچہ ۲۳۳ھ میں صالح بن نصر کمانی نام ایک متوطن بگست شخص پیدا ہوا جس نے لوگوں کو اپنے موافق بنانے کے علاوہ سیستان پر قبضہ کر لیا اس کی فوج میں یعقوب بن لیث صفاری نام ایک شخص تھا جس کی کارروائیاں ابھی سے بتا رہی تھیں کہ کچھ کرنے والا اور قسمت و رشتہ سے بہتر۔ طاہر بن عبد اللہ بن طاہر امیر خراسان میں ابھی اتنی قوت باقی تھی کہ خبر سنتے ہی فوراً چڑھ دوڑا۔ اور صالح کو شکست فاش دے کے سیستان کو پھر اپنی قوت و شوکت میں شامل کر لیا۔ طاہر بن عبد اللہ کے سیستان سے واپس جانے کے بعد صالح مر گیا اور ایک اور باغی

یعقوب بن لیث کی ابتدا

درہم بن حسین

اُسی گروہ کوئے کے نوادار ہو ارجلی کا نام درہم بن حسین تھا یہ ایک فوجی شخص تھا۔ یعقوب بن لیث جو پہلے صالح بن نصر کے قراہیوں میں تھا اب درہم کے مزاج میں اُسے اتنا رسوخ ہو گیا تھا کہ درہم کی فوج کی سپہ سالاری اُسی کے ہاتھ میں تھی۔ طاہر بن عبد اللہ کو اتنی جرات نہ ہوئی کہ پھر فوج لیکے آئے اور باہمی درہم کا کام تمام کر دے۔ آخر اُس کی سستی اور غفلت نے درہم کے گروہ کو سنبھلنے اور ایک زبردست فوج کی حیثیت پیدا کر لینے کے لیے کافی حملت دے دی۔

یعقوب بن لیث کی حکومت

درہم صرف ایک سپاہی تھا۔ اُس میں افسری کی لیاقت نہ تھی۔ اُس کے لشکر میں بد فطرتی اس درجہ بھوپنچی کہ لوگوں میں شکایت پیدا ہوئی۔ اور آخر تمام لوگوں نے مل کے یعقوب بن لیث کو اپنا حکمران بنالیا۔ اس لیے کہ اُس کے حسن تدبیر اور لیاقت کا ہر شخص کو اقرار تھا۔ جب درہم کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے خود بھی یعقوب کی سرداری تسلیم کر لی۔ غرض اُس وقت سے یعقوب بن لیث کی قوت اور شوکت بڑھنا شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ خراسان، غزنہ، مکران وغیرہ تمام ممالک مشرق اُسی کے تحت تصرف ہو گئے۔ اب یعقوب بن لیث کی سطوت یہاں تک بڑھی کہ خلیفہ بغداد کو بھی اُس سے دنیا بڑا لیکن یعقوب نے کبھی خلافت کی مخالفت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بغداد کے باقیہت و بجاہت پر شرف ہو کے خلیفہ کو لکھ بھیجا کہ میں ذرا بار خلافت کی ہمیشہ اطاعت کروں گا۔

خلیفہ بغداد کا جلد جلد ہونا

اب خلافت بغداد کی حالت اور زیادہ اتر چوری تھی۔ روز تخت سلطنت کو ایک نئے خلیفہ کی صورت دیکھنا پڑتی چنانچہ اُس وقت سے جبکہ صالح بن نصر نے سیدنا میں پہلے پہل خروج کیا ہے یعنی سنہ ۲۸۵ ہجری سے اُس زمانہ تک جبکہ یعقوب بن لیث نے خلافت کو دبا کے بہت سے صوبجات پر قبضہ رکھنے کی اجازت حاصل کی ہے یعنی سنہ ۲۸۵ تک باہر خلیفہ تخت پر بیٹھ چکے تھے۔ متوکل جس کے زمانہ میں صالح نے علم نبوت بلند کیا تھا سنہ ۳۰۲ میں مارا گیا۔ مستعین بالله خلیفہ ہوا جو سنہ ۳۰۳ میں تخت و تاج سے علیحدہ کر دیا گیا۔ پھر معتز خلیفہ ہوا ۳۰۸ اور ۳۱۱ میں بڑی دولت کے ساتھ قتل کیا گیا۔ تب ہمدانی کے ہاتھ میں خلافت آئی مگر گیارہ ہی مہینہ کے بعد ۳۱۲ میں تخت سے ہٹا دیا گیا اور معتز خلیفہ ہوا۔

معتز خلیفہ بغداد

معتز نے اپنے زمانہ میں جب دیکھا کہ مشرق میں اب کوئی قوت یعقوب بن لیث

سے بڑھ کے سینہ پہ تو لگی تالیف یاد دل ہی کہ لیے اپنی طرف سے بھی سیستان اور  
سندھ کے صوبجات کی حکومت اُس کو دے دی۔ مگر یعقوب کی حرص نے اتنے ہی پر  
تقاعدت سینہ کی بلکہ اُس نے ممالک کرمان خراسان اور فارس پر بھی قبضہ کر لیا۔  
مجبوراً معتدلہ ان مقامات کی حکومت کے لیے بھی اُس کو ایک سندھ دی ۷۵۰ مین  
یعقوب مرگیا تو اس کا بھائی عمرو بن لیث اُس کا جانشین ہوا۔ عمرو نے اتنی بڑی سلطنت  
پر تصرف حاصل کرتے ہی خلیفہ معتدلہ کی خدمت میں اپنی جانشین ہونے کا حال لکھ کے اقرار  
کر لیا کہ میں بھی ہمیشہ آپ کی اطاعت کروں گا۔ معتدلہ کو یہ وعدہ بہت غنیمت معلوم ہوا  
چنانچہ اُس کے بھائی موفی نے جو معتدلہ کے زمانہ میں تمام سیاہ و سفید ممالک تھا عمرو  
بن لیث کی جانشینی کو تسلیم کر لیا۔ خراسان۔ آصفہان۔ سیستان۔ سندھ۔ اور  
کرمان اُس کے قبضہ میں دیے۔ اور مزید عزت کے لیے اُسے بغداد کے صاحب شرطہ  
یعنی کوتوالی کی خدمت بھی دی گئی۔

عمرو بن لیث  
کا زمانہ

ان تاریخی شہادتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سندھ خلافت کے قبضہ سے  
بدا ہوتے ہی صفاریہ خاندان کی قلمرو میں شامل ہو گیا تھا۔ لیکن اگر یہ حکومت تھی بھی تو  
محض برائے نام تھی۔ اس لیے کہ کبھی یہ بھی نہیں ثابت کیا جاسکتا کہ یعقوب بن لیث  
یا اُس کے بعد عمرو بن لیث نے سرزمین سندھ پر قبضہ کیا بھی رکھا۔ وہ دونوں ہمیشہ  
ممالک مغرب ہی میں رہے۔ اور ان کی حلد آوریوں اور فوج کشیوں کے میدان  
صرف خراسان۔ سیستان۔ کرمان۔ زابلستان۔ (غزنہ) اور فارس ہی رہے یعقوب  
بن لیث کی نسبت صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ ایک بار اُس نے ہندوستان کے  
فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ چنانچہ اسی غرض کے حامل کرنے کے لیے وہ فوج لے کے مشرق  
کی طرف روانہ ہوا۔ مگر ٹھنڈی ہی۔ درپہو بچا تھا اور بامیان ہی فتح کرنے کی نوبت  
آئی تھی کہ فتح ہند کے ارادہ سے دست بردار ہو گیا۔ فتح بامیان کے وقت جو وزیر  
اور قدیم زمانہ کے بت اُس کے ہاتھ لگے ان کو اُس نے دارالسلام بغداد روانہ کیا  
اور خود اپنی فوج کا رخ بھی مغرب کی طرف پھیر دیا۔ بہر تقدیر یہ سینہ ثابت ہوتا کہ  
یعقوب بن لیث کبھی سندھ کی حدود کے اندر داخل ہوا۔

سندھ کے  
میں ہی یعقوب  
بن لیث کا  
قبضہ میں  
تھا

یعقوب کا ارادہ  
فتح ہندستان

سندھ کا ہمارا  
خاندان

اس کے ساتھ ہم کو زبردست شہادتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سندھ پر  
المتوکل کے عہد سے خاندان ہباری کا جو تسلط ہوا تو برابر اُسی کی نسل میں چلا گیا۔  
غالباً جب معتض نے یہ ملک یعقوب بن لیث اور اُس کے بھائی عمرو کو دیلے تو عمر بن  
عبد العزیز ہباری نے بھی ان دونوں کی اطاعت کا وعدہ کر لیا۔ اپنی طرف سے  
پورا اطمینان دلا کے اُن صفاری جنگجوؤں کو دیگر ممالک مشرق کے جھگڑوں میں مصروف  
کر دیا۔ اور اس ترکیب سے اپنی آزادی اور حکومت قائم رکھی۔ یہاں تک کہ ہم کو مختلف  
سیاحوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ صفاری لوگ اپنی حکومت کا پورا دور دکھا کے  
تام بھی ہو گئے اور سندھ پر عمر بن عبد العزیز کی نسل اُسی اطمینان اور سنجیدگی سے  
حکومت کرتی رہی جس طرح کہ پہلے کر رہی تھی۔ اسی عہد کا ایک اور واقعہ اس موقع  
پر بیان کرنے کے قابل ہے۔ خلیفہ مامون رشید نے سن ۱۷۷ھ میں عبد اللہ بن زیاد  
کے بیٹے محمد بن زیاد کو والی مین مقرر کیا تھا۔ محمد بن زیاد نے مین کی حکومت میں ایسی  
شائستگی دکھائی کہ خلافت کو کبھی اُس کے معزول کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔  
بلکہ اُس کے حسن کارگزاری کی بیان تک قدر کی گئی کہ مین کی حکومت اُس کے بعد  
بھی اُسی کی نسل میں رکھی گئی۔ اسی کے خاندان میں سے آخر ابو الجیش اسحق بن ابراہیم  
حکمران ہوا۔ اس شخص کی عمر بہت زیادہ ہوئی اور اسے اسی برس تک حکومت  
کرنے کا موقع ملا۔ متوکل اور متعین کے عہد تک برابر ابو الجیش ہی حکومت کر رہا تھا۔  
آخر یحییٰ بن حسین نے جو ابن طباطبائے علوی کی نسل سے تھے مین میں ظاہر ہو کے عورت  
زیدیہ شروع کر دی۔ یہ سندھ سے مین میں وارد ہوئے تھے۔ اس لیے کہ اُن کے  
دادا قاسم نے سرزمین عرب چھوڑ کے سندھ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں  
مقیم ہو گئے تھے۔ یکھئے جب مذہب زیدیہ کی ترویج کے لیے مین میں آئے ہیں  
اُس وقت شیعہ جبرائی تھا۔ اس سے اندازہ کر لیا جاسکتا ہے کہ اس وقت  
تک سندھ میں عرب کے معزز خاندانوں کی کس قدر آمد و رفت تھی۔

ابن طباطبائے  
اور سندھ  
میں مذہب  
زیدیہ کی ابتدا

عمر بن عبد العزیز  
کا حکم سندھ

عمر بن عبد العزیز جو حکم و اجازت خلیفہ المتوکل سندھ کے سیاہ و سفید  
کا مالک ہوا تھا۔ ایک قزوینی نژاد شخص تھا۔ اس کے دادا ہبار بن اسود بن  
عبد بن خلدون۔

عبدالعزیز بن قسطنطین صحت یافتگان حضرت اسالت میں سے تھے۔ ہمارے  
ابتداءً جناب رسول خدا صلعم کی سخت مخالفت کی تھی مگر آخر بعد فتح مکہ ایمان لائے  
اور اطاعت اس کام دین میں بہت مستقل ثابت ہوئے۔ ہمارے بن اسود کی مان کا نام  
فاخرۃ بنت عامر بن قریظہ قشیرہ تھا۔ اجداد ان لوگوں کا قیام عرب ہی میں رہا۔ مگر  
سلسلہ کے قریب یہ خاندان دریائے سندھ کی اطراف میں آکے سکونت پذیر  
ہوا۔ سندھ میں سب کے پہلے ان لوگوں نے مقام باینہ کو اپنا مسکن قرار  
دیا۔ اور باینہ ہی میں رہتے رہتے اپنی کوششوں میں بیان تک کا میسابی حاصل کی۔  
اور خلافت کے ضعف اور عربوں کے باہمی جنگ و جدال سے بیان تک فائدہ اٹھایا  
کہ منصورہ کی ولایت ان کے ہاتھ میں ہو گئی۔ عمر بن عبدالعزیز کے عہد کے حالات  
بالکل یقین معلوم ہوتے کہ اُس نے کیسے انتظامات کیے۔ اور رعایا کے ساتھ اُس  
کا کیا برتاؤ رہا۔ اس کی زیادہ توجہ صرف یہ ہے کہ خلافت بغداد کے ساتھ ہی  
موضع عرب نے بھی سندھ کے حالات کی طرف سے بے توجہی کر لی۔ اس خاندان  
کو اگرچہ اب دارالخلافت سے کوئی پولیٹیکل تعلق نہیں تھا مگر عراق و عرب سے  
خانگی تعلقات برابر قائم تھے۔ چنانچہ قاضی ابوالشوارب کے خاندان میں جو عراق  
کی طرف مقیم تھا اور متبادریوں میں جن کے ہاتھ میں سندھ کی حکومت تھی عسکری زوری  
اور جدی قریب تھی۔ اسکے علاوہ یہی ثابت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی لیاقت و دانائی کی  
عراق میں دھوم تھی۔

سندھ عراق  
کے تعلقات

اس بات کا بالکل یہ نہیں چاہتا کہ عمر بن عبدالعزیز مباری خود اپنی ذات  
سے کس زمانہ تک حکومت کرتا رہا۔ غالباً اُس کی عمر زیادہ ہوئی تحت خلافت پر  
بہت سے خلفا کا بیٹھا اُس نے اپنی آنکھ سے دیکھا اور یعقوب صفاری کی لڑائیوں کے  
شعلہ سیستان و کرمان میں اُس کے سامنے بند ہوا۔ اور خلیفہ معتز نے  
جب دیگر ممالک کے ساتھ مملکت سندھ بھی یعقوب صفاری کی تو عمر بن عبدالعزیز  
کو ناچار صفاری جہاد کی اطاعت کرنا پڑی تاہم اُس کی وفاداری کے ثبوت میں  
عہد سعودی۔ عہد تہذیب الاسماء للنعمانی۔ عہد اصحاب فہم عمر معتزلی  
لحمہ۔ ایلٹ۔ عہد ابن حوقل۔ عہد سعودی۔



یہی کافی ہے کہ اپنے آخر عہد تک اُس نے خلفائے بعد ادہی کا خطبہ جامع منصورہ میں جاری رکھا۔

عبد اللہ حاکم  
سندھ

ہم شمسہ ہجری میں یعنی یعقوب بن لیث کے مرنے کے پانچ سال بعد منصورہ کے سندھ حکومت پر عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے عبداللہ کو حکومت کرتے دیکھتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ سارے ہندوستان میں عقائد اسلام اور تہذیب دینی باتون کا مرکز منصورہ ہی خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اُس کے زمانہ میں کشمیر کے قریب کوئی زبردست راجہ تھا جو اس کے لقب سے مشہور تھا۔ اُس کا نام عربی سیاح صہوق بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ رایق کا بیٹا تھا۔ اُس نے مذکورہ شمسہ میں عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز مہاری کو لکھا کہ مجھے اصول و عقائد اسلام کے نفی کرنے کا بہت شوق ہے۔ اس لیے ہم کو اتنی تکلیف دیتا ہوں کہ ہندی زبان میں اپنے مذہب کے تمام اعتقادات لکھ بھیجو تاکہ اُن پر غور کروں اور سمجھوں۔ عبداللہ نے منصورہ کے ایک شخص کو اپنے سامنے بلوایا جو اب تو منصورہ ہی کا رہنے والا ہو گیا تھا مگر حقیقت میں عراقی الاصل تھا۔ اس شخص کی ذہانت و خوش فہمی کی تعریف تھی۔ اور قطع نظر دیگر لیاقتوں کے وہ شاعر بھی ایسا اچھا تھا کہ تمام لوگوں میں اُس کے شعراء کی بڑی قدر تھی۔ چونکہ اُس کا نشو و نما خاص سرزمین سندھ میں ہوا تھا اس وجہ سے ہندوستان کی مختلف زبانوں کو بھی جانتا تھا اور اُن میں اُسے کافی دست گاہ حاصل تھی۔ امیر عبداللہ نے اُس سے ہندو راجہ کی درخواست بیان کی اور کہا اُس کی خوشنظمی ہی پوری کر سکتے ہو۔ اس عربی الاصل سندھی شاعر نے خواجہ صاحب سندھ کی زبان میں ایک قصیدہ تصنیف کیا جس میں اُس نے تمام عقائد اسلام کو بوضاحت بیان کر دیا تھا۔ یہ قصیدہ لکھ کے اُس نے امیر عبداللہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ عبداللہ نے اُسے پسند کیا۔ اور فوراً اُس راجہ کے پاس روانہ کر دیا۔ یہ قصیدہ جب راجہ کے دربار میں پیش ہوا۔ اور اُسے پڑھ کے سنا گیا تو اُس نے شاعر کی لیاقت اور قادرانہ کلامی کی بے انتہا تعریف کی۔ اور فوراً عبداللہ بن عمر کو لکھا کہ جس طرح ممکن ہو اس شاعر کو میرا پاس بھیج دو۔ چنانچہ امیر عبداللہ نے اُس کی یہ خوشنظمی بھی منظور کی اور اس شخص کو رہائی کے شمال کی طرف راجہ دے کے خدمت میں بھیج دیا۔ راجہ نے اُس کی بڑی قدر و منزلت

سندھی زبان  
کا ایک مہر لکھا  
شاعر

کی۔ اور یہاں تک اس کی دلجوئی کی اور اس قتلہ اصرار کیا کہ تین سال تک اسے اپنے دربار سے نہیں جدا ہونے دیا۔ تین سال کے بعد جب وہ واپس آیا تو امیر عبد اللہ نے اسے اپنے سامنے بلا کے راجہ کے حالات پوچھے۔ اس نے کہا جسوقت میں نے راجہ کے دربار کو چھوڑا ہے اسوقت تو میرا خیال اس کی نسبت یہ تھا کہ اسلام نے اس کے دل میں پوزی جگہ کر لی ہے لیکن غالباً اس خوف سے نہیں ظاہر کر سکا کہ سلطنت جاتی رہے گی۔

ایک ہندو  
قول میں بیان

اس شخص کا بیان تھا کہ راجہ نے مجھے قرآن کا ترجمہ کرنے اور اس کی تفسیر بیان کرنے کا حکم دیا۔ اس کے حکم کے مطابق میں نے ہندی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ کرنا شروع کیا۔ ترجمہ لکھتے لکھتے جب میں سورہ یسین تک پہنچا اور اس آیت کی تفسیر کی قال من یحیی العظام وہی ریمم قل یحیی الذی انشاء باء اول مرة وہو بکل خلق علیم کہ کون بڑیوں کو زندہ کر دے گا جب کہ وہ گل کے خاک ہو گئی ہوں گی کہ اسے محمد ہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلے بنایا تھا۔ وہ ہر چیز کا بنانا جانتا ہے اس آیت کے معنی جب میں نے اس کو سنا ہے اور سمجھایا تو وہ بے اختیار مجھے اپنے سونے کی مرصع چوکی پر سے اتر پڑا اور کہا۔ پھر کو۔ میں نے دوبارہ بیان کیا تو وہ آگے بڑھا فوراً زمین پر سجدے میں گر پڑا۔ اپنے غمبارے دیر تک زمین پر گرنا رہا۔ اور برابر آنسو جاری تھے چونکہ اسی وقت پانی پھر کا گیا تھا اور زمین بھیگی ہوئی تھی اسوجہ سے راجہ نے اپنے گل زمین پر گر کر کے جب سر اٹھایا تو اس کے چہرے پر جا بجا بہت سی مٹی بھری ہوئی تھی۔ راجہ نے زمین سے سر اٹھاتے ہی چاروں طرف دیکھا اور یہ کہ زبان سے نکلا۔ بس یہی نبی مودا زلی۔ ہے جس کی ابتداء ہے۔ اور نہ جس کے مثل کوئی ہے۔ اس واقعہ کے بعد راجہ نے ایک گھر بنایا جس میں ایک لگا جاکے بیٹھا کرتا ہے اور سب سے چھپا کے غازی پڑھتا ہے۔ اگر کوئی پوچھتا ہے کہ ہمارا ج وہاں کیوں تشریف لیجاتے ہیں تو یہ حیلہ کرتا ہے کہ وہاں میں اپنے قہات سلطنت پر غور کرتا ہوں۔ اس سندھی شاعر کو اس بات کا بھی اقرار تھا کہ راجہ نے اسے تین مرتبہ بہت بہت سنا سنا دیا۔

نشان کا  
ترجمہ ہندی  
میں

عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز کے حالات ہم کو صرف اسی قدر معلوم ہو سکے اور انوس کے مورخین عرب نے اب سندہ کی طرف سے ایسی بے توجہی اختیار کر لی ہے کہ ہم مجبوراً بغیر اس امر کے ظاہر کئے کہ عبد اللہ بن عمر کب مندر حکومت پر بیٹھا اور کب اور کیونکر حکومت سے علیحدہ ہوا اُسے رخصت کئے دیتے ہیں۔ اور بعد کے جغرافیہ نویس ان عرب کے بیان کی طرف توجہ کر لیتے ہیں۔

## پچھٹا باب

عربی نسل خود مختار دول سندہ

سلسلہ میں ہمارے سابقہ بیان کے مطابق منصور کی حکومت عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز کے ہاتھ میں تھی اس کے تین سال بعد یعنی ۳۱۷ھ میں منصور ہر اس کے بیٹے عمر بن عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز بیاری کو مکران یا تے ہیں۔ جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عبد اللہ بن عمر کو حکومت کرنے کا موقع کچھ کم زمانہ تک نہیں ملا۔ اس کے وارث عمر بن عبد اللہ ہمارے ہی کی گینست ابو المنذر تھی۔ اور اس کو زمانے میں معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے راجاؤں کی دیکھا دیکھی اس خاندان کی فرمانروائی نے اپنی اس چوٹی سلطنت میں شاہی ٹھانڈ پیدا کر لئے تھے کیونکہ برباح نام ایک شخص اس کا وزیر تھا۔ اور تھڑے نام ایک اور شخص بھی اس کے دربار میں بہت کچھ اثر رکھتا تھا۔ جو ایک مغز اور شریف عرب تھا۔ اس کی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر

عمر بن عبد اللہ  
حاکم منصورہ

سندہ کے سلطان بن ایک زبردست گروہ بہت زمانے سے امیر تھڑے کی اولاد ہو لئے کا دعویٰ کرتا ہے۔ جو نسل وہاں کثرت سے موجود تھی۔ مگر امیر تھڑے کی اولاد سے ہونا بالکل بے اصل و بے معنی ہے۔ اس لئے کہ عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امیر تھڑے کی کسی اولاد نہ تھڑے کا موجود ہونا کتب تاریخ و میراث میں ثابت ہوتا۔ آپ کی ایک صاحبزادی البتہ قین جن کی اولاد کا بھی افریقہ کے سوا بلاد مشرق میں آنا نہیں ثابت ہوتا۔ فارسی مورخوں اور کتابوں کو اس نسب کے ماننے میں بڑی دقتوں سے درچار ہونا پڑا۔ اور وہ اس کے کہ نہایت جی زخمت تاملین کرین کوئی بات بن دآئی۔ چنانچہ تھڑے انکرام کے مصنف کہتے ہیں محمد بن ہرون جو محمد بن قاسم کے ساتھ سندہ کی ہم پر آیا تھا محمد بن ابان بن عبد الرحمن

اُسے بھی منصورہ کا اعلیٰ سردار اور حاکم کہا جائے تو بالکل اصل نہ ہوگا۔

عمر بن عبد اللہ موجودہ فرمان روائے منصورہ کے دو بیٹے تھے۔ ایک محمد اور  
 ایک علی۔ اور چونکہ یہاں کثرت سے حضرت علی مرتضیٰ کی نسل کے لوگ موجود تھے۔  
 اور ان علوی شیوخ میں زیادہ شمار اُن لوگوں کا تھا جو اپنے آپ کو عمر بن علی اور محمد بن  
 علی کے خاندان سے بتاتے تھے۔ اس لئے یقیناً عمر بن عبد اللہ ہتھاری کی نسل  
 ان معتمد نسب والوں میں مل گئی۔ منصورہ کی حکومت کا رتبہ بھی ٹھوڑا نہ تھا۔ کیونکہ تین لاکھ  
 گاؤں اس کی قلم زمین شامل تھے۔

دریاد منصورہ  
 کے ہاتھی۔

ملکی مناسبت سے فرمان روائے منصورہ نے دیگر راجگان ہند کی طرح اپنی  
 فوج میں اسی جنگی ہاتھی جمع کئے تھے۔ جن کی سوندوں پر ایک شکر کی نمدار تلواریں جھپہاں  
 کی اصطلاح میں کرل کہا کرتے تھیں۔ اور اُن کے تمام جسم پر بھاری بھاری زریں  
 پڑی رہتیں تاکہ لڑائی میں دشمنوں کے حملوں سے وہ محفوظ رہیں۔ ہندوستان کے  
 رواج کے مطابق ان میں سے ہر ایک جنگی ہاتھی کے گرد پانچ سو سپاہیوں کا ہجوم رہتا تھا۔  
 مذکورہ اسی ہاتھیوں میں سے دو ایسے اچھے اور ایسی شان و مہمندی کے ہاتھی  
 تھے کہ تمام راجگان ہند میں اُن کی شاندار اور خوبی کی تعریف ہوتی تھی۔ اور ہر ایسی راجہ

(یعنی حاشیہ صفحہ سابق) بن حمزہ بن عبد المطلب کا پوتا تھا۔ امیر حمزہ اتفاقاً کسی شکار کے شائبہ میں جاتے  
 جاتے ایک کھٹ دست سید ان میں جا پڑے وہاں ایک بوی نمودار ہوئی جس سے امیر حمزہ کو قلعی ہو گیا۔ چند روز  
 دل بھلا کے حمزہ تو اپنے من چلے گئے مگر وہ بڑی عالمہ تھی جس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کا  
 نام بن الزمزم رکھا گیا۔ محمد بن ابان اُسی کی نسل سے تھے۔ اُس کے پوتے محمد بن ہرون کی سات  
 بی بیوں سے پچاس اولادیں ہوئیں۔ یہ ایک شہنشاہ اور بونفقت بنا کر سند کے گوگرن کا نائب لایا گیا ہے۔ اور  
 اعلیٰ یہ کہ جس محمد بن ہرون کی یہ سرفرازی گئی ہے اسکی نسبت نہ قديم مؤرخین عرب صاف کچھ جوتین کہ وہ محمد بن ہرون  
 بن ذریغ مزی تھا اس کفرہ کی نسل سے نہ ہونا درکنار وہ قوی فی الامل بھی نہ تھا۔ بہ تقدیر یہ کہانی نہ ہے۔ اور معلوم  
 ہو تا ہے بلکہ یقین کے درجہ کہ یہ چاہا ہو ہے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو امیر مسندہ کی اولاد بتاتے ہیں۔  
 وہ عم رسول حمزہ کی اولاد نہیں بلکہ اسی حمزہ کی اولاد میں جو عمر بن عبد اللہ ہتھاری کے عہد میں منصورہ کا حاکم  
 بنا ہوا تھا۔

مسعودی جس نے اگرچہ خود کچھ کم اور خاص منصورہ میں لکھے یہ شمار بتایا ہے مگر ظن غالب اس میں بالکل ہے۔

ان کو حد کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک کا نام منفقر تھا اور دوسری کا حیدرہ تھا۔ منفقر نس کے عجیب و غریب حالات اور حیرت انگیز قصہ سارے ہندوستان میں مشہور تھے۔ چنانچہ کہا جاتا تھا کہ اتفاقاً ایسا فیلیان مر گیا۔ اُسے اس قدر صدمہ ہوا کہ کئی دن تک نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ دردناک آواز سے براہِ روئے جاتا تھا۔ اور نہ آنسوؤں کا سلسلہ موقوف نہ ہوتا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس یہ بھی مشہور تھا کہ فرمانِ روا نے منصورہ کے یہ سب تنگی ہاتھی ایک دن نیل خانہ سے نکل کے منصورہ کی سڑکوں پر اس ترتیب سے گزر رہے تھے کہ سب کے آگے منفقر نس اُس کے پیچھے حیدرہ پھر اور سب ہاتھی تھے۔ اتفاقاً راستہ میں ایک عورت غافل کھڑی تھی کہ ہاتھیوں کا یہ دل بادل اُس کے سر پر جا پھوپھل سورت نے گھبرا کے اس آفت کو جو دیکھا تو نہ بھاگتے حتیٰ تھی اور نہ ٹھہرتی ایک ہی لمحہ مار کے زمین پر گری۔ اور بے ہوش ہو گئی۔ گھبراہٹ میں اس کے کپڑے بچا پاس لٹ گئے تھے اور منتشر کھل گیا تھا۔ منفقر نس یہ دیکھتے ہی رُکا اور پیچھے والی ہاتھیوں کے جی روکنے کے لئے اس طرح آڑا ہوا کہ کھڑا ہو گیا کہ کسی ہاتھی کو بڑبسنے کی جرات نہ ہو سکتی تھی۔ پھر منفقر نس نے سوئیڈن ہاک کے اس عورت کے کپڑے چیلان کے درست کر دیے۔ اور اُس کا ستر ہانک ڈیا۔ در کے بعد جب عورت کو ہوش آیا۔ اور اُس کے پاس اس درست ہوئے تو وہ اٹھ کے بھاگ گئی۔ اُس کے چلے جانے کے بعد منفقر نس سب ہاتھیوں کو لے کے آگے بڑھا۔

منفقر تھا عربی حکومت ملتان

ان دونوں نے ملتان میں ملتان حکومت منصورہ کے تاج فرمان نہ تھا منصورہ کے بہاری خاندان کی حکومت صرف منصورہ اور گردہ نواح کے اضلاع تک محدود تھی۔ ملتان میں اُس کی ہم رتبہ و ہم قوت ایک دوسری حکومت قائم ہو گئی تھی۔ جہان کا مذہبین بھی عربی النسل تھا۔ بلکہ قریشی الاصل ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس زمانہ میں اس خاندان کا جو شخص اریکہ آرا سے ریاست تھا اُس کا نام ابو ب ب المذنب بن اسد قریشی لسانی تھا۔ یہ سامی خاندان ایک مدت سے ملتان پر قابض و متصرف تھا۔ بلکہ سعودی نے تو یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ابتدائے اسلام سے یہ ملک اسی شخص کے آباد و اجداد میں چلا آتا ہے۔

منفقر تھا عربی حکومت ملتان

بنی سام کے  
نسب کی تحقیق

اکثر علماء نے و نسب اس امر کو تسلیم کر دیتے ہیں کہ بنی سام بن لؤی قریشی تھے مگر بعض لوگوں نے اس سے انکار بھی کر دیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ بنی سام کا شمار لؤی بن غالب کی نسل میں نہیں ہے۔ لیکن صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قریشی نژاد تھے۔ ان کا پہلا مستقر عرب کا ملک عمان تھا جو جزیرہ نما کے عرب کے مشرقی ساحل پر جنوب کی طرف ہوتا ہے۔ اور جہاں ہی ہندوستان تک جہازوں کی آمد و رفت رہا کرتی تھی۔ سامین ابتداً خوارزم کی بڑی کثرت تھی۔ جنھوں نے خلافت عباسیہ سے سرکشی اختیار کی تو اسی سامہ بن لؤی کے قبیلہ کے ایک بھائی تاجو الحمد حمز بن قاسم سامی نے خلافت کی طرف سے فوج کشی کر کے خوارزم کو وہاں سے نکال باہر کیا۔ اور وہ لوگ عمان کی آبادی چھوڑ کے کوہستان تروی (واقعہ عرب) کی گھاٹیوں میں پناہ گزین ہو گئے اس وقت سے محمد بن قاسم سامی نے عمان میں خلافت عباسیہ کا سکہ جاری کیا۔ اور اُس کے بعد اُس کی اولاد ولایت عمان پر حاکم و متصرف رہی۔ اور اس خاندان کے عہد میں ہمیشہ وہاں خلفائے بنی عباس ہی کا خطبہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ مسئلہ میں اس خاندان میں خاندان بنی خلیفہ شروع ہوئی۔ اور بعض لوگ اپنے مجددی مان سے ٹوٹ کے قریب سے جاملے جنھوں نے بحرین میں فساد مچا رکھا تھا۔ ان باہمی لڑائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کلابو طاہر ترمطی نے مسئلہ میں عمان کی حکومت کو بنی سامہ کے ہاتھ سے چھین کے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور عید الفہد ہی قاطعی خلیفہ مصر کا خطبہ جاری کر دیا۔

ذکورہ واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ دوسری صدی کے آخر میں واپس ہونے والے عمان پر متصرف ہوئے۔ مامون رشید کے عہد میں ہم بتا آئے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے والی سندہ عمان سے اخراج کر کے شہر ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ اور خود مامون کے دربار سے آزادانہ حکومت کی اجازت حاصل کی وہ فضل بن بابان تھا جو بنی سامہ کا غلام تھا بنی سامہ بھی خاندان تھا جو پہلے عمان میں تھا اور اب باتان کی کوئی متصرف نظر آتا ہے۔ اسی تعلق کی بنا پر مشرک کیٹ نے لکھ دیا کہ "لٹان پر بنی سام کی حکومت قائم تھی اُس کا بابانی بطین غالب وہی فضل بن بابان تھا" اس حساب سے ہم کہ بنی سامہ کے حکمران لٹان ہونی لگی ابتداء مامون کے عہد سے قائم کرنی چاہئے لیکن

حکومت بنی سامہ  
کی ابتداء۔

سہ کتب البلدان لابن بطریق احمد بن محمد ابوالعزیز بن الفقیہ۔ سہ ابن خلدون۔

مسعودی جو اُنسی ہند کے قریب تھا۔ اور خود ملتان کی سیر کو آیا تھا وہ لکھتا ہے کہ ”یہ  
 خاندان ابتداءً زمانہ اسلام (یعنی فتح اسلام) سے پہنان فرمانروائی کر رہا ہے“  
 علاوہ برین سٹراٹیلیٹ نے اس امر کا بھی لحاظ کیا کہ مامون کے عہد میں جو شخص قصداً پر  
 متصرف ہوا وہ خود بنی سامہ میں سے نہ تھا بلکہ بنی سامہ کا غلام تھا۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ ستر  
 اسی ہی برس کی مدت میں ایک نمایان خاندان عربی پبلک کی آنکھوں کی سانسے خود بخود  
 غلام سے آقا کا درجہ حاصل کر لے۔ اور بنی سامہ کی غلامی کا واضح ثبوت اس کے خود سامی ہونے کا  
 تاریخ میں ہم کو ایک اور ایسا واقعہ ملتا ہے جس سے مسعودی کے بیان کی  
 ایک حد تک تصدیق ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ محمد بن قاسم نے ملتان فتح کرنے کے بعد  
 جس شخص کو وہاں کا والی مقرر کیا ہے وہ امیر داؤد نصر بن ولید عمانی تھا۔ چونکہ بنی سامہ کا  
 خاندان مدت بائیسے دراز سے عمان میں مقیم تھا۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ یہ عمانی شخص  
 جس کو فاتح سندھ محمد بن قاسم تنفی نے والی ملتان مقرر کیا تھا بنی سامہ ہی میں سے ہو۔  
 اور زیادہ قرین قیاس بھی یہی ہے۔ اس لئے کہ گذشتہ واقعات کے دیکھنے سے معلوم  
 ہو جاتا ہے کہ ملتان اگرچہ ہمیشہ دولت اسلامیہ میں شامل رہا مگر وہاں منصور و ہشام  
 کبھی کسی نے نہ وہاں کے والی کو بدلا اور نہ وہاں اپنی طرف سے کوئی انتظام جاری  
 کیا۔ جس کی بنا پر اگر ہم یہ کہیں کہ محمد بن قاسم کے زمانے سے آخر تک حکومت ملتان  
 اُسی والی کے خاندان میں رہی جس کو محمد بن قاسم نے مقرر کیا تھا تو کسی کو انکار کرنے  
 کی کوئی وجہ نہ ہوگی۔ علی الخصوص جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام کے قبضہ میں آنے پر  
 ملتان جس شخص کے ہاتھ میں دیا گیا وہ بھی عمانی تھا۔ اور جو آزادی حاصل کرنے کے  
 بعد ملتان پر حکومت کرتا نظر آیا وہ بھی عمانی تھا۔ بالفرض اگر مورخین کے اس سکوت  
 سے فائدہ نہ اٹھایا جائے تو بھی مسعودی کا یہ کہہ دینا کافی ہے کہ حکومت ملتان  
 ابتداءً زمانہ فتح سے اس وقت تک اُسی ایک خاندان کے تحت تصرف میں  
 ہے۔ اس لئے کہ مسعودی جب ملتان میں آیا ہے تو یقیناً اس خاندان کے لوگوں  
 اور نیز والی شہر سے ملا ہوگا۔ اور جو کچھ اُس نے لکھا ہوگا خود اُن سے پہلے کے  
 لکھا ہوگا۔

امیر ہند بن ہند  
سامی نام ملتان

ہند در اجاؤن کر  
حکومت کے

دولت ملتان کے  
حکومت

ہند در اجاؤن کر  
حکومت کے

غرض امیر ابو اللباب المہتہ بن اسد القرشی السامی جو سلسلہ میں ملتان پر  
حکومت کر رہا تھا ایک دولت مند فرمان روا تھا۔ اور ایک بڑی فوج رکھتا تھا۔ ایک  
لاکھ بیس ہزار گاؤں توابع ملتان میں تھے۔ اسلامی ممالک سے تعلقات قائم تھے۔  
خبر سامی قافلہ مغربی ممالک کے لوگوں کو براہر یہاں لالا کے پہونچایا کرتے تھے۔  
اور ملتان دولت اسلامی کی ایک مضبوط اور زبردست سرحد تصور کیا جاتا تھا۔ بعض  
دینی ہندو راجہ امیر ملتان سے زیادہ شوکت و حشمت رکھتے تھے۔ اگرچہ ان کو  
امکان نہیں تھا کہ ملتان کو مسلمانوں سے چھین لیتے مگر ایک ایسی قدرتی صورت  
پیدا ہو گئی تھی کہ کبھی کسی راجہ کو ملتان کی طرف رخ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔  
وہ یہ کہ یہاں کا مشہور و معروف اور عالیشان مندر جس کا ذکر ملتان کی فتح کو وقت  
کر چکے ہیں اور جو سورج دیوتا کا مندر خیال جاتا تھا اس وقت تک موجود تھا۔  
اور قدیم زمانے کی طرح آج بھی سارے ہندوستان کے لوگوں کا مرجع تھا۔  
جہاں انتہائی جنوبی سواحل ہند تک کے لوگ آتے تھے اور طرح طرح کی قیمتی  
چیزیں چڑھاتے تھے۔ اسی مندر کی آمدنی سے امیر ملتان اپنا خزانہ بھرتا تھا اور اسی  
کے ذریعہ سے اُس کی سلطنت کی حفاظت ہوتی تھی۔ حفاظت یوں ہوتی تھی کہ  
جہاں کسی راجہ نے فوج کشی کا ارادہ کیا والی ملتان دھکی دیتا تھا کہ کوئی حریف  
شہر کے قریب پہونچا اور میں نے سورت کو توڑ پھوڑ کے برابر کر دیا۔ ہندو راجاؤں  
پر مذہبی خوف اس قدر طاری تھا کہ یہ گوارا تھا کہ ان کا مقدس و عالیشان مندر مسلمانوں کی  
قبضہ میں رہے۔ مگر یہ نہیں گوارا کر سکتے تھے کہ سورت توڑی جائے اور مندر کی بربستی ہو۔  
امیر ملتان کی حد شمال کی طرف خراسان سے ملتی ہوئی تھی۔ اور جنوب کی طرف  
شہر رور (جو قدیم ہندو فرمان رواؤں کے عہد میں سارے سندھ کا دار السلطنت تھا)  
تھو ملتان اور منصورہ کے درمیان میں حد فاصل تھا۔ گو وہ منصورہ کے ماتحت تھا۔  
اس زمانے کے تقریباً تیس برس بعد دوسرا سیاح عرب ابو اسحق اصطخری دار  
سندھ ہوا۔ جس نے سلسلہ میں اپنا سفر نامہ مرتب کیا ہے۔ وہ اگرچہ سلطنت ہاشمی  
منصورہ و ملتان کے متعلق زیادہ واقعات نہیں بتاتا مگر اس قدر ضرور لکھتا ہے کہ



میتان کا حاکم قریشی ہے۔ وہ حاکم منصورہ کا ماتحت نہیں۔ اور خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھتا ہے۔ اس کے بعد غالباً ۳۵۰ھ میں مشہور زمانہ جغرافیہ نویس ابن حوقل وارد سندھ ہوا۔ جس نے ۳۵۸ھ میں اپنا سفر ختم کیا۔ اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک اس ملک میں کوئی بڑا تغیر و تبدل نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ اس کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ منصورہ پر وہی پہلا تیار سی خاندان مشہور تھا۔ اور بلتان پر بھی حسب سابق سامہ بن لوی کی نسل کا قبضہ تھا۔ منصورہ کی حکومت کو ہزار ہالہ کے اُس طرف یعنی موجودہ بلوچستان کے اندر تک پھیلی ہوئی تھی۔

اب اس وقت کے سیاحوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ منصورہ اور ملتان کے بلقان اور بھی کئی چھوٹی چھوٹی آزاد سلطنتیں مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں۔ چنانچہ نران میں جو اب بلوچستان میں ہے ایک ستوطن لہو شخص کی حکومت تھی جو ابو القاسم کے لقب سے مشہور تھا۔ یہ یہاں کا حکمران تھا۔ مالگزاری وصول کرتا تھا۔ انفصال مہات بھی اُسی کے سامنے ہوتا تھا۔ اور خود ہی پہ سالار فوج بھی تھا۔ مگر باوجودیکہ یہ سب کام اس کے ذمہ تھے اس قدر جاہل تھا کہ دو اور زمین میں امتیاز نہ کر سکتا تھا۔ ایک حکومت شہر قصدار میں قائم تھی۔ اور اُس کی باگ بھی ایک عربی نژاد شخص کے ہاتھ میں تھی۔ اس شخص کا نام معین ابن احمد تھا۔ یہ مقام فیقان میں رہتا تھا۔ اور وہاں کی جامع مسجد میں خلفائے بغداد کا خطبہ پڑھتا تھا۔ مگر ان جو اُس عہد کے انتظامات کی رو سے اکثر دالی سندھ ہی کے زیر حکومت رہا کرتا تھا وہاں بھی اب حبیبی بن عبد اللہ نام ایک شخص کی حکومت تھی۔ اس شخص نے شہر کیر کو اپنا مستقر قرار دیا تھا حدود گران پر ایک اور علاقہ تھا جو شنکی کے نام مشہور تھا۔ یہاں مطہر بن رجا نام ایک جاگنہ امیر تھا۔ ان باتوں کا بھی پتہ چلتا ہے کہ والی ملتان شہر کے اندر نہیں رہتا تھا۔ بلکہ اُس نے ملتان کے باہر کئی میل کے فاصلہ پر ملک لشکر گاہ بنا رکھی تھی جہاں بعض معزز عرب خاص شاہی خاندان کے متعلقین اور ملازمین رہا کرتے تھے۔ اس مقام کا نام حنبر اور رکھا گیا تھا۔ لیکن جامع مسجد جو محمد بن قاسم کے عہد میں بنائی گئی تھی خاص شہر ملتان کے اندر تھی۔ آٹھویں و دہر جمعہ کو دالی ملتان باغی ہو کر ہوا کے

اہل سند کے  
دیگر حالات۔

مع خدم دشمن ملتان میں داخل ہوا تھا۔ اور اس مسجد میں جماعت سے نماز جمعہ پڑھتا تھا۔ حکمرانان سندہ نے کوئی خاص اپنا سکہ نہیں جاری کیا تھا۔ بلکہ ان بلاد میں قندھاری اور طاطری سکہ چل رہے تھے۔ مگر بہن بد کو پتہ چلا کہ سندہ کے اکثر مسلمان و الیون اور حاکمون نے اپنے نام کے سکے جاری کئے تھے۔ جو سرکاری سکوں کے ذخیرہ میں موجود ہیں۔ اور جن کو دیکھ کے پتہ چل جاتا ہے کہ مسلمانوں کی حکومت سندہ کس قدر مضبوط اور مستقل تھی۔ ان سکوں پر ہم کسی آئندہ موقع پر بحث کریں گے۔ اہل سندہ کا لباس اہل عراق سے ملتا جلتا تھا۔ بعض لوگ اپنے بال بے رکھتے تھے۔ اور گرمی کی شدت سے ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنتے تھے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے لباس میں بہت کم فرق تھا۔ خاصۃً امرائے سندہ کی وضع تو بالکل ہندو راجاؤں کی سی تھی۔ منصورہ اور ملتان میں عموماً عربی اور سندھی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ برخلاف اس کے اہل مکران میں عربی کا بہت کم رواج تھا۔ وہاں فارسی اور تکرانی زبانیں بولی جاتی تھیں۔

فاطمی اعیان فقلا  
اور ان کے یہ

خلاصہ یہ کہ معلوم ہوتا ہے اس وقت تک یہاں کوئی مذہبی جھگڑا نہیں پیدا ہوا تھا۔ اور نہ خائفائے عباسیہ کا نام خطبوں سے نکالا گیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ بنی فاطمہ کو اس سرزمین سے بہت کچھ تعلقات تھے۔ جو ابتدا سے چلے آتے تھے۔ یہاں کثرت سے ان کی آمد و رفت تھی۔ علی الخصوص زیدیہ مذہب کے لوگوں کا یہاں بہت مجمع تھا۔ جو پہلے پہل عباد اللہ اشتر کے ہمراہ آئے تھے۔ اور ان کے بعد بھی ہمیں مقیم رہے۔ علاوہ برین ممالک مغرب میں ان دنوں دستور سا پڑ گیا تھا کہ جس سلوی نژاد کو اپنے دعوے میں ناکامی ہوئی سیدھا ارض سندہ کا راستہ لیتا کیونکہ اس کے لئے اس سے بہتر کوئی پناہ کی جگہ نہ تھی۔ لیکن باوجود اس کثرت آمد و رفت کے یہ لوگ یہاں صرف ایک پناہ گزین کی حیثیت سے رہتے تھے۔ اور موجودہ حکمرانان سندہ کو انہیں اپنے ملک میں پناہ دیتے تھے مگر حکومت پر

سے قندھاری افغانوں کے قندھار کی طرف متوجہ نہیں۔ یہاں جس تہذیب سے مراد ہے وہ ایک اور شہزادہ جو جزیرہ تائی کچ کے ساحل پر آباد تھا۔ اور طاطری سکے سوئٹرا اور جادا کے قریب کا بنا ہوا تھا۔ جو سارے ہندوستان میں مروج تھا۔ مہ مسودی۔ ابن حوقل۔ دامت علیہ۔

دعوت بنی فاطمہ کا کوئی اثر نہیں پڑ سکا تھا۔

سلسلہ میں ایک اور واقعہ ہوا جس کا سندھ اور تواب سندھ پر بہت کچھ اثر پڑا۔ ان دنوں خاندان بنی بویہ نے بڑی ترقی حاصل کی تھی۔ اُن کی سطوت و جبروت اور اُن کی فتنہ یون کی تمام بلاد اسلامی علی الخصوص مشرقی ہلالک اسلام میں دھوم مچا رہی تھی۔ ۳۶۵ھ میں جب عضد الدین کو تخت نشین ہوا تو اُس نے بہانہ بہانہ وقت مہل کی کہ اس سے پیشتر خلیفہ بغداد کے سوا کسی مسلمان فرمان روا کو نہیں نصیب ہوئی تھی خلیفہ بغداد کے بعد اُس کا نام خطبات میں داخل کیا گیا۔ اور منبروں پر ہر جمعہ کو اُس کے دولت و اقبال کی دعا مانگی جاتی تھی۔ اُس کے دروازے پر دن میں تین بار نوبت بکتی تھی خطبہ میں اُس کا نام داخل کرنے کے علاوہ نوبت بھی خاص اُسی کے لئے ایجاد کی گئی۔ کیونکہ اُس سے پہلے مسلمان فرمان رواؤں کی بڑی بڑھیاں پر نوبت کا رواج نہ تھا۔ اُس کی بیٹی کا عقد خلیفہ بغداد ادا الطالع بعد کے ساتھ ہوا جس کی وجہ سے اس عہد کے مذاق کو موافق عضد الدین کو بہت بڑی فضیلت اور اعلیٰ درجہ کا شرف حاصل ہو گیا۔

عضد الدین نے سلسلہ یعنی اپنی ولی عہدی ہی کے زمانہ میں کرمان پر حملہ کیا۔ کرمان کو فتح کر لئے کے بعد اُس نے کرمان پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس نواح میں درخوین آباد تھیں نقص اور بلوچ یہ دو نژاد توین آتھنا ورجی لوٹ مار کرتی رہتی تھیں۔ خاصہ

نقص سے افغان مراہین اور بلوچ سے بلوچ۔ افغانوں کی اصلیت کا پتہ لگانے میں مودھین کو بڑی بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں اور پرکھی سیکو قابل اطمینان طور پر کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ انگریزی مصنفین نے عموماً اور بعض جرمانے فارسی مورخوں نے بھی ان لوگوں کو یہودی الاصل بتایا ہے۔ مگر یہ بالکل بے بنیاد ہے۔ عرب کے قدیم سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں نے ایسے واضح طور پر پتہ دیا ہے کہ اسی قوم تغھر سے افغان مراہو بنے ہیں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ علامہ بشاری اپنی کتاب احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقوام میں لکھتے ہیں کہ ”ہندوستان جانے کے سب سے راستہ تغھر نام ایک قوم کی وجہ سے محدش ہیں۔ جو کوہستان کرمان سے نکل کے سب طرف جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں ذرا بھی کچی نہیں۔ چروں سے دشت پرستی ہے۔ دل سخت ہیں۔ اور اس کے ساتھ اُن میں شجاعت ہے اور انسان اُن سے مرعوب ہو جاتا ہے۔ کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑتے۔ جو اُن کے ہاتھ میں پھنس گیا اُس کے مال ہی پر نجات نہیں کرتے بلکہ عداوت خواہ مار بھی ڈالتے ہیں۔ اور قتل بھی اس بے رحمی سے کرتے ہیں کہ پتھر دن سے آدی کا سر کھل ڈالتے ہیں جیسے

بلوچ جن کے نام سے مسافر کا نپ اٹھا کرتے تھے۔ عہد الدولہ نے مکران پر حملہ کر کے ان لوگوں کو بائبل پر نادر و مال کر دیا۔ نقص تو بھاگ کے بچ گئے مگر بلوچ یعنی بلوچ لوگوں کو ایسی سزا ملی کہ پھر ان کو کبھی نہرنی اور مسافروں کے ٹوٹنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اسی کے عہد میں یہ لوگ مسلمان بھی ہو گئے۔ مگر اب انھوں نے آبادی چھوڑ کے پہاڑوں کی گھاٹیوں میں سکونت اختیار کر لی۔ عہد الدولہ نے آبادستوں میں ان کی جگہ زرعت پیشہ لوگوں کو لایا۔

مکران کو چونکہ سندھ کے ساتھ قیدی تعلق تھا اور موجودہ بلوچستان کا زیادہ حصہ سندھ اور خاصہ حاکم منصورہ کے تصرف میں تھا اس وجہ سے مکران کے فتح ہوئی اسی اہل سندھ کے دونوں میں بھی عہد الدولہ کی ہیبت بیٹھ گئی۔ چنانچہ عہد الدولہ کے حملہ کے دس بارہ برس بعد ہم دیکھتے ہیں کہ جامع منصورہ کے منبر پر غلیظہ بغداد کے نام کے بعد عہد الدولہ بن بویہ کا نام بھی لیا جاتا ہے۔

دس ہندو برس آگے بڑھ کے ۵۷۳ھ میں ہم کو آخری سیاح عرب علامہ مقدسی کے بیان سے سندھ کے حالات زیادہ تفصیل سے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ مکران کا مستقر حکومت پنج پور ہے ہیں۔ یہاں ایک سٹی کا قلعہ بنا ہے جس کے گرد خندق (بقیہ حاشیہ صفحہ سابق) سانپ کا سر بچھا جاتا ہے۔ ان کے قتل کرنے کی یہ وضع ہوتی ہے کہ انسان کا سر پکڑ کے کسی بٹان پر رکھا اور دوسری سلون سے پکڑ ڈالا۔ میں نے اس قوم کے ایک شخص سے پوچھا کہ میان تم تدار سے کیوں نہیں قتل کرتے تو اس نے جواب دیا کہ اپنی تلوار کو نخراب کرے۔ یہ لوگ پہاڑوں اور گھاٹیوں میں رہتے ہیں اور دشمنوں کو اپنے ہتک نہیں پہنچنے دیتے۔ بلوچ ان سے بہت زیادہ سنگدل تھے مگر عہد الدولہ نے ان کو مار کر یہ ہاکر دیا۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ افغان لوگ نہیں ہیں۔ اور جب یہ مان لیا کہ نقص ان دنوں افغان کہلاتے تھے تو اب صاف چہل جاتا ہے کہ نقص کا لفظ پنج کا معرب ہے۔ اور پنج سے مراد دشت چھانچ ہو جو کہ پیدین سی کے اسطر ترکستان میں واقع ہے۔ یہ لوگ وہیں سے آتے تھے۔ اور اس وقت تک اپنے وطن ہی کی طرف منسوب کئے جاتے تھے۔ لہذا یہ بھی اصل میں نام ہی ہیں اور کوئی تعجب نہیں کہ نقص ہی کا لفظ مرد زمانہ سے انج بنا ہو۔ اور اس میں حج کا لفظ نون چاہے لوگوں کی افغان کر دیا ہو۔ عہد امین اثیر و ابن خلدون۔ عہد احسن التعمیم فی معرفۃ الانالیہ مصنف علامہ ہشاری بنائی مقدسی

علامہ مقدسی کا بیان

دی ہوتی ہے۔ اور اس خندق کے کنارے کنارے درخت لگے ہوئے ہیں۔  
شہر کے دو دروازے ہیں۔ باب توران اور باب تیسرے مسجد جامع آباد ہزارون کو درمیان  
میں ہے۔ جو لوگ ہزارون میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں صرف ہوائے نام مسلمان  
ہیں۔ کیونکہ ان میں مسلمانوں کی کسی کوئی بات نہیں۔ زبان یہاں کی بلوچی ہے۔ کمران  
کا شہر تیسرے سمندر کے کنارے ہے۔ وہاں درختوں کی کثرت نہیں۔ اچھی اچھی کاروان  
سرائیں ہیں۔ اور جامع مسجد بھی اچھی ہے مگر علم و فضل یہاں کے لوگوں میں بھی نہیں۔

نصیر علاقہ توران کا مستقر ہے۔ یہ شہر ایک صحرا کے اندر آباد ہے۔ شہر میں  
ہو کے ایک ندی گزری ہے جو خشک بڑی رہتی ہے اور اُس پر کوئی پل بھی نہیں تعمیر  
کیا گیا ہے۔ مگر اس ندی نے شہر کے دو ٹکڑے کر دیے ہیں۔ ایک میں فرمانروائے  
شہر کا قصر بنا ہوا ہے۔ اور دوسرے میں تاجروں کی آبادی ہے۔ یہ حصہ زیادہ تر پاک و  
صاف رہتا ہے۔ یہ اگرچہ ایک چھوٹا سا شہر ہے مگر فائدہ بخش ہے۔ خراسان۔  
فارس۔ کمران۔ اور بلاد سندھ سے لوگوں کے قافلے یہاں آتے جاتے رہتے  
ہیں۔ مگر یہاں کا پانی بہت خراب ہے۔ حکمران عادل انصاف پرور۔ اور منکسر المزاج  
ہے۔ اور مکانات کچے مٹی کے بنے ہیں۔

منصورہ جو سندھ کا مرکز ہے ایک عمدہ شہر ہے۔ مکانات مٹی اور لکڑی کے  
ہیں اور جامع مسجد جو عمان کی جامع مسجد کے نمونے پر بنائی گئی ہے وسیع ہے۔  
اور پتھر اور اینٹ سے بنائی گئی ہے۔ اُس کے ستون ساگون کی لکڑی کی ہیں  
اور وہ ہزاروں کے درمیان میں واقع ہے۔ منصورہ کے چار دروازے ہیں۔  
۱) باب البحر۔ ۲) باب سندان۔ ۳) باب توران۔ ۴) باب لمان۔ دریا شہر کو  
چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ لوگ قابل اور صاحب مروت ہیں۔  
اسلام کو رونق دے رہے۔ علم اور اہل علم کی کثرت ہے۔ تجارت ترقی پر ہے۔ اور  
رہنے والے زکی و دانشمند ہیں۔ شرع شریف کی پابندی کی جاتی ہے۔ اور غربا  
کی خبر گیری ہوتی ہے۔ رسم و رواج اہل عراق کے رسم و رواج سے ملتے جلتے  
ہیں۔ مگر یہاں گرمی کی شدت ہے۔ پھر کثرت سے ہیں۔ اور لوگوں کے مزاج میں  
باغیہ غالب ہے۔ دریا سندھ کا پانی پیا جاتا ہے۔

فریل ساحل بحر پر واقع ہے۔ اُس کے اطراف و جوار نبین تقریباً سو گادَن  
ہیں۔ جو اُسی کے توابع میں ہیں۔ آبادی زیادہ تر ہندو کی ہے۔ سمندر شہر کی دیوار کو  
تھپیتر سے دیتا ہے۔ قریب قریب تمام اہل شہر تجارت پیشہ ہیں۔ اور سندھی اور  
عربی زبانوں میں گفتگو کرتے ہیں۔ اسی شہر کے نیچے دریائے سندھ سمندر میں گرتا ہے۔  
دوبہند یہ ایک عظیم الشان شہر ہے جو منصورہ سے بھی زیادہ آباد ہے۔ اُسکی  
گرد آگرد پُر فضا باغ ہیں۔ اور ہر چیز مستی ملتی ہے۔

فوج ایک بڑا شہر ہے۔ اس کے گرد شہر پناہ ہے۔ جس کے باہر چاروں  
طرف باغ لگے ہوئے ہیں۔ یہاں کے لوگ عموماً چاندون پر زندگی بسر کرتے ہیں۔  
مگر مسلمانوں کی غذا اگیون ہیں۔ اس شہر میں اکثر علماء و فضلاء رہتے ہیں۔

مندان منصورہ کی شکل ہے۔ مگر منصورہ اُس سے زیادہ آباد ہے۔ یہاں سبوتا  
کی چند ان کثرت نہیں مگر غلہ وغیرہ کا بھار و بہت ہی سہنا ہے۔ مکانات اچھے  
ہوتے ہیں۔ زیادہ عمارت ساگو ان کی لکڑی کی ہے۔ اور اکثر مکانات کئی منفریوں پر  
ہیں۔ ان لوگوں میں زنا نہیں ہے۔ نہ شراب پی جاتی ہے۔ اور ہر کوئی قبلہ سے  
زنا یا شراب غم نظر آتا ہے اُس پر حد شرع جاری کی جاتی ہے۔ لیکن وہیں لوگ  
جہوش نہیں بولتے۔ وزن اور پیمائش میں خرید و فروخت میں کیا جاتا۔  
غریب اور ہندو۔ ست لوگوں کو کثرت ہے۔ زیادہ آبادی علی ان کی ہے۔ اور تجارت  
جاری ہے۔ تجارت بھی عمدگی سے چل رہی ہے۔ فرمان روماء ل ہے۔ بازار  
میں کچھ نہیں کہ کوئی عورت بنا کر چنابو کے نظر آئے۔ اور نہ یہ کچھ ہے کہ کوئی مرد  
کسی عورت سے علانیہ سر بار بار با شہیت کرے۔ مگر اس شہر میں خرابی ہے تو  
یہ کہ جا بجا جناست نظر آتی ہے۔ مکانات تنگ ہیں۔ جو اگر مہنگے ہیں۔ یہاں  
لوگوں کا رنگ گندمگون اور بعض کا سیاہ ہے۔

یہی سیاح آگے جڑہ کے لکھتا ہے یہاں کے ذمی بہت پرستہ لوگ ہیں۔  
مسلمانوں میں اکثر اہل حدیث ہیں۔ یہاں مجھے قاضی ابو محمد منصورہ سے ملنے کا

محسن القاسم فی معرفۃ الاقالیم۔ مسند و ستان کے مقلدان امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و علامہ شاری  
مقدس کا یہ بیان دیکھ کے شاید یقین آجائے گا کہ اہل حدیث کا فرقہ کوئی منافقہ نہیں ہے۔ اور نہ

اتفاق ہوا جو مذہب داؤد ظاہری کے پابند تھے اور ائمہ مذہب کے امام تسلیم کئے جاتے تھے۔ انھوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ اور ان کی ذات سے درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ اہل ملتان شیعہ ہیں۔ اذان میں غی علی خیر اہل کہتے ہیں۔ اور تکبیر دو دو دفعہ کہتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے مقلدون کی اس قدر کثرت ہے کہ ایسے گاؤں بھی کم ملین گئے جن میں نقبائے حنیفہ نہ موجود ہوں۔ مالکیوں اور متزلیوں کا یہاں نام و نشان نہیں اور نہ کہیں حنبلیہ کا پتہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ نہایت ہی صلاحیت سے رہتے ہیں۔ ان کے مذاہب بہت ہی اچھے ہیں جنکی سولت، انجمن صلاحیت، و پرہیزگاری پیدا ہو گئی ہے اللہ نے ان کو تقصیب اور غلو اور فتنہ و فساد کی آفتوں سے محفوظ رکھا ہے۔ یہاں قاہرہ اور طاطری و دھرم کا چلن ہے۔ اور ملتان والوں کا سند فاطمیوں کے سکہ کے مثل ہے۔ غزنی کا سکہ جو قنبر ہی کہلاتا ہے وہ بھی یہاں مروج ہے۔

یہاں کئی چھوٹی چھوٹی حکومتیں ہیں۔ امیر کران علیہ نے محکمہ الخراج اور عاقل ہے۔ اور منصورہ میں ایک ترقیاتی الاصل فرمان روا ہے۔ یہ دونوں خلیفہ ہند کا خطبہ پڑھتے ہیں یہاں چند روز ہوئے عہد الدولہ کا نام بھی خطبہ میں شریک کیا جاتا تھا۔ اور میں نے اپنے دور و شیراز کے زمانے میں دیکھا کہ اہل منصورہ کا قاصد عہد الدولہ کے بیٹے کے پاس آیا اور باریاب ہوا۔ ملتان میں خطبہ بنی فاطمہ کا خطبہ جاری ہے۔ اور یہاں کوئی حکم بغیر ارض مصر کے فاطمی خلیفوں کی منظوری کے اجرا نہیں پاتا۔ اہل ملتان کے اہل اہل اور قاصد برابرمصر میں آئے جاتے رہتے ہیں۔ اور اسماعیلیس مصر کا یہاں اس قدر اثر ہے کہ بغیر ان کی اجازت کے یہاں کوئی شخص ملتان کے تحت پر بھی نہیں بیٹھ سکتا۔

علامہ قدسی کے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ سندھ میں اب شیعیت کا بہت زور ہو گیا تھا۔ اور ملتان و سندھ کے شیعوں نے خلفائے بنی فاطمہ مصر سے پوری تعلقات برپا کر لئے تھے۔ جن خلفاء کے مفصل و شرح حالات ہم آئندہ ابوابین بیان کریں گے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق ان کی بنا محمد عبدالوہاب نجدی کے وقت سے شروع ہوئی اس سے کوئی کو اب بھی انکار نہیں۔ قدیم زمانے میں ایسے عیسائی تھے جو کسی خاص امام کے مقلد نہ تھے مگر علامہ مقدسی کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو بھی عہد یحییٰ بن اہل حدیث کا بہت بڑا گروہ ہندوستان میں موجود تھا۔

مکتوبین

سندھ میں مذہب  
شیعہ۔

اگرچہ علامہ مقدسؒ کو بیان معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے درود سندہ کے وقت یہاں سے اسلامی فرقہ بن میں کوئی جھگڑا یا سناد اور کسی قسم کا تقصیب نہیں دیکھا جس کے اعتبار سے انھوں نے اس سرزمین کے مسلمانوں کی بے انتہا تعریف کی ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ قرامطہ کے داعی جنھوں نے مذہبی حیثیت سے مرث برائے نام فاطمین مصر کا دہن کپڑا یا تھلہ فتنہ رفتہ یہاں کے لوگوں کے دل سے عبائینہ کا اثر مٹاتے جاتے تھے۔ علی الخصوص ملتان کی سند حکومت پر قبضہ پا کے انھوں نے اپنا اثر زیادہ توڑ کر لیا تھا۔ ابن حوقل کے زمانے تک یعنی تقریباً ۳۵۰ھ میں اگرچہ مختلف حکومتیں موجود تھیں مگر سب جگہ بنی عباس ہی کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ مگر علامہ مقدسؒ نے اس کے ۲۵ برس بعد آ کے دیکھا تو ملتان اور کرمان میں بنی فاطمہ کا خطبہ جاری ہو گیا تھا۔ اگرچہ منصورہ ابھی تک اس نئے فرقہ کے اثر سے محفوظ تھا۔ لیکن اس کے ساٹھ ستر برس بعد جب سلطان محمود غزنوی نے ملتان اور سندھ کو فتح کیا ہے تو سارا سندھ قرامطہ یا اسماعیلیوں سے بھر ا ہوا تھا۔ ملتان میں بھی قرامطہ کی حکومت تھی اور منصورہ میں بھی۔ اس عظیم الشان مذہبی انقلاب نے بڑے بڑے فساد پیدا کئے ہو گئے اور یقیناً سندھ کی سلطنتوں میں خون ریزیان ہوئی ہوں گی۔ لیکن انہوں اس عہد کا حال اس قدر لاعلمی میں پڑ گیا ہے کہ سو اقیاسی باتوں کے ہم کوئی تاریخی شہادت نہیں ہم پہنچا سکتے۔

سندھ کے زیادہ تر حالات کو اب چونکہ فرقہ اسماعیلیہ کو خلق ہے لہذا ضرورت ہے کہ ہم اس مشہور و معروف فرقہ کی طرف توجہ کریں جن سے مسلمانان ہند بہت ہی کم و بیش متاثر ہیں۔

(۴)

## ساتواں باب

شیخ اسماعیلیہ

اگرچہ امامت جھگڑاؤں کی بنیاد حضرت سرور عالم علیہ السلام کی وفات ہی کے زمانے سے پڑ گئی تھی مگر خلافت راشدہ کے ختم ہونے کے بعد امامت کے شوق نے بنی فاطمہ میں مصیب عجیب شکوہ کھلائے۔ بنی فاطمہ میں سے ہر شخص امام حسنؑ نہ تھا کہ اسلامی سلطنت کو چومٹیوں بھرا کباب منصور کر کے الگ پھینک دیتا حضرت

مسئلہ امامت



امام حسینؑ کو اسی جھگڑے نے شہید کرایا۔ اور بنی امیہ کے خلاف جو عام جوش و خروش بنی ہاشم کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا وہ بھی اسی کا ایک جرت انگیز کرشمہ تھا۔ یہ امامت چونکہ حضرت رسالت کی جانشینی تھی لہذا اس میں نہایت بڑا عنصر مذہب کا بھی شامل تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہر شخص کے دعویٰ امامت کے ساتھ اسلام میں ایک نیا فرقہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اہل سنت کے عقائد میں خلافت و امامت محض ایک دعویٰ سلطنت ہے۔ اور دین بتنا تھا حضرت رسول علیہ السلام کی زندگی میں مکمل ہو گیا تھا۔ خلافت کی ضرورت دولت اسلامی کا نظام قائم رکھنے کے لئے ہے نہ دینی مسائل میں کسی قسم کا دخل دینے اور غیر یسین بن قہر ف کرنے کے لئے۔

برخلافت اس کے اکثر دعیان امامت نے اپنے آپ کو دین کا مالک اور حاکم قرار دیا۔ اور اسی وجہ سے ان کے دعویٰ کے ساتھ اسلام میں نئے نئے فرقہ نمودار ہوتے رہے۔ شیعوں کا عام دعویٰ یہ تھا کہ امامت صرف حضرت علی اور ان کی اولاد کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگر کوئی غیر شخص امام یا خلف ہو جائے تو غاصب ہے۔ اور اس کی خلافت ناجائز۔ یہ ظاہر ہے کہ علی اور واطی طور پر خلافت صرف حضرت علی اور حضرت امام حسن کو ملی۔ حضرت امام حسینؑ کے بعد جب بنی امیہ کا دور شروع ہو گیا تو محض اس مینا پر کہ فلاں شخص ستمی یا اصلی وارث امامت و خلافت ہے امام کا لفظ حضرت علی کی اولاد کی جانب منسوب کیا جائے گا۔ حضرت امام حسینؑ اگرچہ دینی حیثیت سے کامیاب نہیں ہوئے۔ لیکن چونکہ آپ نے دعویٰ کیا تھا۔ اور بڑی کی فوج سے مقابلہ کر کے شہید ہوئے۔ اس لئے حضرت امام حسنؑ کے بعد آپ امام تسلیم کئے گئے۔ مگر حضرت امام حسینؑ کی شہادت کو چند ہی روز ہوئے تھے کہ مختار نے دعویٰ کیا کہ حضرت علی کے بعد اصلی امام ان کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ تھے۔ اور شیعوں ہی میں۔ مختار یہ نام ایک فرقہ پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرا فرقہ متشعب پیدا ہوا جس کا دعویٰ تھا کہ محمد بن حنفیہ کے بعد امام زمانہ ہاشم بن محمد بن حنفیہ ہیں۔ اس سلسلہ میں اور بھی دو ایک فرقہ پیدا ہوئے تھے کہ مزید یہ فرقہ پیدا ہوا یہ لوگ قائل تھے کہ حضرت امام حسینؑ کے بعد امام زین العابدین۔ اور ان کی اولاد کے صاحبزادے زید بن علی امام ہیں۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اولاد فاطمہ کے بعد دوسرے خاندان میں امامت نہیں جاسکتی مگر یہ کچھ روز نہیں کہ ایک وقت میں ایک

اس کے پیدائش کے ہوتے فرقت

امام رہے۔ بلکہ ہر فاطمی نژاد جو عالم زماہ شجاع اور سخی ہو اور دعویٰ امامت کے ساتھ  
 خروج کرے وہ امام جائز و واجب الاتباع ہے۔ اور ممکن ہے کہ ایک ہی وقت میں  
 ایسے کئی امام موجود ہوں۔ یہ فرق ابتداء بہت ترقی پر تھا۔ اور اس عہد کے اکثر شیعہ  
 اسی عقیدے کے پیرو تھے۔ اور اسی عقیدے کے بہت سے شیعہ وقتاً فوقتاً سرزمین  
 سنجہ میں بھی وارد ہونے لگے رہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ امامت کے مسئلہ میں خود  
 زید بن علی کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ اصول دین میں وہ واصل بن عطاء معتزلی کے شاگرد  
 تھے۔ اور اسی وجہ سے اُن کے تمام پیرو مسئلہ امامت میں شیعہ ہونے کے ساتھ  
 عقائد میں معتزلی تھے۔ اُن کے بھائی امام محمد باقر میں اور اُن میں اختلاف تھا۔ کیونکہ  
 امام محمد باقر اول تو یہ کہتے تھے کہ ایک وقت میں ایک ہی امام رہنا چاہیے۔ دوسری  
 وہ واصل بن عطاء کے عقاید کے خلاف تھے۔ جب زید بن علی بنی امیہ کے ہاتھ  
 سے مارے گئے اور مصلوب ہوئے تو اُن کے بیٹے یحییٰ بن زید نے دعویٰ امامت  
 کیا اور اپنے والد کی طرح وہ بھی مقلول و مصلوب ہوئے۔ پھر اسی اصول پر محمد اور ابراہیم  
 نے امامت کے دعوے کے ساتھ مدینہ میں خروج کیا۔ اور ابو جعفر منصور عباسی کے  
 حکم سے اُن کی زندگی و دعوت کا خاتمہ ہو گیا۔

اس طور پر عباسی خلافت نے زید یہ فرق کی قوت بالکل توڑ دی۔ اگرچہ عرب  
 میں بعض قبائل آج تک اس مذہب کے پیرو موجود ہیں مگر ایسی گٹھلی کی حالت میں  
 ہیں کہ گویا نہیں ہیں۔ لیکن امامت کے دعویدار اور نیز اُن دعوؤں سے پولیٹیکل فائدہ  
 اٹھانے والے اندرونی اندر تقیہ کے برقع میں چھپ چھپ کے نئے نئے پیدا کرتے  
 رہے۔ مگر اُن میں سے وہ فرق زیادہ چکے۔ اور بعد کے زمانوں میں ان کی زبردست  
 سلطنتیں قائم ہوئیں۔ ایک تو شیعہ اثنا عشریہ اور دوسرے شیعہ اسماعیلیہ اولیٰ الذکر  
 عقاید کے شیعہ سلسلہ امامت کو اس طریقہ سے آتے ہیں کہ پہلے حضرت علیؑ  
 اُن کے بعد امام حسنؑ۔ پھر امام حسینؑ۔ پھر امام زین العابدینؑ۔ پھر امام محمد باقرؑ۔ پھر  
 امام جعفر صادقؑ۔ پھر امام موسیٰ کاظمؑ۔ پھر امام علی رضاؑ۔ پھر امام محمد تقیؑ۔ پھر امام محمد تقیؑ  
 پھر امام حسن عسکریؑ۔ پھر اُن کے صاحبزادے محمد قائم جو کہ مہدی منتظر ہیں۔ اور ثانی الذکر  
 فرق یعنی شیعہ اسماعیلیہ امام جعفر صادق علیہ السلام تک تو اثنا عشریہ شیعہوں کے

اسماعیلیوں کے  
امام

ہم خیال یا ہم امام ہیں۔ مگر اُن کے بعد بیاض امام موسیٰ کاظم کے اسماعیل بن جعفر صادق کو امام تسلیم کرتے ہیں۔ چونکہ مشہرت ہے کہ اسماعیل نے اپنے پر بزرگوار کی زندگی ہی میں اس دنیا سے فانی کو رخصت کر دیا لہذا اس بارے میں اُن میں باہم اختلاف ہے۔ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ ورنہ اسل انھوں نے اپنی والدہ کی زندگی میں وفات نہیں پائی۔ صرف نبی عباس کے خوف سے تقیہ اپنی موت کی خبر اُڑا دی اور چھپ رہے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے فی الواقع اپنے والد کی زندگی میں انتقال فرمایا۔ مگر چونکہ امامت مخصوص ہو چکی تھی یعنی حضرت امام جعفر صادق نے صریح الفاظ میں بتا دیا تھا کہ میرے بعد میرے بیٹے اسماعیل امام ہیں اور بغیر وقوع کے بعد مسترد نہیں ہو سکتی لہذا واجب تھا کہ امامت اگر اسماعیل زندہ نہ رہے تو ان کی اولاد میں منتقل ہو۔ چنانچہ امام جعفر صادق کے بعد اسماعیل اور اُن کے بعد محمد بن اسماعیل امام ہوئے۔ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل سابق تام تھے۔ یعنی اُن کی ذات سے اسماعیل ہی کی امامت کا کلمہ ہوا۔ اور اُن پر ابتدائی سات ائمہ ظاہر کا دور ختم ہو کے ائمہ ستورین کا دور شروع ہوا۔ جو خود تو مخفی طور پر شہر و شہر وں پھرتے تھے۔ مگر اُن کی دعوت ظاہر اور آشکارا رہتی تھی۔ اور وہ اپنے داعیوں کو علانیہ طور پر دعوت کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ ان لوگوں کا اصول دینی تھا کہ دنیا امام زندہ و قائم سے کبھی خالی نہیں رہ سکتی۔ امام یا تو ظاہر ہوتا ہے اور یا ستور و مخفی رہتا ہے۔ جب امام ظاہر ہوتا ہے تو جائز ہے کہ اسکی حجت و دعوت مستور رہے۔ لیکن جب امام مخفی ہو تو واجب ہے کہ اسکی حجت و دعوت علانیہ اور عالم آشکارا ہو۔ امامت کے احکام سات سات ہیں۔ وہ تمام چیزیں جو عالم کو اپنے آغوش میں لے کے روز جزا تک پہنچائیں گی سب کا شمار سات ہی سات ہے۔ لہذا واجب ہے کہ امام بھی سات ہی سات ہو کرین۔ ہاں اُن کے نقیب البتہ بارہ رہا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اثنا عشری شیعوں نے جو بارہ امام قرار دے ہیں یہ انھیں دھوکا ہو گیا ہے۔ کہ جو عد و نقباء کے لئے مخصوص تھا اُسے خود ائمہ معصومین کی ذات سے وابستہ کر دیا۔

امامت ظاہری  
و باطنی

ظاہر و باطن

اسماعیلیوں کا ایک اعتقاد یہ بھی تھا کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہے۔ اور ہر تنزیل کی ایک تاویل ہے۔ یعنی قرآن کے جتنے احکام ظاہری ہیں اُن کا ایک باطن بھی ضرور موجود ہے جو راہِ حق فی العلم اور مجتہدین کو معلوم ہے۔ جس سے اس امر کی گنجائش نکل سکتی ہے کہ مقتدیانِ یزید جس حکم قرآنی کو جس وقت مناسب دیکھیں جاری کریں اور جب چاہیں اُس کے باطن سے فائدہ اٹھا کر

اُن احکام کی ظاہری تمیل سے اپنے پرؤن کو روک دین۔ اسی بنیاد پر اسماعیلی لوگ باطنی کے لقب سے بھی یاد کئے جاتے ہیں۔

فلسفہ عقائد میں

بعد کے زمانوں میں یونانی فلسفہ سے بھی علماء اسماعیلیہ نے بے انتہا فائدہ اٹھایا۔ یونانیوں کا نظام خلق حصولِ اخلاق مذہبی صورت اختیار کر کے ان کے مذہبی اصول میں شامل ہو گیا۔ اور صفاتِ باری تعالیٰ کی نسبت انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ صفات کو عام اس سے کہ صفات ذاتی ہوں یا صفاتی اُس ذات و وحدہ لا شریک کی طرف منسوب بھی کرتے اور پھر نفی بھی کرتے۔ مثلاً کہتے موجود غیر موجود۔ قادر غیر قادر۔ اور یہ کہتے کہ ان صفات کو اُس کی طرف منسوب کرنے سے مطلب یہ ہے کہ وہ صفت خدا نے پیدا کی نہ کہ اُس میں ہے۔ یعنی موجود سے مراد وجود کو پیدا کرنے والا۔ قادر سے مراد مقصد قدرت عطا کرنے والا ہے۔

عبید اللہ مہدی

لیکن یہ سب عقاید بعد پیدا ہوئے۔ ابتدائی مدارج میں صرف اسماعیل کی امامت سے علاقہ تھا۔ اور اُس کی تبلیغ و دعوت خفیہ طریقوں پر کی جاتی تھی۔ گو اسماعیلیوں کو دعویٰ ہے کہ اُن دونوں دعوتِ علانیہ طور پر ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ عبید اللہ مہدی نے ۹۴۱ھ میں اپنے داعیوں اور نقیبوں کی کوشش سے تخت و تاج پر قبضہ پا کے اپنے دعویٰ میں سلطنت کی قوت پیدا کر لی۔ عبید اللہ مہدی کے نسب میں بڑے بڑے اختلافات پڑے ہوئے ہیں۔ مورخین اہل سنت ہی نہیں بڑے بڑے مشہور علماء شیعہ اثنا عشریہ نے بھی عبید اللہ مہدی کے نسب پر اعتراض کیا۔ مگر اُس کی اصلی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بغداد کے عباسی خلفائے اپنے اثر سے عراق کے فاطمی اہلِ اصل علماء درو سا کو بھی اس امر پر آمادہ کر دیا تھا کہ عبید اللہ مہدی کو اپنے سلسلہ نسب سے خارج کر دیں۔ ورنہ ذاتِ ظہر پر ظاہر ہوتا ہی کہ یہ لوگ قطعاً بنی فاطمہ تھے۔ جو نسب نامہ خود عبید اللہ مہدی نے پیش کیا یہ تھا کہ عبید اللہ مہدی بن الحسن التقی۔ بن احمد الوفی بن عبد اللہ الرضی۔ بن محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق علیہ السلام۔ مہدی کے تین اجداد تقی و فی اور رضی کی نسبت اسماعیلیں کا دعویٰ ہے کہ ائمہ ستورین فی ذوات اللہ تھے۔ کیونکہ وہ خود بخود رہتے تھے مگر اُن کے داعیِ علانیہ لوگوں میں اُن کی دعوت کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اسماعیلیوں کے نزدیک امامت کے دور سے سات سات کے ہو کر تھے ہیں تو ان ائمہ ستورین کی

ائمہ ستورین

تہا دو تین سے کیوں نہ بڑھنے پائی۔ لیکن یہ اعتراض ایسی ہنرست میں ہو سکتا ہے جب کہ امامت مستورہ کو صرف ائمہ رضی و دینی و تقی پر محدود کیا جائے۔ اگر ائمہ کے ساتھ اسماعیل بن جعفر صادقؑ، محمد بن اسماعیل، عبد اللہ الرضی، احمد الوفی، الحسن التقی، عبید اللہ مہدی اور القاسم بن مہدی کو شامل کر لیا جائے تو سات کا دور پار ہو جاتا ہے۔ آخر الذکر ائمہ یعنی عبید اللہ مہدی اور القاسم اگرچہ تخت حکومت پر جلوہ افروز ہو چکے تھے مگر ملک مصر پر ان کا قبضہ نہیں ہونے پایا تھا۔ جس کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ ان کی امامت پوری طرح ظاہر نہیں ہونے پائی تھی۔

خلافت فاطمی

یہ فقیدہ امامت ظاہر ہو یا مخفی عبید اللہ مہدی نے ۲۹۶ھ میں تخت و تاج حاصل کر کے اسماعیلیت کو فروغ و بنا شروع کیا۔ افریقہ میں اس کی قوت عروج کمال پر تھی مگر مصر پر باوجود متعدد کوششوں کے قابض نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ ۳۲۲ھ میں ہفرتہ کیا۔ اور خلافت فاطمی کی سند اس کے بیٹے ابو القاسم الملقب بہ القاسم بامر اللہ نے قدم رکھا۔ ۳۳۲ھ میں جب القاسم نے دنیا کو رخصت کیا تو امامت اسماعیلی کا تاج منصور اللہ کے سر پر رکھا گیا۔ ۳۳۲ھ میں منصور کی وفات ہونے سے ابو القاسم بامر اللہ اور بادشاہ قرار پایا۔ المغرب کے زمانے میں امامت اسماعیلی کی دعوت پورے مہر کو اور علی سلطنت اسطی عروج کو پہنچ گئی تھی۔ ۳۵۸ھ میں مصر اسکندریہ اور دمشق و بیت المقدس اور حرمین شریفین تک پر قبضہ کر لیا۔ اور ۳۹۱ھ میں القاہرہ کو اپنا دار السلطنت قرار دیکر ملک مصر کو مرکز حکومت اسماعیلی بنادیا۔ اور اب الجیریہ سے لے کے شام و عرب تک انجمن ائمہ فاطمین کی حکومت تھی۔ ۳۹۱ھ میں المغرب نے عالم آخرت کی راہ لی۔ اور ابو القاسم بامر اللہ اس کا جانشین امامت و سلطنت ہوا۔ ۳۹۱ھ میں اس کی وفات پر دولت اسماعیلی کی عنان جہان پناہی الحاکم بامر اللہ کے ہاتھ میں آئی۔ ۳۹۱ھ میں اس کے مار ڈالے جانے کی وجہ سے انطاکیہ لاغز از دین اللہ کا زمانہ شروع ہوا۔ ۳۹۱ھ میں اس نے بھی مندرجہ آخرت اختیار کی اور اس کا بیٹا ابو قاسم محمد بن ظاہر المستنصر باللہ کا لقب اختیار کر کے اریکڑارائے تخت امامت و خلافت ہوا۔ المستنصر نے کچھ اور پر ساتھ سال حکومت کی۔ اس کے زمانے میں اسماعیلیوں کے نقیب و داعی تمام اطراف عالم میں پھیل گئے تھے۔ اور ان کا اثر اس قدر غالب ہو گیا تھا کہ ۴۰۱ھ میں

مصر مرکز خلافت

اسی مستنصر کا خطبہ بعد اذ کے نہروں تک پر پڑھ دیا گیا جو خاص بنی عباس کا دار الخلافت تھا۔ شیخ الجبال حسن بن صباح بھی اسی مستنصر کی درگاہ میں آ کے آستان بوس ہوا تھا۔ اور اسی کا نقیب و داعی تھا۔

حسن بن صباح نے بیعت کرتے وقت المستنصر سے پوچھا تھا کہ جناب کے بعد ہمارا امام کون ہوگا۔ اس کے جواب میں المستنصر نے اپنے بیٹے نزار کا نام لیا۔ لیکن خدا کو نزار کی امامت و سلطنت نہیں منظور تھی۔ اور اس ارادہ الہی کا ظہور یوں ہوا کہ نزار ایام ولی عہد ہی میں ایک دن ایوان امامت کی ایک تاریک راستہ میں جا رہا تھا کہ سامنے سے المستنصر کا وزیر اعظم افضل گھوڑے پر سوار آگیا۔ اندھیرے میں اُس نے صاحب عالم (نزار) کو پہچانا نہیں۔ اور صاحب عالم نے جب دیکھا کہ وہ میری تعظیم کے لئے گھوڑے سے نہیں اترتا تو غصہ سے بیباک ہو کے دانتا اور کہا ”تو مجھے ازمنہ ہی گھوڑے سے اترتا اس وقت کی بات افضل کے دل میں رہی اور اُس نے دل میں پٹھان لی کہ چاہے کچھ ہو نزار کو جانشین نہ ہونے دوں گا۔ چنانچہ مستنصر نے جب المستنصر نے دنیا سے واپس کو رخصت کیا تو افضل نے اپنی چالاکوں سے نزار کو خروم کر کے المستنصر کے دوسرے بیٹے ابوالقاسم احمد کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور المستنصر اُس کا لقب مقرر کیا۔ نزار نے جب قاہرہ میں زمانے کا رنگ اپنے خلاف دیکھا تو بھاگ کے اسکندریہ پہنچا۔ وہاں کے امرا و علمائے اس کے ہاتھ پر بیعت کی تو افضل فوج کیلئے مقابلہ کو جا پہنچا۔ پہلی لڑائی میں تو افضل کو شکست ہوئی۔ مگر دوسری فوج کشی میں وزیر افضل نے ایسی شکست دی کہ نزار اور اُس کے اکثر معزز طرفدار افضل کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے۔ اور مستنصر نے نہایت بے رحمی کے ساتھ اپنے بیٹے بھائی نزار کو قاہرہ کی ایک دیوار میں زندہ چنوا کے دنیا سے ہمیشہ کے لئے ناپید کر دیا۔ انقضی ۴۸۸ھ سے المستنصر کی امامت و سلطنت شروع ہوئی۔ ۵۰۸ھ میں وہ بھی جیل بسا۔ اب الامر باحکام اللہ کا عہد شروع ہوا۔ جس نے ۵۱۲ھ میں آنوش لحد میں آرام کر کے منہ خلافت کو الحافظ لدین اللہ کے لئے خالی کر دیا۔ الحافظ نے ۵۱۴ھ میں وفات پائی اور اسماعیل الظافر باعد اللہ سربراہ اسے امامت ہوا۔ اس کے مارے جانے پر ۵۱۹ھ میں انفار بنصر اللہ تخت نشین ہوا۔ جس نے ۵۲۵ھ میں

المستنصر

دگرائے

اسما علیین

اپنے نابالغ پوتے العاصد لدین اللہ کے لئے مسند امامت خالی کر دی۔ یہی خلیفہ بنی فاطمہ مصر کا آخری خلیفہ یا اسماعیلیں کا آخری امام ہے۔ اس کے عہد میں سوائے عیش پرستی اور غفلت اور لہو و لعب کے کسی انتظامی خوبی کا پتہ نہیں چلتا۔ سلطنت فاطمی وہ صبح کا چرخ تھی جس میں تیل کم زدہ گیا ہو۔ اس کے اضلاع شام و ارض مقدس پر صلیبیوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اور صلیبیوں کی شمالی جانب بلاد شام میں نور الدین زنگی کے عروج و اقبالی کا تارہ چمک رہا تھا۔ صلیبی چاہتے تھے کہ اپنی کسمپرسی سلطنت کے مضبوط کرنے کے لئے ملک مصر پر قبضہ کر لیں۔ خلافت مصر میں اپنی حفاظت کی قوت نہ تھی۔ مگر نور الدین زنگی جو صلیبیوں کے امتیصال کی فکر میں لگا ہوا تھا وہ کسی طرح اس کا روادار نہ تھا کہ لاطینی حکمران ارض مقدس کی قوت ذرا بھی بڑھنے پائے۔ اور اسی سبب سے وہ صلیبیوں کو مصر کی طرح رنج کرنے کا موقع ہی نہ دیتا تھا۔ یہ حالت ہو رہی تھی کہ العاصد نے کسی بات پر بہم ہو کے اپنے وزیر شاؤر کو معزول کر دیا۔ اور اس کے عوض ضرغام نام ایک معزز مصری افسر کو خلعت وزارت عطا ہوا۔ شاؤر کا جب بیان کوئی زور نہ چلا تو اس نے نور الدین زنگی کو دربار میں حاضر ہو کے مدد مانگی۔ اور کہا اگر آپ اپنے اثر سے مجھے پھر وزارت مصر و ایدین تو میں مصر کا ایک ثلث خراج ہر سال آپ کی نذر کیا کروں گا۔ نور الدین کو اس معاملت میں یہ فائدہ بھی نظر آیا کہ اس طرح صلیبیوں کے شر سے بھی مصر بچا یا جاسکے گا شاؤر کی درخواست منظور کر لی۔ اور اپنی جانب سے اسد الدین شیر کوہ جو اس عہد کا کیتا ہو روڑگار سپاہی اور جنرل تسلیم کیا گیا ہے شاؤر کے ساتھ مصر بھیجا۔ اسد الدین اپنے بھتیجے صلاح الدین کے ساتھ جو ان دنوں ایک غیر متمايز شخص تھا اور ایک بیفکر ابلے اصول فوجوں خیال کیا جاتا تھا تھوڑی سی فوج لے کے ۵۵ھ میں مصر پہنچا۔ شاؤر کو دوبارہ وزارت دلوائی۔ اور خود مصر کے فاطمی دربار میں نور الدین کے رزیڈنٹ کی حیثیت سے رہنے لگا لیکن شاؤر نے وزارت پانے کے بعد بد عہدی کی۔ اور موعودہ رقم ادا کرنے سے انکار کیا۔ شیر کوہ کی طرف سے اصرار ہوا تو اس نے صلیبیوں کو لکھ کے اپنی مدد پر بلا یا۔ صلیبی سمجھ رہے تھے کہ مصر میں نور الدین کے حقوق پیدا ہوئے تو ہمیں مشکل ہو جائے گی۔ اسلئے فوراً مدد بھیج دی۔ شیر کوہ کے پاس فوج بہت کم تھی۔ قلعہ بلبیس میں جا کے پناہ گزین ہو گیا۔ اور صلیبیوں اور مصریوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ خبر نور الدین کو پہنچی تو اس نے

آخری امام

نور الدین زنگی

مصر میں اس کا رزیڈنٹ شیر کوہ

تو مدیون کے علاوہ ملک شام پر حملہ کر دیا۔ اور فرنگیوں کو وہاں ایک ایسی فاش شکست ہوئی کہ بہت گھبرائے۔ اور مصر سے اپنی فوج واپس بلائے پر مجبور ہوئے۔ فوراً شیر کو وہ سے تحریک کی کہ اگر آپ مصر سے واپس چلے جائے پر راضی ہوں تو ہم حفاظت کے ساتھ آپ کے پیو بچا دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ اور اس کا بھی المینان دلاتے ہیں کہ ہمیں مصر سے کوئی علاقہ نہ رہے گا۔ شیر کو وہ یہ خبر تو تھی نہیں کہ سلطان نور الدین انھیں شکست دے چکا ہے راضی ہو گیا۔ اور اپنے تمام بھراہیوں کو لے کے شام میں واپس چلا گیا۔

شیر کوہ دوبارہ  
مصر میں۔

مگر اس کے چھ برس بعد ۵۳۶ھ میں وہ پھر دار مصر ہوا اور اسی پہلی حیثیت سے پھر انتظامات مصر کی نگرانی کرنے لگا۔ اور ثلث محل حاصل کا خواستگار ہوا۔ شاہور کے دل میں بغض بھرا ہوا تھا مگر کچھ زور چلتا نہ تھا۔ دل میں سوچتا تھا کہ شیر کوہ کو دعوت کے بہانے بلا کے زہر دے دے مگر بیٹا اختلاف کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ آپ نے ایسا کیا تو نور الدین مصر کو پامال کر ڈالے گا۔ ان باتوں کی خبر شیر کوہ کو برابر پہونچتی تھی اور درگزر کرتا تھا۔ لیکن انگو ہماہی روز بروز شتمل ہوتے جاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن نور الدین کے بعض اہیوں نے موقع پا کے شاہور کو گرفتار کر لیا۔ اور فوراً قتل کر ڈالا۔ شیر کوہ نے اس کا سر العاصد کے پاس بھیج دیا۔ جسے دیکھ کے وہ بہت خوش ہوا۔ اسلئے کہ شاہور سے وہ بھی ناراض تھا۔ اب سلطنت مصر کے کل انتظامات شیر کوہ کے ہاتھ میں تھے۔ مگر اس کی پورے وفانہ کی اور میں سال مصر میں داخل ہوا تھا اسی سال یعنی ۵۳۷ھ میں مر گیا۔ اس کی جانشینی کے لئے لوگوں نے صلاح الدین کو منتخب کیا۔ جس کی قسمت میں چند روز بعد سلطان صلاح الدین اعظم ثابت ہونا تھا۔

صلاح الدین اعظم

صلاح الدین کو لوگ بے پروا اور بے اصول تصور کرتے تھے۔ لیکن ذمہ داری کا کام ہاتھ میں لیتے ہی اس نے کچھ ایسی مستعدی دکھائی کہ سب لوگ حیران ہو گئے۔ نور الدین نے اسے حکم دیا کہ اب تم مصر میں بنی عباس کا خطبہ جاری کرو۔ مگر صلاح الدین اس کی جرات نہ ہوتی تھی۔ دل میں خیال کرتا تھا کہ سارا مصر اسماعیلی مذہب شیون سے بھرا ہوا ہے اگر ایسی جرات کی گئی تو ہر چوٹا بڑا اٹھ کھڑا ہو گا۔ اور بڑی مشکل پڑ جائے گی۔ مگر نور الدین کسی حذر کو نہیں سنا تھا۔ بار بار اسی بات پر اصرار کئے جاتا تھا۔ آخر ۵۳۷ھ آجانبی فاطمہ مصر اور اسماعیلیں کے لئے نہایت ہی منحوس سال تھا۔ غزوہ محرم ۵۳۷ھ کو



مصر میں خطبہ ہوا

اسماء بنت ابی بکرؓ اور عمرؓ ایسی فوری ترقی کرنے لگا کہ دو ہی چار روز میں صاحب فرس ہو گیا۔ اس کے بعد محرم میں جو پہلا جمعہ پڑا اُس میں ارادہ کیا گیا کہ قاپزہ کی جامع مسجد کے ممبر پر خطبہ خطبہ استغنی جاسی کا خطبہ پڑھا جائے۔ مگر عوام کے خوف سے کسی خطیب کو جرأت نہ ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کے امیر عالم نام ایک عجمی شخص نے یہ جرأت کی کہ جا کے ممبر پر کھڑا ہو گیا۔ اور جبکہ خطبہ کا نام خطبہ میں پڑھ دیا۔ سنتے ہی سب طرف سناٹا ہو گیا۔ اور کسی کو کوئی حرف زبان نہ نکالنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد شہر میں بھی ایسی خاموشی رہی کہ کسی نے اس کی خبر لے کر خبر العاصد کو بھی نہیں کی۔ اور بغیر اس کے کہ وہ اپنے خطبہ کے منقطع ہونے کی خبر نے اور محرم الحرام ۱۱ھ کو عین عاشورے کے روز دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور اُسی کی ذات پر سلطنت اسماعیلیں کا خاتمہ ہو گیا۔ اور سلطان صلاح الدین کا دور شروع ہوا۔

یہ تھے اسماعیلیوں کے اصلی امام اور خلفاء۔ ہم نہیں جانتے کہ اُن کے بعد اسماعیلیں کے خیالات اور عقاید امامت کے بارے میں کیا ہیں۔ یہ تو مشکل ہے کہ وہ امامت کی نسبت یہ خیال کرتے ہوں کہ منقطع ہو گئی کیونکہ اُن کے نزدیک امامت کے بغیر نظام عالم قائم نہیں رہ سکتا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اس کے بعد سے پھر امامت مخفی ہو رہی باطنی مافی جاتی ہو۔ اور اُن ائمہ کے نام سے وہ واقف ہوں۔ گو دنیا ان کے مخفی رہنے کے باعث اُن کے ناموں سے نہیں ہے۔

لیکن ہاں اسماعیلیوں کے ایک گروہ کی امامت البتہ آج تک موجود ہے اور وہ حسن بن صباح کا گروہ ہے۔ ہم بیان کر آئے ہیں کہ حسن بن صباح کو المستنصر باللہ نے اپنا جانشین اور اپنے بعد کا امام نزار کو بتایا۔ سلسلہ امامت میں مصر اور خراسان کے اسماعیلیوں میں اختلاف تھا۔ نزار کو اگرچہ سلطنت مصر وزیر افضل کی بی بی وفائی سے نہیں ملی۔ اور اسماعیلیں مصر پر اسماعیلیوں کے اصلی گروہ کے نزدیک اس کا نام امامت کی نہایت سے کھل گیا کہ ابن صباح خراسان اور التوت میں نزار ہی کو امام تسلیم کرتا رہا۔ اور اپنے آپ کو نائب امام یا امام کا نقیب و داعی ظاہر کرتا تھا۔ اور فدائیوں کے ذریعہ سے اسماعیلیت اور باطنیت کو ترقی دیتا تھا۔ نزار کے سلطنت سے محروم رہنے اور سخت مظلومی سے مارے جانے پر اُسے اس قدر غصہ آیا کہ انتقام کے درپے ہوا۔ چنانچہ وہ

اسماعیلیں خراسان کے ائمہ۔

خانیقہ فاطمی المنصور الملقب :- آخر باحکام اللہ اسی انتقام میں باطنین خراسان کے ایک  
 فدائی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ حسن بن صباح کے بعد اُس کا جانشین کیا بزرگ القنوت کا  
 حکمران اور باطنیوں کا نقیب و داعی مقرر ہوا۔ اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا محمد علی بن جہان  
 پھر حسن بن محمد حسن نے علی ذکرۃ السلام کا لقب اختیار کر کے دعوے کیا کہ میں محمد بن کیا  
 بزرگ کا بیٹا نہیں بلکہ امام نزار بن سمنصر باللہ کا پوتا ہوں۔ اور دراصل میں نقیب یا داعی  
 نہیں بلکہ خود امام زمانہ ہوں جس کی توجیہ یوں کی کہ حسن بن صباح کے زمانے ہی میں امام  
 نزار شہید کا ایک بیٹا القنوت میں آ کے سکونت پذیر ہو گیا تھا۔ جو سچا جانشین امامت  
 اور امام عہد تھا۔ مگر امامت کے باطنی ہونے کے باعث مخفی تھا اور سو اہل نقیب  
 و داعی حسن بن صباح کو اسے اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ اتفاقاً جس روز محمد بن کیا بزرگ  
 کے گھر میں بچہ پیدا ہوا اُسی دن اس امام فاطمی ستور کے گھر میں بھی بچہ ہوا۔ وہ دونوں  
 خفیہ طور پر بدل لئے گئے۔ اور میں جو امام فاطمی کا بیٹا اور نزار کا پوتا ہوں محمد بن کیا بزرگ  
 بیٹا مشہور کر کے اُس کے گھر میں پالا گیا۔ اُس علی ذکرۃ السلام نے امامت کا دعویٰ کرتے  
 ہی تکالیف شریعہ اٹھا دیئے۔ اور اپنے پیروں کے لیے صرف ایک تکلیف باقی رکھی  
 جس سے اتباع امام مراد ہے۔ اور اسی وقت سے عام مسلمانوں نے ان لوگوں کو  
 بعوض اسماعیلیہ یا باطنیہ کہنے کے ملاحدہ کے نام سے یاد کرنا شروع کیا۔ ان لوگوں کی  
 امامت القنوت میں مدت تک قائم رہی۔ اور اُس کی تباہی کے بعد بھی آذربائیجان وغیرہ  
 میں موجود رہی۔ چنانچہ اُس کا سلسلہ آج تک چلا آتا ہے۔ اسی سلسلہ کے موجودہ وارث  
 وجانشین اور مظہر نبوت و امامت اور اس عہد کے امام واجب الاحترام ہر بائیس آغا خان ہیں  
 جو اپنے فریق کے امام ہیں۔ اس سلسلہ کے اڑھتالیسویں امام اور حام مسلمانان ہند کے  
 ایک بہت بڑے لیڈر محسن اور شہسین ہیں۔ اور ہم باوجودیکہ اُن کے پیرو نہیں مگر اُن کو اپنا  
 افتخار اور سرمایہ ناز تصور کرتے ہیں۔

علی ذکرۃ السلام

اس کا دعوے  
 فاطمیہ

آغا خان  
 آخری امام

اسماعیلیوں کے  
 دو گروہ

الحاصل اسماعیلیوں کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک پُرانے اور اصلی مصر والے  
 اسماعیلی جو نزار کو امام نہیں مانتے اسماعیلیں خراسان کو مخالفین اور المستقر کے بعد  
 المستقلی۔ الآخر باحکام اللہ۔ الحافظ لدین اللہ۔ الطافر باعد اللہ۔ القاسم بنصر اللہ۔ اور  
 العاصد لدین اللہ کو ائمہ برحق و واجب التعظیم تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہی اصلی اسماعیلی ہیں

دوسرا وہ فریق جو حسن بن صباح کی کوششوں سے شروع ہوا۔ اور جو لوگ کہ مستنصر کے بعد  
نزار کو پھر علی ذکرۃ السلام کو اس کے بعد تمام حکمران القنوت کو اور ان کے بعد دیگر۔ قندادون  
جو وقتاً فوقتاً علی الترتیب امام ہوتے رہے امام واجب الاحترام تسلیم کرتے ہیں۔ ہندوستان  
میں یہ دونوں گروہ موجود ہیں۔ اول الذکر یعنی مصر والے اصلی اسماعیلی پورے ہیں۔ اور  
آخر الذکر یعنی حسن بن صباح والے خراسانی اسماعیلی جو نزار کو مانتے ہیں اور جن کو لوگوں نے  
ملاحدہ کا خطاب دیا تھا خوب ہیں۔

اکثر متاخر مورخین اور عوام اہل سنت اس غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کہ اسماعیلیہ  
ملاحدہ اور قرامطہ سب ایک ہی عقیدہ کے لوگ تھے اور ایک ہی فرقہ کے لقب ہیں۔ یعنی سب  
متراوف الفاظ ہیں۔ حالانکہ یہ سب الگ الگ فرقہ ہیں۔ اور گو اسماعیل بن جعفر صادق رضی  
اللہ عنہ کے امام ہونے میں باہم شہد ہیں مگر پورے سلسلہ امامت کے نسبت بڑے  
بڑے اختلافات رکھتے ہیں۔

اسماعیلیہ اور ملاحدہ کا فرق واضح طور پر ہم نے بتا دیا۔ اب ہم بعد والے باب میں  
قرامطہ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اور ان کی پوری مفصل و شرح تاریخ بتا دینے کے بعد  
ان کی طرف توجہ کریں گے۔

## انٹھوان باب

قرامطہ

قرامطہ

فرقہ قرامطہ اگرچہ مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ خیال کیا جاتا ہے اور ہے مگر دراصل یہ  
لوگ کچھ ایسے عقاید رکھتے تھے اور ان کے ہاتھوں سے ایسے ایسے میرت انگیز واقعات  
ظہور میں آئے کہ مشکل سے یہ لوگ اہل قبلہ میں داخل کئے جاسکتے ہیں۔ عقائد اسلامیہ  
پر جس آزادی سے ان لوگوں نے خطایں پھیرا اس آزادی سے شاید کسی اور کو جرأت  
نہ ہوئی ہوگی مگر چالاک یہ تھی کہ انھوں نے ہمیشہ بنی فاطمہ کی طرف داری کی اور اپنے آپ کو  
فاطمیین مصر اور تمام سادات کا نقیب قرار دے دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام وہ لوگ  
جو بنی عباس کے خلاف تھے اور دعویٰ امامت کر رہے تھے سب کی مجموعی طاقت  
نے اس فرقہ کی پشت پناہی کی۔ اور آخر یہ ایسا چمکا کہ خلافت عباسیہ کو اس سے دنیا

لیکن دراصل یہ لوگ اسماعیلی نہ تھے صرف اسماعیلیوں کی پولیٹیکل قوت سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ اکثر لوگ غلطی سے اسماعیلیوں کو قرامط کہہ دیا کرتے ہیں حالانکہ قرامط کو جب موقع ملا تو اسماعیلی ائمہ و خلفاء کے مقابلہ میں بھی صفت آرا ہو گئے۔ اور دشمنی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

قرامط کا ظہور سب کے پہلے یون ہوا کہ ایک گناہم شخص اطراف خجستان سے آیا اور عجب تقدس سے یہ ماتم مقام ہنرین میں جو حوالی کو زمین سے فروکش ہوا۔ اس نے یہاں آکے بے انتہا زہد و اتقا ظاہر کیا۔ یہاں تک کہ جو لوگ دیکھتے اس کے معتقد ہو جاتے اپنے کعب ذاتی سے کہتا تھا۔ اور کسی سے کچھ نہ لیتا تھا۔ اور اگل حلال کے ساتھ شب و روز نماز و روزہ میں بسر کرتا تھا۔ جب کبھی کوئی ملنے کو جاتا تو وہ شخص سوا خدا اور رسول کے ذکر کے اور کوئی بات نہ کہتا اور ہندب طریقہ سے اس پر اپنا زہد و اتقا اور نماز و روزہ بھی ظاہر کر دیتا۔ اکثر کہا کرتا کہ انسان اپنے خلائق سے نادانستہ ہے اس پر پاس نمازین فرض ہیں اور وہ غافل رہتا ہے۔

یہ شخص اکثر ایک بنیے کی دکان پر جا کے بیٹھا کرتا تھا۔ اور وہ بنیا اس کی نیک نفسی اور زہد و اتقا کا معتقد تھا۔ اتنا قاضی دولت مند شخص نہیں بنیے سے آکے کہا تھا کہ ایک باغ پھل لے کے کو ہے۔ اور میں ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جسے جو اس کی حفاظت کرے مگر خرابی یہ ہے کہ کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا۔ جو مقرر کیا جائے گا ممکن نہیں کہ فصل پر کسی قسم کا تغلب و تصرف نہ کرے۔ بنیے نے فوراً اس شخص کا پتا دیا۔ اور کہا آپ ان سے کہیں اگر وہ منظور کر لیں تو آپ کی خوش نصیبی ہے۔ ان سے زیادہ متدین ایماندار اور ستمی و پرہیزگار آدمی ملنا محال ہے۔ صاحب باغ اس شخص کے پاس گیا اور کہا اگر آپ میرے باغ کی حفاظت کا کام اپنے ذمہ لے لیں تو بڑی ہی غایت ہو۔ اس شخص نے فوراً منظور کر لیا۔ جا کے باغ میں مقیم ہوا اور ہر چیز کی نگہبانی کرنے لگا۔

اب یہ عابد و زہد شخص اس باغ میں اطمینان سے رہتا۔ راتوں کو نمازین پڑھتا۔ اور دن کو روزے رکھتا۔ کھانے کی یہ قطع تھی کہ روزانہ ایک رطل کھجوریں سے کچھ قوت لایموت کرتا۔ اور ان کی گھنڈیاں احتیاط سے جمع کر کے بنیے کو دیدیتا۔ بنیا ان گھنڈیوں کو حفاظت سے رکھتا گیا یہاں تک کہ آخر میں جب حساب ہوا تو ان گھنڈیوں کے مطابق

اس بھی گناہ کا پانی

اس کی گفت

جتنی کجورین ثابت ہوئیں اُن میں سے گٹھلیوں کی قیمت مجرا کر کے باغ کی بنیاد اور بنیے کو پاس فراہم کر دی۔ اس لئے کہ کل پیداوار جمع کرنے کا وہی ذمہ دار تھا۔ بنیے نے جب باغ کی تمام کجورین جمع کر کے صاحب باغ کے پاس بھیجیں تو اُن کے ساتھ وہ گٹھلیاں بھی بھیج دیں۔ باغ کا مالک ان گٹھلیوں کو دیکھ کے بے سوچے سمجھے برہم ہوا۔ کہ یہ گٹھلیاں کیسی۔ اور بے اختیار اس کے بنیے کو پٹینے لگا کہ یہ کجورین کون کھا گیا۔ اور لطف یہ کہ میرے چڑھانے کے لئے تو نے یہ گٹھلیاں برے پاس بھیج دیں۔ بنیے نے سمجھایا اور کہا آپ خفا نہ ہو مجھے وہ بزرگ جو باغ کی نگہبانی کرتے تھے انھوں نے اپنے حق انصاف میں جتنی کجورین کھائیں یہ انھیں کی گٹھلیاں ہیں۔ اور آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئیں کہ آپ اندازہ کر لیں کہ انھوں نے زیادہ نہیں کھایا۔ بلکہ انھوں نے گٹھلیوں کی قیمت مجرا کر لی ہے۔ اس لئے کہ یہ آپ ہی کے پاس آگئیں۔ یہ سن کے صاحب باغ نہایت متحیر ہوا اور اُس شخص کے اتفاقاً اُصیا کا پر تعجب کرنے لگا۔ اپنی غلط فہمی پر اُس نے بنیے سے بہت کچھ معذرت خواہی کی۔ عرض اس طریقہ سے اُس شخص نے اپنے تقدس و اتفاقا کا اثر سارے شہر پر اور کل اطراف و جوانب میں پھیلا دیا۔ اور ہر گھر اور ہر محبت میں اُس کی خوبیوں کا تذکرہ ہونے لگا۔

چند روز بعد وہ شخص بیمار ہوا۔ اس وقت سربراہ شہر پر آ کے لیٹ گیا۔ اور کئی روز تک وہیں پڑا رہا۔ بنیا جو اُس کی بزرگی کا متقد تھا فوراً دوڑتا ہوا گیا اور ارادہ کیا کہ اُسے اپنے گھر پر اُٹھالائے اور جہان تک ممکن ہو خدمت کر کے ثوابِ آخرت حاصل کرے وہ شخص اس قدر بیمار تھا کہ اپنے پاؤں سے کبھی طرح نہ چل سکا تب بنیا ایک سیل والے کے پاس دوڑا گیا جس کا نام کرمتیہ تھا اس لفظ کے معنی زبانِ بلی میں لال آنکھوں والے کے ہیں) اس شخص کے پاس تدوین تھے جو کہ ایہ پرچلا کرتے تھے۔ بنیے نے کرمتیہ سے کہا کہ بھئی ذرا چل کے ایک صاحب کو جو شہر پر پڑے ہوئے ہیں میرے گھر پہنچا دو۔ کرمتیہ نے سیل بجا کے اُس شخص کو سوار کرایا اور بنیے کے گھر پہنچا دیا۔ بنیے نے اپنے گھر لے جا کے ایسی خاطر تواضع کی اور اس توجہ اور سرگرمی سے علاج کیا کہ وہ شخص چند ہی روز میں اچھا ہو کے پھر لوگوں پر اپنے زہد اور افتقا کا جال ڈالنے لگا۔

اس کا لقب قریبی  
کیون تہرا پایا

اس کے پورے

اب اس شخص نے اپنی غرض کے ظاہر کر کے نہ کہ پورا موقع پایا۔ اس لئے کہ اس کی عبادت گاہ اسی اور تقوسے و طہارت کا لوگوں پر اتنا اثر ہو چکا تھا کہ اس کی برسات پر عوام غور و ارمان سے اُستے تھے اور کسی کو گدب کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ ایسے وقت میں اس شخص نے کہا کہ میں ایک پوشیدہ نام کا نقیب ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں ہیں۔ انہیں میں کی طرف میں تم سب کو بلاتا ہوں۔ اتنا کہتے ہی لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ اور اس کے دربار میں اور چند دن کا گزرا وہ روز افزون ترقی پاتے لگے۔ اس شخص نے یہ قاعدہ رکھا تھا کہ جو ایمان لاتا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرتا اس سے ایک دینار ملے لیتا تھا۔ اور کتنا تھا کہ یہ امام وقت کے لئے سید ہے۔ اب اس نے اپنے لئے فرقہ کے سیکے سنئے نئے عقائد اور اصول مرتب کرنا شروع کئے۔ اور اپنے پیغمبر علیہ مریدوں میں سے بارہ آدمی منتخب کر کے ان کو حواری کا خطاب دیا اور کہا اب تم بزرگ و بزرگ ہوں گے جو حضورؐ کا پیغمبر بن گئے۔ کیا تھا۔ تم دین کے شریعہ و عبادت کی اصلاح کے واسطے مدعو کرو۔ ان نصیحتوں کو سن کر وہ لوگ اس کے مذہب میں داخل ہونے لگے۔ اور چند روز میں یہ کیفیت ہو گئی کہ سوا اہل عراق کے اکثر لوگوں سے تمام کاروبار چھوٹ گئے۔ اس لئے کہ ہر شخص غروہ و بچاس نمازوں کے اور کھانے میں مشغول رہتا تھا۔ ان نمازوں سے کسی کو اتنی فرصت ہی نہ رہتی تھی کہ دنیاوی کاموں کو دیکھے۔

اس کی کراست

اتفاقاً اس علاقہ میں ہر چند نامور ایک رئیس عراق کے چند گانہ تھے اس نے جو دیکھا کہ فرامین اور کائنات کا رول اس کے پیغمبر کا مچھوٹ گئے تو لوگوں سے ہکا بھکا دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ ساری کارگزاری اب اس کے بزرگ کی سبب ہوئی ہے۔ ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے اور کسی فاطمی امام کی طرف تعلق اللہ کو مدعو کرتے ہیں۔ یہ سن کر ہر عجم کو بڑا غصہ آیا اس نے اپنے آدمی بھیج کر ان بزرگ کو جو اس کے بانی ستھ پکڑوا بلوایا۔ اور یہ کہہ کے کہ اچھا رہ جا صبح کو تم قتل کئے جاؤ گے اپنے مکان میں بند کر کے قتل چڑھوا دیا۔ اور قتل کی کنجی اپنے بچھونے کے پتھر رکھ کے کئی بیخ بنوایا۔ ہر عجم کی ایک لونڈی بھی تھی جس کے نام اس خیال سے کہ یہ شخص بے جرم مارا جائے گا یا سوچے سے کہ اس کے مریدوں میں بھی حب دیکھا کہ ہر عجم شراب کے نشہ میں مبتلا

اور غافل ہو گیا ہے چپکے سے جا کے بھپوئے کا کونا اٹھا کنبی نکالی اور قفل کھول کے اس شخص کو آزاد کر دیا۔ اور پھر دسے پاؤں جا کے کنبی بھپوئے کے نیچے رکھ دی۔ مگر یہ کہ آقا سے ڈرتی تھی کہ اگر یہ حال اُسکو معلوم ہو گیا تو مار ہی ڈالے گا اسوجہ سے کسی کے سامنے اس واقعہ کو نہیں ظاہر کیا۔ یہ شخص نے صبح اُٹھ کے قفل کھول کے دیکھا تو وہ شخص غائب تھا۔ یہ شخص تو خاموش رہا مگر لوگوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ وہ شخص ہیمیم کی قید سے غائب ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مستقدون کو اُس کی پاک باطنی کا اور یقین ہو گیا۔ اور اُس کی یہ نسبت ایک عظیم الشان کرامت تصور کی گئی۔ اور ہر جگہ اس واقعہ نے لوگوں کے دل میں جن عقیدت کا ج بول دیا۔

اس کا لوگوں کو ہکا کو غائب ہونا

چند روز بعد یہ شخص اپنے معتقدوں کے ایک گروہ سے ملا اور کہا کسی میں اتنی قدرت کہاں ہے کہ سبھی خرم ہو جائے۔ دنیا میں تو کسی کی اتنی مجال نہیں ہے۔ اسکی زبان سے یہ کلمات سُن کے معتقدین اور بھی راسخ العقیدہ ہو گئے۔ وہ شخص مرید کے بیان کر کے دل میں ڈرا کہ ان لوگوں سے ملنے کے بعد اب بھی اگر اسی علاقہ عراق میں رہوں گا تو پکڑ لیا جاؤنگا اور جان کا اندیشہ ہے۔ اس خیال سے ان لوگوں کو چھوڑ کے سرزمین شام میں ہو رہا۔ اس فرقہ کے پہلے بانی کی داستان یہیں پر تمام ہو گئی تھی۔ اس لئے کہ شام جانے کے بعد پھر اس کا پتہ نہیں لگا کہ کہاں گیا اور کیا ہو گیا۔ اس شخص کی چالاکی اور پیش بندی کا اندازہ کرنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ اتنے دنوں تک حالی کو فہم میں رہا اور اتنے ایک مرید اور معتقد پیدا کر لئے مگر اپنا نام آخر تک نہیں ظاہر کیا۔ اور اسی مجبوری سے لوگ اُسے اُس قدر مہل واسلے کر میتہ کی طرف منسوب کر کے کر میتی کہا کرتے تھے۔ یہی لفظ عام کے کثرت استعمال سے بدل کر قرمطی ہو گیا۔ اور وہ قرمطی ہی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور آخر میں اس فرقہ کے ایک اسی کے نام کی نسبت سے قرمطی کے لفظ سے یاد کئے جانے لگے۔

اس کی جمع قرمطی ہے۔

اس کے عقاید

اس شخص کے عقائد عجیب و غریب تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے تاسخ اس مسئلہ اختیار کر لیا تھا۔ اور اس مسئلہ سے بہت فائدہ اُٹھائے تھے۔ چنانچہ لوگوں کو کہا کرتا تھا "میں ہی عیسیٰ ہوں۔ میں ہی کلمۃ اللہ ہوں۔ میں ہی مہدی ہوں۔ میں ہی

احمد بن محمد بن حنفیہ ہون۔ میں ہی جبریل ہوں۔" دعوے کرتا تھا کہ مسیح جاؤ انسانیت میں میرے پاس آئے اور کہا۔ "تم ہی داعی ہو۔ تم ہی حجت ہو۔ تم ہی نادر مصلح ہو۔ تم ہی دایتہ الارض ہو۔ تم ہی ذکر یا ہو۔ تم ہی روح القدس ہو۔" اس شخص نے لوگوں کو بتایا کہ "یون تو بہت سی نمازیں فرض ہیں مگر اصل نماز چار رکعتیں ہیں۔ دو طلوع آفتاب سے پہلے اور دو مغرب کے بعد۔" اور ہر نماز کی اذان یون ہوتی چاہئے "اللہ اکبر تین بار۔" اشہد ان لا الہ الا اللہ دو بار۔ اشہد ان آدم رسول اللہ۔ اشہد ان نوحاً رسول اللہ۔ اشہد ان ابراہیم رسول اللہ۔ اشہد ان موسیٰ رسول اللہ۔ اشہد ان عیسیٰ رسول اللہ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ۔ اشہد ان احمد بن محمد بن الحنفیہ رسول اللہ ایک ایک بار۔"

اس کی کتاب آسمانی اور سورہ استغفار

اس نے ایک کتاب بھی اپنے معتقدوں اور حواریوں کے ہاتھ میں دی جس کی ابتدا بسم اللہ سے ہوتی تھی۔ خاضۃ اُس نے ایک سورۃ تصنیف کر کے اپنے مریدوں کو دی اور کہا یہ سورۃ استغفار ہے۔ جو احمد بن محمد بن حنفیہ پر نازل ہوئی تھی۔ نماز کی ابتدا میں سب کے پہلے یہ سورۃ قرأت سے پڑھی جائے اس لئے کہ بے اس کو پڑھے نماز نہیں ہوتی وہ سورۃ یہ ہے۔۔۔ "الحمد لله بکلمتہ و تقالے باسمہ التمجید لا ویعائہ باو یاء قل ان الابد مو ا قیت للناس ظاہر یا یعلم عدد السنین و الحسب و الشہور و الايام و باطنہا و یائی الذین عرفوا عبادی سبیلی التقوی یا اولی الاباب۔ وانا الذی لا اسئل عما افعل وانا العظیم الحکیم وانا الذی ابوعبادی وامن خلقی۔ فمن مبر علی بلائی و مخفی و اختیاری العقیۃ فی جنتی و اخلدت فی نعمتی و من نزل عن جری و کذب رسی اخذتہ جہاناً فی عذابی و اتممت اجلی و اخرت امری علی السنۃ رسی وانا الذی لم یمل علی جبار الہیستہ و لا غیر الا اولتہ و لیس الذی اضر علی امری و دام علی جہالتہ و قالوا لمن نبیرح علیہ کفیراً و یہ موتین اولک ہم الکافرون۔" حکم تھا کہ قیام میں جب یہ سورۃ پڑھ چکے تو رکوع میں جاے اور کہے "سبحان ربی رب العزۃ و تقالے عما یصفت الظالمون" پھر سجدے میں جاے اور کہے "اللہ اعلیٰ اللہ اعلیٰ اللہ اعظم اللہ اعظم" یہ بھی تجویز تھی کہ قبلہ بیت المقدس کی طرف ہونا چاہئے۔ اور جمعہ نہیں دو شنبہ عید المسلمین قرار دیا جائے۔ اور اگس روز کوئی کام نہ کرنا چاہئے۔ سال بھر میں صرف دو روزے فرض تھے مہر جان کے دن اور نوروز کے دن۔

نماز و گیسٹل



پسند میں کا اُن دنوں زیادہ رواج ہو گیا تھا حرام کی گئی تھی اور شراب عام طور پر حلال تھی جنابت کے لئے غسل کرنے کی کچھ ضرورت نہ تھی جس وقت کو لینا کافی تھا۔ جو لوگ اس مذہب کے تسلیم کرنے سے انکار کریں انہیں سے جو لوگ لڑائی پر آمادہ ہوں ان کو قتل واجب تھا۔ اور جو لڑین اُن سے جزیہ وصول کر لینا کافی تھا۔ جتنے جانور بیچہ اور دانت رکھتے ہوں سب حرام تھے۔

اس کے علاوہ کی تاریخ

اس پہلے قرامطی کا ظہور خلیفہ المعتضد کے عہد ششم میں ہوا تھا۔ اور یہی پہلی تاریخ قرامطی کے ظہور کی ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا مذہب برابر تغیر کھاتا رہا۔ پہلی کہ اس فرقہ کا ہر عہد کا سرگرم شخص ایک امیر یا پیشہ کی حیثیت نہیں رکھتا تھا بلکہ اسی پوری طرح امام کا مرتبہ حاصل ہوتا تھا۔ اور مذہب میں جس قسم کے تغیرات چاہتا تھا پیدا کر دیتا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے سب کچھ کیا مگر یہ دعویٰ کبھی نہیں چھوڑا کہ ہم امام وقت کے نقیب ہیں۔ اور لوگوں کو انہیں کی طرف مائل کرتے ہیں۔

ابوسید جہانی

یہ پہلا بانی قرامطی ایسا غائب ہوا کہ اگر اس فریق میں تازہ جوش پیدا کرنے کی دوباہ کوشش نہ کی جاتی تو یقیناً مذہب قرامطی بھی اُس کی غیبت کے ساتھ ہی تمام ہو جاتا لیکن اُس کے آٹھ برس بعد ششم میں اسی خلیفہ معتضد کا عہد تھا کہ بحرین میں ابوسعید جہانی نام ایک اور شخص پیدا ہوا جس نے مذہب قرامطی میں پوری پولیٹیکل قوت پیدا کر دی یہ شخص اگرچہ آخر میں گروہ قرامطی کا ایک زبردست ہیرہ بن گیا مگر دراصل دعوت قرامطی کی بنیاد اس سے نہیں پڑی تھی۔ جس شخص نے پہلے قرامطی کی یاد اسے دوبارہ زندہ کی وہ یحییٰ بن مہدی نام ایک شخص تھا۔ یہ شخص ششم میں زندہ اجا سنے کہاں سے آئے بحرین کے شہر قطیف میں خاندان زیاد کے غلام علی بن معلی بن حمدان کے گھر پر فروکش ہوا۔ اس شخص نے جب دیکھا کہ علی ایک متعصب اور غالی شیعہ ہے تو اُس سے کہا کہ میں صاحب الزمان امام مہدی کا فاضل ہوں۔ اور ایک خط نکال کر دکھایا اور ظاہر کیا کہ یہ خط خاص امام علیہ السلام کا تمام مہجانب اہل بیت کے نام ہے میں صرف اس غرض سے بھیجا گیا ہوں کہ شیعیان اہل بیت کو امام مہدی کی طرف مدعا کروں۔ اور وجہ یہ ہے کہ اُن کے ظہور کا زمانہ آگیا۔ علی بن معلی نے اتنا سنتے ہی قطیف کے تمام شیعوں کو جمع کیا اور وہ خط جو امام صاحب الزمان کا خط بتایا جاتا تھا سب کو

یحییٰ بن مہدی

پڑھ کے نایا گیا۔ امام کا نام ایسا تھا کہ سب سے بلا تامل سر جھکا دیا۔ اس کی درخواست منظور کی اور کہا: امام صاحب الزمان ظہور فرمائیں ہم سب ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ جب قطیف کے تمام لوگ اس خط کی تعمیل پر آمادہ ہو چکے تو بحرین کے تمام گاؤں میں عام مسلمانوں کے پاس یہ پیام بھیجا گیا کہ صاحب الزمان کا قاصد آیا ہے اور سب سے خواہش کی جاتی ہے کہ اس کی درخواست منظور فرمائیں۔ بحرین بھر میں جہان یہ پیام گیا لوگوں نے اطاعت کی اور یحییٰ بن محمد کی خواہشیں پوری کیں۔ بحرین کی انہیں ایسا لانے والوں میں ابو سعید خبالی بھی تھا۔ یہ ایک معمولی شخص تھا۔ اور لوگوں کے وہاں غلہ وغیرہ جو کچھ پیدا ہوتا تھا اس کو بیچ دیا کرتا تھا۔ یحییٰ اپنی غرض میں اس حد تک کامیاب ہو سکے کہ ایک غائب ہو گیا۔

یحییٰ بن محمد ہی چند روز غائب رہ سکے پھر بحرین میں نمودار ہوا۔ اس مرتبہ بھی انکو ہاتھ میں ایک خط تھا جس کو پیش کر سکے۔ اس نے کہا: امام علیہ السلام نے یہ خط اپنے تمام شیعوں کو دیا ہے۔ اس خط کا یہ مضمون تھا: ”مجھے اپنے قاصد یحییٰ بن محمد کی زبان سے معلوم ہوا ہے کہ تم سب میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو۔ اب ضرورت ہے کہ تم سب لوگ میرے اس نامہ بر کو فنی کس ۶۶ دینا روک دو۔“ لوگوں نے خوشی خاطر یہ مذکورہ فلس جمع کر کے یحییٰ کے حوالہ کر دیا۔ اور یحییٰ سب رقم لے کے چل دیا۔

نامہ امام

تھوڑے دنوں کے بعد یحییٰ بن محمد ہی پھر ایک خط لے ہوئے نمودار ہوا۔ جس کے آئندہ اہل بحرین نہایت ہی خوش ہوئے۔ امام صاحب الزمان کا خط سرکار کی طرف رکھ کے پڑھا تو اس میں لکھا تھا: تمہاری مرسلہ رقم مجھے ملی اب تم سے درخواست کی جاتی ہے کہ جتنے مہمان اہل بیت اور شیعیان خاندان نبوت ہوں اپنی جائداد کا پانچواں حصہ میرے اس قاصد کے سپرد کر دین۔ اس حکم کی بھی فوراً تعمیل کی گئی اور ایک معتد بہ رقم جو اسی حساب سے تمام شیعوں نے نذر امام صاحب العصر کی تھی فراہم کر کے یحییٰ کے ہاتھ میں دیدی گئی۔ اور یحییٰ نے یہ روپیہ لے کے پھر اپنے غنی گھر کی راہ لی۔ اب یحییٰ مذکور نے اپنا یہ قاعدہ کو لیا کہ برابر امام علیہ السلام کے فرضی خطوط لے کے آتا تھا اور قبائل قیس میں جن سے بحرین آباد تھا پھیرے کرتا تھا۔ اور ہمیشہ زمین چھل کر کے لے جاتا تھا۔

یعنی کا لوگوں پر

اب یہی اس قدر سچا قاصد امام تصور کر لیا گیا کہ ہر جگہ سر آنگھون پر بیٹھایا جاتا تھا۔ اسے روپیہ دینے میں کسی کو عذر نہ ہوتا تھا۔ اور جائز و ناجائز ہر طرح اس کی خاطر مداخلت کی جاتی تھی۔ چنانچہ ابراہیم بن صالح نام ایک شخص بہ چشم دید بیان کرتا ہے کہ میں لوگ مرقہ ابو سعید جنابی کے پاس تھا۔ اتفاقاً یہی آگیا۔ بڑی تکلف سے اس کی دعوت کی گئی اور بعد فراغت طعام ابو سعید اپنی بی بی سے یہ کہہ کے باہر نکل آیا کہ یہی قاصد امام ہیں ان کی ہر طرح دلہی کرنا چاہئے۔ اگر ان کا کہہ اور جی چاہے فرض کرو کہ تم سے معارفت کرنا چاہیں تو خبردار عذر نہ کرنا۔ اس لئے کہ ان کی خاطر داری خواب ہے۔ بی بی کو یہ سمجھا کہ یہی کبھی اس تنہا چھوڑ دیا۔ یہ ایک ایسا عبرت ناک واقعہ تھا کہ اس کی خبر والی شہر کو پہنچ گئی۔ اس نے دل میں یہ خیال کر کے کہ یہی بن مہدی ایک فتنہ ہے اسے گرفتار کر لیا۔ اور سر اور ڈاڑھی مونڈ کے چھوڑ دیا۔

سلطنت کی مخالفت

یہی کی گرفتاری کا حال سننے ہی ابو سعید بن ابی ذر گیا اور فوراً شہر چھوڑ کے اپنے وطن جنابا میں جھاگ گیا۔ اور یہی بن مہدی نے جیسے ہی والی کے ساتھ سے نجات پائی سیدھا قبائل بنی کلاب بن حنظل اور بنی خریس جاپہونچا۔ قاصد امام کی یہ گت دیکھ کے ان لوگوں میں نہایت ہی برمی پیدا ہوئی۔ اور سلطنت کی مخالفت کا مصمم ارادہ کر کے سب کرب یہی کے ساتھ ہو گئے۔ یہاں خود ہی لاک پر جوش فوج تیار ہو چکی تھی کہ ابو سعید جنابی بھی آپہنچا اور لوگوں میں اور زیادہ اشتعال پیدا کرنے لگا۔ انرض اب ان لوگوں نے اتنی قوت پیدا کر لی کہ والی بحرین کو بھی ان کا دباؤ دشاوار ہو گیا۔ اور یہ پہلا وقت ہے کہ قرامطہ کی سلطنت کے مقابلہ میں تھیوار اٹھانے کی جرأت کی۔ اب اس تمام فوج کی سرداری ابو سعید جنابی کے ہاتھ میں تھی۔

قرامطہ کا دور

ابو سعید نے ابتداءً سلطنت میں تھیوار اٹھائے تھے اب غصہ میں اس کو یہاں تک کامیابی ہو گئی کہ ہر طرف تاخت و تاراج شروع کر دیا۔ سارے بحرین میں ہلچل مچ گئی۔ اور ہر گاؤں میں قرامطہ کا سکہ پیٹھ گیا۔ جنابی کی ٹھاک اس قدر بیٹھ گئی کہ وہ جسے اپنے خلاف پابلیے قائل قتل کر ڈالتا اور والی بحرین قلیف میں بیٹھے بیٹھے یہ تماشہ دیکھتا تھا اور اس کا کہہ نہ کر سکتا تھا۔ لیکن جنابی نے والی کو قلیف کی چار دیواری میں بھی اطمینان سے بیٹھنے دیا اپنی بددیون کی ہرجوش فوج کے کے بحرین کے خاص متفرق قلیف پر حملہ کیا اور شہر پر قبضہ

کر کے جن لوگوں کو اپنی خلافت پایا بلا استثنا قتل کر ڈالا اور مشہور کر دیا کہ اب مین بصرہ پر مکر رہن گلا  
اس خبر کے مشہور ہوتے ہی بصرہ میں ہل چل پڑ گئی۔ اور یہ ڈر ہو کر اگر بصرہ تک پہنچ گیا تو مکر کنز  
خلافت دار اسلام بصرہ اسے بہت قریب ہو جائے گا۔ احمد بن محمد بن یحییٰ واثقی نے جو اس زمانہ میں  
والی بصرہ تھا تمام حالات خلیفہ معتقد کے دربار میں لکھے اور لوگوں کی پریشانی ظاہر کی۔ اور صاف  
صاف لکھ دیا کہ بصرہ معرض خطر میں ہے۔ معتقد باندے حکم دیا کہ لوگوں کے اطمینان کے لئے  
بصرہ کے گرد شہر پناہ بنائی جائے چنانچہ فوراً مدد لگا دی گئی جس میں چودہ ہزار دینار صرف ہوئے۔

ان کی سرکوبی کا  
انتظام

اب ابوسعید نے تعلیف پر قابض ہو چکنے کے بعد اطراف ہجرین کوٹ مار شروع کر دی  
اور بعض گروہ قرامطہ و والی بصرہ تک آپہونے تک و والی بصرہ احمد واثقی نے گھبراہٹ کے والی خلافت  
بندر اسے مدد طلب کی۔ معتقد فوراً کچھ کشتیاں براہ و جلد روانہ کر دیں جن پر تین سو سپاہی  
تھے۔ اس کے ساتھ ہی معتقد نے مناسب سیم کے عباس بن عمرو بن عثمانی کو جو اس  
عہد کے شجاع و عزمین تھا حکومت فارس سے ملحدہ کر کے ینامہ اور بحرین پر روانہ کیا۔  
اور دو ہزار فوج اس کے ہمراہ کر کے حکم دیا کہ تم جاکے قرامطہ کا استیصال کرو۔ عباس بن  
عمرو یہ حکم پاتے ہی فارس سے نکل کے داخل بصرہ ہوا اور اس کے ساتھ بہت سی فوج متطوعہ  
اور سرکاری لشکر کے بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ اور ان سب لوگوں کو ہراہے کے وہ  
ابوسعید جنابی کے مقابلہ کو چلا۔ شام کا وقت تھا کہ دونوں لشکروں کا سامنا ہوا۔ دونوں  
سر لشکر اپنے سپاہیوں کو لے کے بڑے کہ سو کر آرائی شروع کر دیں۔ لڑائی شروع ہوئی کہ  
تھی کہ رات ہو گئی اور تاریکی نے درمیان میں پڑ کے دونوں حریفوں کو روک دیا۔ رات کا  
ہونا تھا کہ کچھ لوگ عباس کا ساتھ چھوڑ کے واپس آ گئے جن میں تین سو جوان بھی تھے کے  
اور بصرہ کے متطوعہ (والینٹر) تھے۔ لیکن عباس نے ان کی کچھ پروا نہ کی اور صبح ہوئے  
ہی اس نے حریف پر حملہ کر دیا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ ایک طرف خلافت کی حمایت اور  
بہادری کے دعوے تھے اور دوسری طرف تازہ مذہبی جوش تھا۔ ناگہان عباس کی فوج ایسے  
کے سو آدمی لے کے احمد بن عیسیٰ کے غلام نجاح نے ابوسعید کی مینہ فوج پر حملہ کیا۔ یہ  
لوگ اس شدت سے ابوسعید جنابی کی فوج میں گھس پڑے کہ وہ مہر میں سبکے کاٹ ڈالا  
اسی وقت خود جنابی نے عباس اور اس کے ہمراہیوں پر ایسا حملہ کیا کہ عباس کو بسے اپنی لشکر  
کے پیچھا ہونا پڑا۔ اور اس گیر و دار میں کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ خود عباس جنابی کے ہاتھ میں گرفتار

ہو گیا۔ پھر کیا تھا۔ غلامنت کی فوج بے اختیار بھاگی۔ آج کی لڑائی میں شام ہو گئی تھی ابوسعید نے سب قیدیوں کو بندہ گرفتار دکھا اور صبح اٹھتے ہی سب کو قتل کر کے آگ میں جلوا دیا۔ ایک صرت عباس تھا جسے قیابی نے زندہ قید رکھا۔ اب ابوسعید جنابی اس لڑائی میں نفع حاصل کرتے ہی شہر بھر پر چڑھ دوڑا۔ دباں کس میں مزاحمت کی تاب تھی۔ فوراً شہر کے بھاگنا کھل گئے۔ ابوسعید نے ہجرین داخل ہو کے لوگوں کو پناہ دی۔ ہجرین داخل ہو کے عباس کی ہاتھ میں ایک لٹوف خطا دیا اور کہا جا کے اپنے آقا (خلیفہ) کو یہ خطا دو اور جو کچھ تم نے یہاں دیکھا ہے اس کا حال بیان کرو۔ عباس جب بندہ اوپر پہنچ کے مقتصد کے دربار میں گیا۔ مقتصد نے جب سم زمانہ عباس کو خلعت سے تو سرفراز کر دیا مگر اپنی ناراضی ظاہر کی۔ عباس نے جب خطا دینے کا ارادہ کیا تو مقتصد نے کہا خدا کی قسم اس خطا میں کچھ نہ لکھا ہو گا۔ جنابی کا مقصد اس سادے پیٹے ہونے کا غذ سے یہ ہے کہ تم نے قیصر کے پاس بہت سی نوج بھیجی تھی جن میں سے صرت ایک شخص تمہارے پاس زندہ واپس جاتا ہے۔ یہ کہہ کے اس نے خطا لے کے کھولا اور دیکھا تو واقعی سادہ کا غذ تھا۔

اہل بصرہ کو جب اس شکست کی خبر ہوئی تو سارے شہر میں شگلہ پڑ گیا۔ اور سب نے ارادہ کیا کہ شہر چھوڑ کے کہیں بھاگ جائیں۔ والی بصرہ واثقی کو جب اہل شہر کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو اس نے سب کو سمجھایا تھا کہ روکا اور کہا تم کو ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ابوسعید کی اتنی مجال نہیں کہ بصرہ کا ارادہ کر سکے۔ قرامطہ کی دھمکی اب اس قدر بڑھ گئی تھی کہ بادشاہی النظر میں بصرہ کا بچنا دشوار معلوم ہوتا تھا۔ لیکن مقتصد کی طرف سے ایک غلام جس کا نام بدر تھا قرامطہ کے مقابلہ کو نکلا۔ بدر نے جانتے ہی قرامطہ کا ایسا سخت حملہ کیا کہ ایک ہی حملہ میں تمام قرامطہ منتشر ہو گئے۔ اور ابوسعید جنابی کی ساری کامیابیاں خاک میں مل گئیں۔ بدر قرامطہ سے اس قدر جلا ہوا تھا کہ عموماً ہر قرامطہ کے قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن جب یہ دیکھا کہ ہجرین اور سواصل عراق کی تمام رعایا اس مذہب کو اختیار کر چکی ہیں تو اس نے اپنا ہاتھ قتل سے روک لیا کہ اگر تمام قرامطہ قتل ہو گئے تو ملک تباہ ہو جائے گا۔ نہ کاشتکار ہی باقی رہیں اور نہ زمیندار۔ تاہم بدر نے قرامطہ کے کسی انصر کو زندہ نہیں چھوڑا۔

اسی زمانہ کے قریب علاء بن مسعود عراق میں ذکر وید بن مہر وید نام ایک نیابانی قرامطہ ظاہر ہوا۔ اس نے تمام باطن اپنا لقب مشہور کیا اور ہر طرف لوگوں کو اپنے دام میں پھانسنے لگا۔

اہل بصرہ کی گہرٹ

قرامطہ کی فاش شکست

ذکر وید

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوفہ کے اطراف میں پھر فساد برپا ہو گیا۔ والی کوفہ احمد بن محمد طائی کو جب خبر پہنچی  
کافی فوج لے کے حملہ آور ہوا۔ محروم کو پہلی شکستوں نے اس قدر ضعیف اور غائف کر دیا تھا کہ  
لڑائی کے شروع ہوتے ہی ان کو سخت شکست ہوئی۔ سب منتشر ہو گئے۔ خود ذکر وہ بھاگ کے  
ریگستان عرب میں ہزار ہا اب اس کی یہ حالت تھی کہ برابر قبائل عرب کے پاس جاتا تھا اور پناہ مانگنے  
کے ساتھ انہیں اپنی طرف مڑھو کرتا تھا۔ لیکن اس کی یہ محروم اور دی بالکل بے کار ثابت ہوئی۔  
اور کسی نے پناہ دینے کی حامی نہ بھر سی۔

اس کا نام

اب ذکر یہ بن مہر دیہ نے اپنی کارروائی کا طرز بدل دیا ایک قی و دق صحر میں ایک  
تہ خانہ کھود کے بنایا۔ جس میں لوہے کا دروازہ قائم کیا۔ جو باہر سے بالکل ایک تنور کی وضع میں  
نظر آتا تھا۔ جب لوگ اس کا تجسس کرتے تو وہ کسی عورت کو بھٹلا دیتا۔ جو اس تنور میں آگ  
سلا گاتی اور خود کنارے بیٹھی رہتی۔ لوگوں کو کبھی گمان بھی نہ ہوتا کہ اس جلتے ہوئے تنور  
کے اندر کوئی رہ سکتا ہے۔ خود ذکر وہ تارک الدین اہل ریاضت کی طرح اس تہ خانہ میں بیٹھا  
اور اپنے تینوں بیٹوں یحییٰ، یحییٰ اور علی کو سامنے بلا کے نہائش کی کہ تم قبیلہ کعب بن دیرہ  
میں جا کے اپنے آپ کو امام اسماعیل بن جعفر صادق کی نسل سے ظاہر کرو۔ اور ان لوگوں میں  
پناہ گزین ہو کے انہیں اپنی طرف مڑھو کرو۔ یہ تینوں بیٹے باپ سے جدا ہو کر قبیلہ کعب  
میں پہنچے مگر غلات امید پھرنا کا سیاب ہوئے۔ اور کسی قبیلہ میں ان کو پناہ نہ ملتی تھی۔ آخر  
پہرے پہرے وہ قبیلہ بنی قلیص بنی خنم میں وارد ہوئے۔ اس قبیلہ نے پناہ دی اور ان کے  
نسبی دعوے کو تسلیم کر لیا۔ سب نے شہداء میں سرزمین سادہ میں بھیجے کہ ہاتھ پر بیعت کی  
اور اس کو یحییٰ بن عبد اللہ بن محمد بن اسماعیل مان لیا۔ اگرچہ لوگوں کو معلوم تھا کہ محمد بن اسماعیل کا  
کوئی بیٹا عبد اللہ نام نہ تھا مگر پچھلے دعوے کو سب نے آنکھیں نہ کر کے تسلیم کر لیا۔ یحییٰ نے  
موقع پاکہ لہنی کنیت ابو القاسم رکھی اور اپنے آپ کو تمام مستندین میں شیخ کے لقب سے  
مشہور کیا۔ چند روز کے تجربہ سے جب یحییٰ کو یقین ہو گیا کہ لوگوں پر اس کا اثر ابھی طرچ ہو گیا  
ہے تو اس نے اپنا پہلا نام بدل ڈالا۔ اور سب سے کہا میں نے اپنا اصلی نام ضرورۃً مخفی  
کر لیا۔ دراصل میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ یہ تبدیلی اس ضرورت سے کی گئی کہ امام لوگوں  
کے عقائد میں تھا کہ امام موعود کا نام محمد بن عبد اللہ ہو گا۔ یحییٰ نے یہ نام اپنے لئے مخصوص  
کر کے پوشش کی خود ہی امام آخر الزمان بن جائے۔ اس نام کے بدلنے کے ساتھ ہی یحییٰ

صاف ظاہر کر دیا کہ میں ہی امام منتظر ہوں۔ جس اونٹ پر سوار ہونے کے مین ہنگون گاؤں کیسا کھڑا ہے۔ اور جو میری امانت و فرمان برداری کرے گا یقیناً فقیہ اب و کامیاب ہوگا۔ اس طرح لوگوں میں ایک جوش پیدا کر کے وہ ہر طرف گرد و فراخ میں لوٹ مار کرنے لگا۔

سیکھ بن ذکر و یاد کا گروہ جب بڑھا اور جا بجا قبائل پر تاخت و تاراج کی آفت نازل ہو گئی تو لوگوں میں اس کی شہرت ہوئی۔ یہاں تک کہ حکام و دولت عباسیہ تک خیر پہنچی کہ قرامطہ کا ایک گروہ جو جمعیت ہوا ہے اور قریب ہے کہ وہ لوگ از سر نو ابھر پڑ پڑیں۔ معتقد باللہ و مہاسی کا غلام شبل فوج لے کے بڑھا کہ اُن کو منتشر کر دے۔ قرامطہ نے پورے جوش و فروروش سے مقابلہ کر کے شبل کو شکست دے دی۔ تب محمد بن احمد طائی نے حملہ کیا اور قرامطہ کو پوری شکست دے دی۔ اس شکست میں محمد طائی نے قرامطہ کے ایک سرگروہ ابو الفوارس کو گرفتار کر کے دار الخلافت میں بھیج دیا۔ معتقد نے ابو الفوارس کو اپنے سامنے بلوایا اور کہا

ابو الفوارس غزلی

”میں سنتا ہوں کہ تم لوگ کہتے ہو عبد مل شانہ کی روح اور پیڑ اُسکے امینا کی روحیں جہاں جہوں میں حلول کرتی ہیں تو تنہا رہ کر کے تم کو فرشتوں سے بچاتی ہیں اور عمل نیک کی توفیق دیتی ہیں کیا یہ صحیح ہے؟“ ابو الفوارس نے کہا ”تم کو اس سے مطلب ہی کیا اگر انبیاء کی روحیں جہاں جہوں میں حلول کرتی ہیں تو تنہا رہ کر کوئی فائدہ نہیں اور اگر شیطان کی روحیں حلول کرتی ہیں تو کوئی نقصان نہیں۔ پھر اس کے پلاچمنے سے فائدہ؟ پوچھا ہے تو وہ بات پوچھو جو تمہارے مطلب کی ہو۔“ معتقد نے کہا ”وہ میرے مطلب کی کوئی بات ہے؟“ ابو الفوارس نے ”لو سنو“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انتقال فرمایا تمہارے باوجود عباس موجود تھے نہ انہوں نے خلافت مانگی اور نہ کسی نے دی۔ ایک شخص نے بھی اُن کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ پھر جب ابوبکر نے سفر آخرت کیا تو عمر کے لئے وصیت کر دی۔ حالانکہ جانتے تھے کہ عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں اور زندہ موجود ہیں۔ یہ بھی پہچانے اب عمر کے انتقال کا زمانہ آیا۔ انہوں نے کسی کے حق میں وصیت نہیں کی۔ امر خلافت کو صحابہ کے مشورہ پر مول چھوڑ گئے۔ عباس کے لئے وصیت نہ کرنا کیسا انہیں اصحابِ حل و عقد میں بھی شامل نہیں کیا۔ جب عباس ہر موقع پر غیر قابل خلافت مانے لگے تو تم کس منہ سے ادھر کس استغاث سے مدعی خلافت ہو۔ ظاہر ہے کہ عباس کے نہ مستحق ہونے پر قریب قریب کل صحابہ کا اجماع ہو گیا۔“ معتقد نے اس تقریر کا کچھ جواب نہیں دیا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ

نہیں دس سکا مگر اُس نے حکم دیا کہ یہ شخص ہڈیاں توڑ توڑ کے اور ہاتھ پاؤں کاٹ کاٹ کے مارا جائے۔ چنانچہ اسی طریقہ سے وہ قرمطی شخص قتل کیا گیا۔

قرامطہ کو اگرچہ علاقہ سواد میں سخت شکست ہو گئی مگر ان کی قوت بالکل ٹوٹ نہیں گئی تھی۔ اس شکستہ کے بعد ہی پیچھے پھر اپنی کامیابی کی تہا ایزمیں مصروف ہوا۔ اب اُس نے اپنے حلوں کا نشانہ دمشق کو بنایا اس لئے کہ گزشتہ شکست سے اُسے اس بات کا یقین کامل ہو گیا کہ علاقہ سواد عراق اور کوفہ پر اب کامیابی کی امید نہیں۔ دمشق پر ان دنوں ابن طولون حاکم مصر کا غلام طغرل خان تھا۔ اُس نے جب قرامطہ کا یہ جوہوش و غروش دیکھا تو دل میں نہایت خائف ہوا اور مصر سے ملک طلب کی۔ اس ملک کے آجائے پر طغ نے قرامطہ سے مقابلہ شروع کر دیا۔ انتقام لڑا ایمان ہو یمن اور آخر کار قرامطہ کو پوری شکست ہوئی۔ خود بچلے جو امام موعود بن گیا تھا مارا گیا۔ اور اُس کے سر کاٹ کر جابجا منتشر ہو گئے۔

قرامطہ قتل ہوئے

مغزویرین میں سے جو لوگ صاحب اثر تھے انہوں نے باجم جمع ہونے کے بھیجے کے بھائی حسین کو اپنا مقتدر بنایا۔ اُس نے اپنا لقب احمد مقرر کیا۔ ابو العباس کینتہ قرار دی۔ اور صحرانی عربوں کو پھر اپنی طرف مدعو کرنے لگا۔ بہت سے قبائل و گروہ اس کے گرد جمع ہو گئے اور بیچنے سے بھی زیادہ شوکت و شہرت اُس کو حاصل ہو گئی۔ تب اُس نے مستقصدان کو اپنے چہرے کا ایک شامہ (دوغ) دکھانے کے لیے علامت عقی ہے جو خدا کی طرف سے مجھے مرحمت ہوئی ہے۔ اسی وقت سے یہ شخص ”صاحب شامہ“ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ الغرض صاحب شامہ نے پوری قوت حاصل کر کے قرمطی سیلاب کو پھر دمشق کی طرف بڑھایا۔ اب کی اہل دمشق میں اتنی قوت نہ تھی کہ اپنی حفاظت و نہایت میں ذرا بھی ہاتھ پاؤں مار سکتے۔ آخر وہ شقیون بنے امن مانگی۔ اور ادنیٰ خراج کے وعدے پر صلح کر لے۔

صاحب شامہ

تب صاحب شامہ و دمشق چھوڑ کے شہر حمص کی دیواروں کی سبھیچے پہنچا۔ حمص کو اُس نے فوراً فتح کر لیا۔ اور وہاں کے ممبروں پر اسے نام کا خطاب پڑھوایا۔ اور اسی وقت سے اُس نے اپنا نام ”المہدی امیر المومنین“ مقرر کیا۔ اسی زمانہ میں صاحب شامہ کا ایک حمزہ بھائی اُس سے آئے ملا تو اُس کو اُس نے اپنا جانشین مقرر کیا اور اسے مقرر کا خطاب دیا اور کہا یہ وہ مدثر ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ پھر اپنے ایک غلام کو ”مطبق“ کے خطاب سے سرفراز کیا۔ اور اُس کے ذمہ یہ خدمت پھر دے دی گئی کہ گرفتار شدہ مسلمانوں کو قتل کرتا تھا۔

اہل کامیابی



اور اہل اسلام کی جلاوٹی اس کے سپرد تھی۔ جنس کے بعد ابن شامہ شام کے بلا و عہد اور  
مصرۃ النعمان پر حملہ آور ہوا۔ ان شہر ذن میں اس کے فوج نے ایک خلقت عظیم کو قتل کیا  
جس میں مرد عورت بچہ سب شامل تھے۔ پھر اس نے شہر بعلبک پر حملہ کیا اور وہاں قریب  
قریب سب باشندوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد شہر سلیمہ پر پہونچا۔ یہاں کے لوگوں نے  
پہونچنے سے مقابلہ کارا دہ کیا۔ لیکن اپنی قوت کم دیکھ کر آخر سب نے اطاعت کی درخواست کی۔  
ابن شامہ نے ان کی درخواست منظور کر کے شہر کے پھاٹک کھلوائے اور اندر داخل ہو کر  
ہی قتل عام کا حکم دیدیا۔ اور قیامت یہ کہ باوجودیکہ اپنے آپ کو نبی فاطمہ کا نقیب بتاتا تھا  
اور عوفاطی ہوئے۔ مگر کاندھ کی تھاپہاں قتل عام میں جی ہاشم ہی سے ابتدا کی گئی۔ کہا جاتا ہے  
کہ قرامطہ کو سلیمہ میں جب آدمی نہ ملے تو ان کی بے روک تلواریں جانوروں پر جھک پڑیں  
اور بہت سے جانور بھی قتل کر ڈالے گئے۔ ان ناعداتر میں ظالموں نے کتبوں اور درسوں  
میں گیس گیس کے معصوم بچوں تک کو قتل کر ڈالا۔ جب ابن شامہ نے دیکھا کہ سلیمہ میں اس  
کوئی متفلس نہیں نظر آتا۔ تو اس نے حکم دیا کہ اطراف و اجانب میں جو گاؤں ہوں ان میں بھی  
قتل عام کیا جائے۔ مشہور ہے کہ ابن شامہ کے فتنہ میں اکثر باشندے نورتین قرامطیوں کے  
ہاتھ یوں گرفتار ہوئے کہ ان کے سر سے عمامہ بونین جن کے بچوں کی نسبت یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ  
کس کے نفع سے ہیں۔

جب یہ ثابت ہو چکی تھی تو سرزمین شامہ میں ہر طرف ہست ہست مچ گئی۔ ہر گاؤں  
بلکہ ہر گم سے آہ و وایلا کی آواز بلند ہوئی۔ یہ آواز جب دارالخلافت بغداد تک پہونچی تو  
خلیفہ المکتفی بائمہ گری سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس نے ستمی اور اودھن کیا کہ جس طرح ہو سکے  
قرامطہ کا کام تمام کر دے۔ اس نے اپنی فوج کو بڑھاکے قرامطہ سے مقابلہ کیا اور ان کو  
شکست دی۔ قرامطہ بھاگ کے حلب میں ہو رہے۔ المکتفی تو پہونچے شکست دے کے  
رقہ میں واپس گیا۔ اور حاکم مصر ابن طونون کا غلام بدر فوج لے کے قرامطہ کی طرف روانہ  
ہوا۔ دوسری طرف سے خود المکتفی نے یحییٰ بن سلیمان کا تب کو روانہ کیا جس کے ساتھ  
بنی شیبان کا آیار بڑا گرو تھا اور حسین بن حمد ان تغلبی بھی موجود تھا۔ ان لوگوں نے  
جاکے ۲۹۱ ھ میں قرامطہ کو بڑی فاش شکست دے دی۔ ان کا ایک بہت بڑا گروہ  
قتل ہو گیا۔ خود صاحب شامہ مع اپنے خلیفہ دمشق اور اپنے غلام مطوق کے پوشیدہ منہ چھپا کر

کوفہ کی طرف بھاگا۔ مقام رعبہ تک پہنچے تھے کہ لوگوں نے ان کو پہچان لیا اور وہ ان کے عامل کو خبر کر دی اس نے فوراً انھوں کو کے مکنتی کے دربار میں بھیج دیا۔ وہاں مکنتی کے حکم سے پہلے صاحب شامہ کو دو سو کوڑے مارے گئے اور اس کے بعد تینوں تلواروں سے کاٹ ڈالے گئے۔

اب ذکر دینے کا تیسرا بیٹا علی رہ گیا وہ ابتداً اچھا کے ہمراہ تھا۔ لیکن جب بچلے دمشق میں مارا گیا تو اس نے صاحب شامہ کا ساتھ نہ دیا بلکہ بھاگ گئے بلاد سواصل فرات میں چورہا۔ یہاں بھی کچھ قرامطہ اس کے ہمراہ ہو گئے اور موقع پا کے اس نے طبرہ پر تاخت کی۔ اور اہل طبرہ کے لئے کوئی ظلم و جور نہیں اٹھا رکھا۔ پھر جب مسین بن حمدان قرامطہ کو قاتل بن میں روانہ ہوا تو علی بن ذکر دیہ نے بھاگ کے یمن میں پناہ لی۔ وہاں بھی بہت سے دہش قرامطہ اس کے ہمراہ ہو گئے جن سے قوت حاصل کر کے وہ اکثر بلاد یمن پر تصرف ہو گیا۔ دیگر اطراف و جہان میں جب اس کی دہاکٹ مٹھ گئی تو یمن کے خاص مستقر شہر صنعا کے طرف روانہ ہوا۔ جب اس کی خبر حاکم یمن ابن یحییٰ کو پہنچی تو صنعا چھوڑ کے بھاگ گیا۔ علی بن صنعا یمن داخل ہوا۔ ہر طرح کی زیادتی اور خون ریزی وہاں جاری کر دی۔ اس کے چند روز بعد وہ اطراف یمن ہی میں مر گیا۔

جس زمانہ میں علی بن ذکر دیہ یمن پر تصرف حاصل کر رہا تھا اسی زمانہ میں دوسری طرف خود ذکر دیہ نے جب دیکھا کہ اہل سادہ یمن سکوت پیدا ہو گیا اور اخوان خلافت سے شکایت کما کے انھوں نے بالکل غموشی اختیار کر لی تو اپنے خاص مریدوں میں سے عبداللہ بن سمید نام ایک شخص کو جو کہ ابو فاعم کی کینیت سے مشہور تھا اسلئے میں اپنا خطا دے کے اُن کو پاس روانہ کیا۔ اس کے خط کا معنون یہ تھا کہ مجھے بزرگ و محی معلوم ہوا ہے کہ صاحب شامہ اور اس کا بھائی شیخ آسیحہ اور نون آیا چاہتے ہیں۔ اور دونوں کے بعد خود امام علیہ السلام ظہور فرمائیں گے جن کے برآمد ہونے ہی ساری دنیا عدل و انصاف سے بھر جائے گی۔ یہ خطا لے کے ابو فاعم نے قبائل کلب میں دورہ کرنا شروع کیا۔ بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس نے اپنے زیرِ حکم کافی قوت پا کے بلاد شام کی طرف توجہ کی۔ وہاں کے شہر بصری اور چند مقامات ذرا متکبر و برباد کر دیا اور دمشق کے ولہاروں کے بیچو بیچ کے مقیم ہوا۔ دانی و دمشق احمد بن یقعل معر گیا ہوا تھا اس کے نائبوں نے قرامطہ سے

ذکر دینے کا

مقابلہ کیا۔ مگر ابو غانم کی فتح ہوئی پوری مصر کے نائب اور طرفداروں میں سے اکثر قتل ہوئے۔ اور قرامطہ دمشق پر تصرف حاصل کر کے اُزون کی طرف بڑھے۔ وہاں کے عامل کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کیا اور جا کے طبرہ کو لوٹ لیا۔ تب خلیفہ کا بیٹا باعد نے حسین بن حمدان کو روانہ کیا کہ قرامطہ کی سپہ سر کوئی کرے۔ حسین سکی روانگی کی خبر سنتے ہی ابو غانم بھاگ کے سوادہ میں ہو رہا۔ حسین قنبل کرتا ہوا سوادہ تک چلا گیا لیکن ابو غانم نے بھاگ کے یہ کارروائی کر دی تھی کہ سمرقند سوادہ کا سارا پانی خراب کر ڈالا تھا جس کی وجہ سے حسین کو عراق میں آپس آنا پڑا۔ اب ذکر دیہ کے تمام بیٹوں کا خاتمہ ہو چکا اور دونوں بیر بن بھی تمام ہو گئیں جو ذکر دیہ اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے عمل میں لاسکتا تھا۔ مجبوراً سرگردان قرامطہ اُس کے گرد جمع ہوئے اور اُسے اس بچہ خانہ سے نکالا جس میں وہ بیس برس سے خاوت گزین تھا۔ تمام داعیین قرامطہ اُس موقع پر جمع تھے۔ ذکر دیہ بن مہر وہ نے اپنی صورت کسی کو نہیں دکھائی اور احمد بن قاسم کو اپنی طرف سے سب پر حکمران اور اپنا نائب مقرر کیا۔ ذکر دیہ نے سب لوگوں کو تاکید کی حکم دیا کہ ابن قاسم کی پوری پوری اطاعت کریں اور کسی بات میں اُس سے انحراف نہ کیا جائے۔ اس طرح قرامطہ کا یہ نیا لشکر مرتب ہو کے چلا۔ خود ذکر دیہ ہمراہ تھا مگر اُسی شان سے کہ کسی کو اپنی صورت نہ دکھاتا تھا اور احمد بن قاسم اُس کی طرف سے سب انتظامات کرتا تھا۔ جب یہ خبر مکتفی کو پہنچی تو اُس نے ان کے مقابلہ کے لئے فوج روانہ کی۔ علاوہ سوادہ عراق میں مقابلہ ہوا۔ اور افواج خلافت کو شکست ہوئی۔ قرامطہ نے خلافت کے لشکر کا تمام ساز و سامان لوٹ لیا اور اس ارادہ سے واپس چلے کہ جو مسلمان حج کر لے کو جاتے ہوں اُن کی رہزنی کریں۔ اثنائے راہ میں سب لوگ علاوہ صوان سے ہو کے گذرے اور شہر واقعہ کا محاصرہ کر لیا۔ واقعہ کے لوگوں نے شہر کے چھانک بند کر لئے تب قرامطہ نے گرد و نواح کے تمام کنوؤں پر قبضہ کر لیا تاکہ اہل شہر کو پانی نہ ملے۔

ذکر دیہ کا آخری خروج

ان کی سرکردگی کا انتظام

مکتفی کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے محمد بن اسحاق بن کنداج کو ان کے مقابلہ کو روانہ کیا۔ لیکن یہ لشکر بے نیل مرام واپس آیا۔ اور قرامطہ نے حاجیوں کے

قافلہ پر حملہ کر کے اکبر بن کو قتل کیا۔ اور تاجروں کا مال و غنیمت جی لوٹ لیا۔ پھر ہی طبرستان  
 کا مال جسے لوگ مصر سے مکہ منظم لئے جاتے تھے قرامطہ کے ہاتھ میں پڑ گیا۔  
 اس کے بعد شہر حمص کے قریب باقی ماندہ حاجیوں کو قرامطہ نے گھیر لیا۔ اور  
 سے مکہ کی طرف دوسری فوج روانہ کی جس پر وصیف بن صواہر بن سہار تھا۔ اور  
 بہت سے نامی گرامی افسر بھی موجود تھے یہ فوج فغان کے راستہ سے روانہ  
 ہوئی اور حمص کے قریب قرامطہ سے دوچار ہوئی۔ قرامطہ نے بھی بڑی بہادری  
 سے مقابلہ کیا۔ کامل دوروز تک سرکہ گھیر و دار گرم رہا۔ دوسرے روز قرامطہ کو  
 شکست ہوئی۔ اور ایسی سخت شکست کہ خود ذکر وہ کے سر پر ضرب آئی جس کو  
 مدبر سے وہ غش کھا کے گر پڑا اور نور اگر تار کر لیا گیا۔ اس کے ساتھ اس کا  
 خلیفہ احمد بن قاسم مع اپنے بیٹے کاتب اور بی بی کے بھی گرفتار ہوا۔ گرفتاری  
 کے پانچویں دن ذکر وہ مر گیا۔ اس کی لاش بغداد میں لاکھ مصلوب کی دی گئی اور مہر  
 کاٹ کے خراسان بھیج دیا گیا۔ تاکہ ان حاجیوں کے متعلقین کو خوشی ہو جو  
 لوٹ مارے گئے تھے۔ ذکر وہ کے باقی ماندہ ہر اہی بھاگ کے شام پہنچے۔  
 وہاں حسین بن حمدان موجود تھا اس نے قرامطہ کا قتل و قلع شروع کر دیا۔  
 انرض شام و عراق و ولان جگہ ڈھونڈو کے قرامطہ کی پیچ کنی کی جانے لگی۔  
 اور اس طریقہ سے <sup>۳۵۴</sup> میں قرامطہ کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس مرتبہ افواج خلافت  
 نے قرامطہ کو قتل کر کے ان کی اس قدر بے وقعتی کر دی اور بناوت پسند  
 قبائل عرب سے ان کا اثر اس قدر مٹا دیا کہ ابن ذکر وہ اور اس کے متعلقین  
 کی گرفتاری کے بعد اس کے دو بیٹے اور عزیز بڑی عربوں میں گئے ان میں سے ایک نے  
 اپنا نام بغداد اور دوسرے نے منتقم بتایا۔ یہ پچھلا شخص ذکر وہ کا سالہ تھا۔ ان  
 دونوں نے بغداد کو اپنی مدد اور ابن ذکر وہ کے خون کا بدلہ لینے کی طرف مدعو  
 کیا۔ لیکن ہر دون میں عساکر خلافت کی اس درجہ دہاک بیٹھ گئی تھی کہ انھوں نے بجا سے  
 مدد حیرت کی بات کہ اس افواہ میں اثر نہ ملتا تھا۔ اور ابن خلدون <sup>۳۵۵</sup> میں کہتا ہے  
 غالباً ابن خلدون میں کاتبوں اور ناسخوں کی غلطی سے اتنا بڑا اختلاف پیدا ہو گیا۔ ورنہ ایک مدعی کا  
 فرق اور اتنی بڑی عظیم الشان غلطی ابن خلدون کے (یہ) متفق سے نہیں ہو سکتی۔

ان کی شکست

ذکر وہ کی موت

اس کے کہ خداوند متعز کو اپنے لہان پناہ دیتے اُسے اُن کے گرفتار کر لینے پر آمادہ ہو گئے۔

بحرین میں جنابی کا زور۔

لیکن بحرین اور اس کی اطراف پر انہیں ابھی تک قرامطہ کا اثر باقی تھا۔ جہان الوسیعہ جنابی اس مذہب کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ چنانچہ قرامطہ میں ایک جہد کو چند قرامطی شہر بھرہ کی چھاٹک پر آ گئے۔ لوگ معروف نماز ستے چھاٹک پر جو لوگ بھرہ سے آئے تھے اُن کو کچھ شبہ ہوا اُن میں سے دو نکل کے باہر گئے تو ایک کو قرامطہ نے قتل کر ڈالا۔ فوراً شہر میں غل مچ گیا کہ قرامطہ آ گئے۔ حاکم بھرہ محمد بن اسمعیل بن کندیجی مقابلہ کو گیا تو کسی کا پتہ نہ تھا۔ سب لوگ اُن کے مقابلے میں روانہ ہوئے۔ اور ستروی دور جا کے اُنھیں پایا۔ کل تیس آدمی تھے جن میں سے بعض قتل کئے گئے اور بعض چھاٹک کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد محمد بن اسمعیل واپس آیا۔ اور بھرہ کے چھاٹک بند کروائے گئے۔ کیونکہ سب کو خیال تھا کہ یہ تیس آدمی اُن کے مقدّمہ پیش ہوں گے۔ پورا لشکر پیچھے ہو گا۔ سچ ہی بندہ اور بین اطلاع کر کے لٹک لگائی گئی۔ مگر بعد معلوم ہوا کہ قرامطہ کا کہین پتہ نہیں۔ اور لٹک طلب کرنے پر حاکم شہر کو ندامت ہوئی۔

اُس کے پاس مقتدر کی سفارت

مقتدر باعہد خلیفہ سہبانی نے جب دیکھا کہ قرامطہ کا فتنہ کسی طرح فرو ہوئے ہی کو نہیں آتا تو ابوسعید جنابی کے پاس چند قاصدوں کے ہاتھ ایک خط بھیجا۔ جس میں نہایت نرمی کے الفاظ استعمال کئے اور خواہش کی کہ جو مسلمان ستمنازی نیند میں ہوں اُنھیں چھوڑ دو۔ اور جو مسائل اعتقادی میں تمہیں اختلاف ہے اُن میں مجھ سے آ کے مناظرہ کر لو۔ لیکن یہ قاصد بندہ اسے روانہ ہو کے بھرہ ہی تک پہنچے تھے کہ خبر آئی ابوسعید جنابی کی زندگی کا چراغ ہی گل ہو گیا۔

اُس کا قتل

اُس کی موت کا یہ سبب ہوا کہ اُس کے پاس سسلی (مقلید) کا ایک خادم تھا اُسے خدا جانے اپنے آثار سے کیوں عداوت ہو گئی کہ ایک دن (سلسلہ میں) جبکہ جنابی حمام میں تنہا غسل کر رہا تھا اُس صقلی خادم نے اندر گھس کے اُسے قتل کر ڈالا۔ پھر باہر نکل کے ایک اور بڑے معزز اور صاحب اثر

قرمطی سے کہا کہ میزے آقا آپ کو حمام میں بلائے ہیں۔ اور جیسے ہی وہ حمام میں گیا اُس کا بکام بھی تمام کر دیا۔ پھر ایک دو مہرے موز قرمطی کو بلائے قتل کیا۔ یونہی اُس نے متواتر چار روئے سائے قرمطہ کو بلائے قتل کیا۔ جب پانچویں کو بلایا تو اُسے کچھ شبہ ہوا۔ اُس نے حمام کے دروازے پر پہنچتے ہی اُس خادم کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور قتل کر دیا۔ لوگ شور مچاتے ہی دوڑی اور ستھوڑی دیر میں شہر تہ ہو گئی کہ منادی اور اُس کے چار ہمراہی عقبی خادم کے ہاتھ سے مارے گئے۔ وہ خادم اس جرم کے پاداش میں قتل کر ڈالا گیا۔ اور جنابی کی جانشینی کا مسئلہ حل ہوئے لگا۔

ابو سعید نے زندگی ہی میں اپنے بڑے بیٹے سعید کو اپنا جانشین منتخب کر دیا تھا مگر اس میں باپ کی سی الوا لزمی نہ تھی اپنے گروہ کی سربراہی نہ کر سکا تب کون نے اُس کے چھوٹے بیٹے ابو طاہر سلیمان کو اپنا حاکم بنایا۔ جو شجاع اور مدبر اور آفت کا پتلا تھا۔ باپ کی جانشینی کے ساتھ ہی بلاوہ تہجر۔ احسا۔ قطیف۔ طایف اور بصرہ کے تمام شہر اُس سے تہذیب میں آ گئے۔

اُس کا جانشین  
ابو طاہر قرمطی

اس کے بعد دس گیارہ برس تک قرمطہ میں ایسی خاموشی رہی کہ لوگوں کے دل ست اُن کا اندیشہ جاتا رہا اور بالکل غافل ہو گئے۔ لیکن جنابی کا یہ عزم تھا کہ اپنا اور خاندان کا رخ بصرہ کی طرف کر لے گا۔ اُس وقت کو ستر قرمطیوں کے ساتھ ایک آفت ناک بانی کی طرح بصرہ پر راجہ بچکا بالون کی بیٹی جو فی ستر عیان ان کے پاس تھیں۔ جن کو شہر بیاہ کر چھوڑا گیا۔ اُس کے فوراً چڑھ گئے۔ اور ان کے دروازوں کو قتل کیا اور چھوٹے گھول لے گئے۔ اور شہر میں قتل عام م شروع کر دیا۔ سب کا غلامی بھرہ کا حاکم رات بھر ہوتا رہا۔ صبح کو اُنھوں نے خورسائی کہ رات کو قرمطہ شہر میں گھس آئے۔ فوراً بجزاروں کے اُن کے مقابلہ کو گیا۔ مگر جاتے ہی مارا گیا۔ اب قرمطہ اہل شہر کہ بلا امتیاز امتیاز کر گئے۔ اُن کے ہاتھوں سے جب اور کوئی بات نہ بن پڑی تو جھاگ جھاگ کے ایک جگہ جمع ہو گئے اور مقابلہ شروع کر دیا۔ اور جگہ جان پر ہونے کی کوئی صورت نہ نظر آئی تھی

بصرہ پر اُن کی  
پرسش

جان پر کھیل کے لڑے۔ اور برابر دس روز تک اہل بصرہ اور قرامطہ میں مقابلہ ہوتا رہا۔ مگر انجام میں قرامطہ ہی کی فتح ہوئی۔ اور کثیر القتل و غارتگری ان کے ہاتھ سے قتل ہوئی۔ اس کے بعد ابو طاہر نے بصرے کو لوٹنا اور بصرے والوں کے بنی بنی بچوں کو پکڑ پکڑ کے لونڈی غلام بنانا شروع کیا۔ یہ لوگ سترہ دن تک بصرے میں رہے۔ اور روپیہ پیسہ دولت و نفوذ جو کچھ ہاتھ آیا سب لوٹ کے چل دیے۔ بصرے کی اس تباہی کی خبر سننے ہی المقدربا مد نے محمد بن عبد امد فارسی کو فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ مگر وہ جب تک پہنچے پہنچے ابو طاہر جا چکا تھا۔

ابو طاہر کی عمر ابھی صرف سترہ برس کی تھی۔ مگر اُس کے ظالمانہ کارناموں سے اسی عمر میں وہ جوش و خروش ظاہر ہوا کہ جنابی کا نام بھی اُس کے آگے مٹ گیا۔ بصرے کو لوٹتے ہی اُس نے دوسری قیامت یہ ڈھکائی کہ حاجیوں کا جو سب سے بڑا قافلہ بغداد و عراق سے ارض حجاز کو جا رہا تھا اُس پر ایک بیک جا پڑا۔ بڑے معزز لوگ اُس قافلہ میں تھے جن میں ابو المیبار احمد بن کشر و اور خلیفہ مقتدر کی ماں کے چچا احمد بن بدر کے ایسے گرامی قدر اور بلند پایہ لوگ تھے نسب اس کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے۔ وہ قافلہ کے کل ادب اور سارا مال و اسباب لوٹ کے عورتوں کو اپنے ساتھ پکڑ لے گیا۔ اور مرد و عجموں کو مفلس و محتاج بنے زاوہر اقلہ ریگستان میں چھوڑ گیا جہاں انھوں نے جھوک پیاس سے دھوپ میں جھلس جھلس کے اور اڑیاں رگڑ رگڑ کے جانیں دیں۔ بغداد میں خبر ہوئی تو ہر گھر میں کہرام مچ گیا۔ یہاں لوگ ابن الفرات وزیر سے پہلے ہی سے ناراض ہو رہے تھے جس نے رعایا سے بغد اور جبر و ظلم کیا تھا۔ اور دہار کے زبردست اور ہر دلوں پر سپہ گروں کو باہر بھیجا تھا۔ جن لوگوں نے سفر حج میں قرامطہ کے ستم سے جان دی تھی اُن کی عورتیں اُن لوگوں کے گھروں میں جا کے نالہ و فریاد کرنے لگیں جو ابن الفرات کے ستائے ہوئے تھے۔ اور سب نے کہنا شروع کیا کہ ”ان دوتوں ظلموں کا اصلی سبب ابن الفرات ہی ہے۔“ آخر

قافلہ حجاج پر حملہ

بغداد میں کہرام

مونس بندہ اولین واپس بلایا گیا۔ اور مقتدر نے باقوت نام ایک افسر کو روانہ کیا کہ کوئٹہ کو قرامطہ کی دست برد سے بچائے۔ مگر وہ راستہ ہی میں غلط ہو گیا۔ اور کوئٹہ تک جانے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس اثنا میں ابو طاہر قرامطی نے یہ کیا کہ حاجیوں کے قافلہ میں سے جن معززین بندہ کو کیکڑ لایا تھا اُن کو چھوڑ دیا اور اُن کے ذریعہ سے خلیفہ مقتدر کے پاس پیام بھیجا کہ بلاد بصرہ اور امواز مجھے دے دیجئے اور جب اُس کی یہ درخواست قبول نہ کی گئی تو اپنے مستقر شہر ہجر سے چل کھڑا ہوا کہ پھر حاجیوں کے قافلہ پر حملہ کرے۔ کوئٹہ کی حکومت خلافت کی طرف سے جعفر بن ورقاہ شیبانی کے ہاتھ میں تھی۔ اور وہی مکہ کے راستہ کا محافظ تھا۔ حاجی لوگ جب بندہ سے چلے تو ابو طاہر کے اندیشہ سے جعفر بن ورقاہ ایک ہزار شیبانیوں کو لے کے آگے آگے چلا اور دو اور شاہی سرداران افواج چھ ہزار کی جمیعت سے قافلہ حجاج کے ہمراہ ہوئے۔ ابو طاہر قرامطی تو تاک میں لگا ہی ہوا تھا۔ جعفر بن ورقاہ پر حملہ آور ہوا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ دونوں جانب کے بہادر لڑ رہے تھے کہ داہنی جانب سے قرامطہ کی ایک اور جمیعت نمودار ہوئی۔ اور جعفر کے ہمراہی شکست کھا کے بھاگے۔ جعفر قافلہ والوں سے مل کے اُنھیں کوئٹہ کی طرف پھر لے گیا۔ قرامطہ نے کوئٹہ کے دروازے تک اُن کا تائب کیا۔ یہاں پہنچ کے پھر لڑائی ہوئی۔ اور شاہی لشکر کو بھی قرامطہ سے شکست ہو گئی۔ بہت سے لوگ مارے گئے۔ بہت سے گرفتار ہو گئے جن میں کئی معزز سردار بھی تھے۔ جب سب لوگ کوئٹہ چھوڑ کے بھاگے تو ابو طاہر سلاطین کوئٹہ میں گھسا۔ اور چھ دن تک یہیں پڑا رہا۔ معمول تھا کہ رات کو ابو طاہر بیرون شہر میں اپنے لشکر گاہ میں سوتا۔ اور صبح ہوئے ہی کوئٹہ میں آ کے قتل و غارت شروع کر دیتا۔ الفرض جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ کے چھر سے گیا۔ اور شکست خوردہ لوگ خستہ و خراب بندہ میں پہنچے۔ اب مقتدر نے اُس عہد کے زبردست جرنیل مونس کو قرامطہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ لیکن قرامطہ اُس کے پہنچنے سے پہلے ہی

ابو طاہر کی سفارت

پھر حاجیوں پر حملہ

مساکر خلافت کی شکست



بندہ لوہین تھلکہ

چلے گئے تھے۔ مونس نے یا موت کو حاکم کو ذہنایا۔ اور خود جا کے شہر  
وامطہ میں فروکش ہوا۔ اس سال قرامطہ کا تختہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ بندہ  
و اے گبر اٹھے تھے۔ اور دونوں میں ایسی دہشت نہا گئی تھی کہ لوگ  
بندہ اد کے مغربی حصہ کو چھوڑ چھوڑ کے مشرقی حصہ میں رہنے لگے۔ اس لئے  
کہ دریائے و جلد کے درمیان میں حاجب ہونے سے امید تھی کہ قرامطہ کو  
اس پار پہنچنا دشوار ہو گا۔ ان دشمنان دین کے اندیشہ سے اس سال  
کسی کو حج کرنا نہیں نصیب ہوا۔

حاجیوں کو ٹیکس

دوسرے برس یعنی سال ۳۱۰ میں بھی قرامطہ نے حجاج کے قافلہ پر حملہ  
کیا۔ قافلہ کے ساتھ فلاحت کی جانب سے جو لشکر تھا اُسے اب کی بھی  
شکست ہوئی۔ لیکن اس مرتبہ قرامطہ نے ایک ٹیکس حاجیوں پر مقرر کر دیا  
کہ اگر وہ ادا کر دین تو حج کو جائیں مزاحمت نہ کی جائے گی سب نے بخوشی  
حاجہ ٹیکس ادا کر دیا۔ اور حج سے شرفیاب ہونے کے واپس آئے۔ ان سلسل  
کا میا بیون نے ابو طاہر قرمطی کا حوصلہ اس قدر بڑھا دیا تھا کہ سال ۳۱۰ میں اُس  
نے ارادہ کیا کہ مکہ معظمہ پر قبضہ کرے۔ مکہ میں جیسے ہی اس خبر کی شہرت  
ہوئی لوگ بال بچوں کو اور جو کچھ پہنچا دے جسے لے کے طائف میں چلے گئے۔  
مگر غنیمت یہ ہو کہ ابو طاہر نے خالی مشہور کر دیا تھا۔ آیا نہیں۔

مکہ میں دہشت

## نوان باب

باقی حالات قرامطہ

اب قرامطہ کا بہت زور ہو گیا تھا۔ ایک طرف ارض حجاز پر ان لوگوں  
کی دست برد اور قتل و غارت کا اثر چھا رہا تھا۔ اور دوسری طرف عراق  
و اے اُن کے نام سے کانپ رہے تھے۔ کہ ذہبہ کئی دفعہ لٹ چکے تھے  
اور پھر بھی لٹنے کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ خاص دار الخلافتہ بندہ لوہین لوگوں کو پمیں  
سے نیند نہ آتی تھی۔ سترہ میں بھرے سے خبر آئی کہ قرامطہ کو ذہبہ پر تاخت

کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اُن کا گرد و اسی طرف سے ہونے لگا ہے۔ المقتدر  
 نے یوسف بن ابی السراج کو جو اُس دور کے زبردست شہسوار و ن میں  
 تھا اور شہر واسطہ میں مقیم تھا حکم دیا کہ فوراً جا کے کوفہ کی حفاظت کرے اور  
 قرامطہ کو اُن کی خود سری پر کافی سزا دے۔ اور اُس کے لشکر کے لئے کوفہ  
 میں بہت سا فائدہ اور سامان بطور رسد کے فراہم کر دیا گیا۔ ابن ابی السراج  
 واسطہ سے روانہ ہوا۔ مگر اُس کے پہونچنے سے ایک دن پہلے ہی  
 ابو طاہر قرمطی نے پہونچ کے کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ اور جو کچھ رسد فراہم کی گئی  
 تھی اپنے تصرف میں کر لی۔ دوسرے دن ابن ابی السراج پہونچا تو  
 قرامطہ نے راستہ ہی میں روکا۔ اور کوفہ میں داخل ہونے سے مانع ہوئے۔  
 ابن ابی السراج نے ابو طاہر کے پاس پیام بھیجا کہ ”یا تو امیر المؤمنین المقتدر  
 کی اطاعت کرو۔ ورنہ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور غرسون اتوار  
 کے دن میدان جنگ گرم ہو گا۔“ جواب میں ابو طاہر نے کہا ”بھیا کہ“ اٹھا  
 تو ہم خدا کے سوا کسی کی کرتے ہی نہیں۔ یہی لڑائی تو غرسون نہیں پرسون  
 ہفتہ ہی کو ہو گی۔ دوسرے دن ابن ابی السراج کے ہمراہی قرامطہ کو گالیان  
 دینے اور اُن پر پتھر پھینکنے لگے۔ اور خود ابن ابی السراج نے جب دیکھا کہ  
 قرامطہ کا گرد و تھوڑا ہی سے تو پہلے ہی سے اپنی فتح کا یقین کر لیا۔ اُس کی  
 زبان سے یہ کلمات نکلے کہ ”تھوڑی دیر میں یہ کہتے میرے ہفتہ میں ہوں گی  
 اور لڑائی سے پہلے ہی مژدہ فتح کا خط بغداد میں لکھ بھیجا۔ ساتھ ہی شاہی  
 فوج میں بلبل و قرنا بھیج لگا اور فتح کے نعرے بلند ہوئے۔ ابو طاہر نے یہ  
 ہنگامہ سن کے اپنے کسی دوست سے پوچھا ”یہ کیا ہے؟“ اُس نے  
 جواب دیا ”بزدلی کا جوش ہے اور کچھ نہیں۔“ بولا ”ہاں ٹھیک کہتے ہو۔“  
 دوسرے دن لڑائی شروع ہوئی۔ اور صبح سے شام تک برابر  
 یکساں حالت سے میدان جنگ گرم رہا۔ قرامطہ کا جوش و خروش بلا کا  
 تھا۔ آخر وقت جب ابو طاہر نے دیکھا کہ کسی طرح لڑائی کا فیصلہ ہوتا ہی  
 نہیں تو اپنے چند منتخب شجاعوں کو لے کے اس زور سے حملہ کیا کہ

ابن ابی السراج  
 کی ناخوشگاری

بچا کر خلافت کی  
شکست

ابن ابی الساج کی  
گرفتاری

ایک ہی حملہ میں عساکر خلافت کو پھیس ڈالا۔ اور جو سامنے آیا اُسے کاٹ کر  
ڈال دیا۔ اس حملہ کی تاب لانا مشکل تھا۔ ابن ابی الساج کے ہمراہی  
بدحواس ہو کے بھاگے اور خود ابن ابی الساج اور اُس کے بہت سی  
ساتھی قرامطہ کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے۔ مغرب کے وقت ابو طاہر  
ان سب قیدیوں کو لے کے اپنے خیمہ میں گیا۔ اور اپنے ایک طبیب  
کو مقرر کیا کہ ابن ابی الساج کے زخموں کا علاج کرے۔

اس شکست کی خبر بغداد میں پہونچی تو لوگوں کے حواس جاگتے  
رہے۔ اس کے بعد شکست خوردہ لوگ بدحواس و پریشان حال بن گئے سر  
ننگے پاؤں بغداد میں داخل ہوئے اور شہر والوں نے اُن کی حالت  
دیکھی تو ارادہ کیا کہ گھر چھوڑ کے جلوان یا جہان چلے جائیں۔ مگر ان کو  
اطمینان دلا کہ موئس اپنی فوج لے کے چلا کہ کو ذین قرامطہ سے  
مقابلہ کرے۔ لیکن بغداد کے بھانٹک ہی پر تھا کہ خبر آئی قرامطہ کو ذہ سے  
کوچ کر کے مقام عین القمر کو گئے ہیں۔ یہ سن کے موئس نے بغداد  
سے پانچ سو عسکر (یہودیوں) کو روانہ کیا کہ قرامطہ کو فرات کے پار  
نہ اُترنے دیں۔ اور ایک لشکر انبار بھیجا کہ اُسے قرامطہ کی دست برد  
سے بچائے اور اُس جگہ بھی قرامطہ کو پار اُترنے کا موقع نہ دے۔

قرامطہ انبار میں

قرامطہ نے اب شہر انبار کا قصد کیا۔ انبار والوں نے خبر سننے ہی  
پہل توڑ دیا۔ قرامطہ فرات کے مغربی کنارے پر پہونچ کے پڑاؤ ڈال دیا  
اور ابو طاہر نے اپنے لوگوں کو شہر حدیثہ میں بھیجا جو دھان سے کشیشان  
پکڑ لائے۔ اہل انبار کو خبر بھی نہ ہونے پائی۔ اور ان کشیتوں پر بیٹھ کر  
میں سو قرامطی دریائے فرات کے اُس پار اُتر کے عساکر خلافت کے  
سامنے صف آرا ہو گئے۔ اس لڑائی میں بھی خلافت کی فوجوں کو  
شکست ہوئی۔ بہت سے لوگ مارے گئے اور انبار پر قرامطہ کا  
تہجد ہو گیا۔ جنھوں نے قلعہ اب ہو کے فرات پر پہل بھی باندھ لیا۔ پہل  
کی تیاری کے بعد ابو طاہر نے اپنے لشکر کو اُس پار بھی رہنے دیا۔

اور تنہا اس پار اُس کے اپنے اُن رفقا سے ملا جو انبار پر قابض تھے۔  
 بعد اذین جب یہ خبر پہونچی کہ ابو طاہر فرات کے اِس پار اتر  
 آیا تو زیادہ اندیشہ ہوا اور کوشش کی گئی کہ ایک زبردست لشکر  
 بھیج کے اُن کا سیلاب روکا جائے۔ چنانچہ نصر حاجب ایک جرار  
 لشکر لے کے آیا۔ اور مویش کی فوج سے مل گیا۔ اور عساکر خلافت کی  
 مجموعی تعداد کچھ اوپر چالیس ہزار ہو گئی۔ اور مسلح غلام ان لوگوں کے  
 علاوہ تھے۔ جو اُن دنوں سلطنت کی اسٹینڈنگ آرمی سمجھے جاتے تھے۔  
 ماسومی ان کے اور بھی بہت سے لوگ تھے جو صرف لوٹ مار کے  
 شوق میں آئے تھے۔

خلافت کی بہت  
 فوجیں

مگر یہ سن کے حیرت ہو گئی کہ ان کے مقابلہ میں قرامطہ کے لشکر  
 کی کل تعداد پندرہ سو اٹھاون کی تھی جن میں سے سات سو سوار تھے باقی  
 پیدل بعض راہیوں نے سائیس سو کی تعداد بھی بتائی ہے۔ مگر دونوں  
 میں سے چارے جو ہو اس میں شک نہیں کہ چالیس ہزار کے مقابل  
 میں ان کی کچھ ہستی نہیں۔ مگر فرق یہ تھا کہ خلافت کے لشکر میں چارے  
 کیسے ہی نامی گرامی انسر اور بانسے قریبے جو ان ہوں سب ناز پروردہ  
 اور آرام طلب تھے اور قرامطہ جفاکش اور زمانہ کی تلخی و ترشی برداشت  
 کرنے کے عادی۔ مشدر لے جب قرامطہ کے لشکر کی یہ تعداد سنی تو  
 متحیر ہو کے کہہ اُٹھا "خدا لعنت کرے ان ستائیس سو آدمیوں پر کہ  
 انھوں نے اسی ہزار سے زیادہ لشکر کو عاجز کر دکھا ہے" یہ اُس نے اُس  
 وقت کہا جب عساکر خلافت کی تعداد اسی ہزار سے زیادہ ہو گئی تھی۔  
 بہر حال مویش اور نصر حاجب اپنے لشکروں کو لے کے نہر زیبارا  
 کے کنارے پہونچے جو بند او سے دو فرسخ پر ہے۔ اس نہر کے  
 اسی پار ٹھہر گئے۔ اور اُس کا پل توڑ دیا کہ قرامطہ یہاں تک پہونچ  
 جائیں تو نہر اُنھیں روک سکے۔ ان کی روانگی کی خبر سن کے ابو طاہر  
 بھی یہاں آپہونچا اور نہر زیبارا کے اُس پار اُترا۔ قرامطہ کی فوج میں

قرامطہ کی تعداد

ایک حبشی تھا وہ نہر کی حالت دریافت کرنے کے لئے ہمارا تھا اور ادھر سے اُس پر برابر تیر پڑ رہے تھے۔ مگر اُس نے کچھ پروانہ کی نہر کے بلند ترین کنارے پر چڑھ کے اُس نے دیکھا کہ بل توڑ دیا گیا ہے تب اس کی خبر دینے کے لئے واپس گیا۔ مگر سر سے پاؤں تک تیر وں کے پیوستہ ہونے سے اُس کی قطع ساہی کی سی ہو گئی تھی۔ لہذا دو کے لشکر میں جیسے ہی خبر مشہور ہوئی کہ قرامطہ اُس پار آ گئے اور اُس حبشی کی لوگوں نے صورت دیکھی تو بہت سولوگ ایسے دہل گئے کہ بے لڑے ہی بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک بڑی خلقت بعد ازاں واپس چلی گئی۔

اہل خدا کی بڑی

ابو الیجار بن حمران نے جو عساکر خلافت کا ایک نامی گرامی امیر تھا اپنی فوج کی یہ حالت دیکھی تو مولس سے کہا "آپ کیا سمجھتے ہیں؟" خدا کی قسم اگر قرامطہ نہر کے اس پار اُتر آئے تو یہ سب بھاگ کھڑے ہوں گے اور وہ بڑھ کے بند اور پر قبضہ کر لیں گے۔ مگر مولس نے اُس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ قرامطہ نے جب دیکھا کہ نہر بایاب نہیں۔ اور اُس کا بل ٹوٹ گیا ہے تو انبار میں واپس گئے۔ اور مولس نے اپنی دوست بلیق کو چھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ فرات کے مغرب جانب بھیجا کہ قرامطہ کے لشکر گاہ پر حملہ کر کے اُسے لوٹیں اور ابن ابی السلاج کو جو ان کے ہاتھ میں قید ہے چھڑا لائیں۔ یہ لشکر مقام مقصود پر جا پہنچا اور بلیق نے قرامطہ پر حملہ کر دیا۔ ابوطاہر اُس وقت فرات کے اس پار انبار میں تھا۔ یہ حالت دیکھتے ہی اُس نے ایک جیاد کو ایک سزار اشرفیان انعام دین اور اُس کی کشتی پر بیٹھ کے تنہا پار اُترا۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی قرامطہ کے حوصلہ بڑھ گئے۔ اور سب نے بڑی جوان مردی سے لڑنا شروع کیا۔ اثنائے جنگ میں ابن ابی السلاج جس خیمہ میں قید تھا اُس سے باہر نکلا۔ اُس کے ہمراہی بلیق کے جھنڈے کے پیچھے لڑ رہے تھے۔ انھوں نے دور سے اُس کی صورت دیکھی تو پکار کر کہا "آپ کو ہم آزادی کی بشارت دیتے ہیں!" لیکن اُن کی امید کے

قرامطہ کی واپسی

قرامطہ کیپ پر حملہ

اور اُس کی فتح

خلافت عساکر خلافت کو فاش شکست ہوئی۔ بلیق نے جب دیکھا کہ ساری فوج کے قدم اکٹھے گئے تو خود بھی ابھا اٹھا۔

ابن ابی اسحاق کا قتل

ابو طاہر نے ابن ابی اسحاق کو خوش خوش خیمہ سے باہر نکلنے اور اپنے لوگوں سے بشارت کے نعرے سنتے دیکھ لیا تھا۔ نہایت ہی برہم ہوا۔ اور فتح کے بعد اُس نے جو پہلا کام کیا یہ تھا کہ ابن ابی اسحاق اور تمام اسیران لشکر خلافت کو سامنے بلوائے قتل کر ڈالا۔

بغداد کی حالت

ابن دون بغداد کی عجب حالت ہو رہی تھی۔ لوٹنے مارنے واسطے اُسٹھ کھڑے ہوئے تھے کہ لوگوں کی گھبراہٹ سے فائدہ اُٹھا لیں۔ جن کی آفت دور کرنے کے لئے رات بھر فوجی پہرہ رہتا تھا۔ اور فوج گرد اور سی کرتی رہتی تھی۔ عشا کے بعد جو کوئی اپنے مکان کے باہر پایا جاتا قتل کر ڈالا جاتا۔ لوگ اپنا مال و اسباب کشتیوں پر لاد لاد کے واسطے اور حلب ان لئے جاتے تھے۔ غرض ایک قیامت پیا تھی۔

بیت پر قرامطہ کی ناکامی

اب قرامطہ شہر بیت کی طرف بڑھے۔ مقتدر نے سعید بن حمدان اور ہرون بن خزیمہ کو تھوڑے لشکر کے ساتھ وہاں پہلے ہی سے بھیج رکھا تھا۔ قرامطہ سو اور شاہی لشکر سے مقابلہ ہوا۔ اور قرامطہ نے شہر پناہ پر یورش شروع کی۔ مگر یہاں اُن کے بہت سے آدمی گت گئے۔ اور شہر پر زور نہ چلا تب مجبوراً واپس چلے گئے۔ قرامطہ کی اس ناکامی کی خبر جب بغداد میں پہونچی ہے تب لوگوں کو ذرا اطمینان ہوا ہے۔

قرامطہ والیہ میں

یہ تمام واقعات قرامطہ میں گزرے۔ قرامطہ میں ابو طاہر قرامطہ انبار چھوڑ کے فرات میں براہ دریا سفر کر کے مقام والیہ میں پہونچا۔ اور جب مولس نے سنا کہ وہ انبار سے چلا گیا تو بغداد میں واپس آیا۔ قرامطہ نے والیہ میں جا کے دیکھا تو وہاں کچھ نہ پایا۔ وہاں کے بہت سے لوگوں کو قتل کر کے آگے بڑھے۔ اور محرم کو شہر جبہ میں پہونچے جبہ والے لڑے اور مزاحمت کی مگر مقابلہ میں تاب نہ لاسکے۔ اور قرامطہ نے آبادی میں گھس کے قتل عام کیا۔ اس کی خبریں آئیں تو ان کی

رجہ میں

روک تھام کے لئے پھر مونس شہر رتہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ وہ صفر کے مہینہ میں چلا اور موصل پہنچا ہوا رتہ پہنچا۔

ابو طاهر نے رجبہ سے اپنا لشکر روانہ کیا جس نے علاقہ الجزیرہ کے بردیون میں قتل و غارت کا باز ارگرم کر دیا۔ اور اُنھیں ایسا لوٹا مارا کہ ہر طرف اُس کی دھاک بیٹھ گئی۔ اور بردیون نے مجبور ہو کے اُس سے وعدہ کر لیا کہ ہم لوگ فی نفر ایک دینار کے حساب سے آپ کو جزیہ دیا کریں گے جو آپ کے پاس ہجر میں پہنچا کرے گا۔ اب ابو طاهر رجبہ سے کوچ کر کے رتہ میں آیا۔ اور اُس کے لوگوں نے رتہ کی بیرونی آبادی میں تیس آدمیوں کو قتل کیا۔ لیکن رتہ والوں نے نکل کے بیرونی آبادی کی مدد کی۔ اور متواتر تین دن تک لڑائی ہوتی رہی جس میں بہت سے قرامطہ مارے گئے۔ اور مجبوراً اُنھیں آخر ربيع الثانی میں یہاں سے واپس جانا پڑا۔ اس کے بعد قرامطہ نے اپنا ایک لشکر اس میں کفر و تشاہد روانہ کیا۔ وہاں والوں نے اُن سے امان مانگی جنھیں امان دے کے قرامطہ سبھاڑ چلے گئے۔ اور وہاں کے کوشستان میں جو آبادی ملی اُسے لوٹ لیا۔ اور سبھاڑ پر حملہ آور ہوئے۔ سبھاڑ والوں نے بھی اُن سے امان مانگی۔ اور اُن پر بھی رحم کیا گیا۔

مونس موصل میں تھا کہ اُسے خبر ملی قرامطہ رتہ پر حملہ آور ہیں۔ وہ فوراً کوچ کر کے جلدی جلدی سفر کرتا ہوا رتہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ اہل رتہ نے خود ہی جان پر کھیل کے اُنھیں واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ اب قرامطہ سب طرف لوٹ مار کے واپس جا رہے تھے۔ واپسی میں اُنھوں نے بزمیت پر حملہ کیا۔ مگر اہل بیت نے اپنی شہنشاہ ایسی مضبوط بنا لی تھی کہ قرامطہ کا کچھ زور نہ چلا۔ مقابلہ کر کے ناکام کوفہ کی طرف واپس گئے۔ بغداد میں اس کی خبر آئی تو نصر ابن حاسب وغیرہ کوفہ کی حفاظت کو روانہ کئے گئے۔ قرامطہ کے سواروں نے کوفہ کے عوض مقام فقر بن مہیرہ پر حملہ کیا اور وہاں کے بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ نصر بن حاسب

الجزیرہ میں

رتہ میں

یہاں اُن کی شکست

سبھاڑ میں

فقر بن مہیرہ میں

راستہ ہی میں تھا کہ اُسے بڑی شدت سے سجا رہا گیا۔ مگر اس کی پروا نہ کی اور آگے بڑھا۔ لیکن جب ابوطاہر قزطی کے لشکر کے قریب پہنچا تو اُس کی یہ حالت تھی کہ صاحب فراش تھا اور جگہ سے حرکت نہ کر سکتا تھا۔ مجبوراً اُس نے احمد بن کیفلیخ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اس کے بعد ابن حاجب کی زبان بند ہو گئی۔ لوگوں نے حالت غیر دیکھی تو بغداد واپس لے گئے مگر راستہ ہی میں اس کا انتقال ہو گیا۔ لیکن اب قزطی نے بھی کوئی حملہ نہیں کیا۔ اپنے صحرائی راستہ سے واپس چلے گئے۔ اور لشکر جو ابن حاجب کے ساتھ اُن کے مقابلہ کو گیا ہوا تھا واپس آیا۔

قزطی کی مایوسی

جن و نون قزطی انبار میں اترے ہوئے تھے اور بغداد میں لوگوں کو اُن کی دہشت سے راتوں کو نیند نہ آتی تھی اُنھیں و نون کا واقعہ ہے کہ ایک دن خلافت کے مدارالمہام اور وزیر اعظم علی بن عیسیٰ کے پاس ایک شخص نے آ کے کہا "میرے پڑوس میں ایک شیرازی شخص رہتا ہے جو قزطی ہے۔ وہ یہاں کی خبریں لکھ لکھ کے ابوطاہر کے پاس بھیجا کرتا ہے۔" ابو عیسیٰ نے اُس شخص کو پکڑا بلایا اور اُس کا اظہار لیا تو اس نے اعتراف کیا کہ "ہاں میں قزطی ہوں۔ میں نے جب تک حقیق نہیں کر لیا کہ ابوطاہر حق پر ہے اُس کی رفاقت نہیں اختیار کی۔ اور اس کا بھی مجھے یقین ہو گیا کہ تم اور متھار خلیفہ و و نون کا فریب ہیں۔ جس چیز کے لینے کا تمہیں حق نہیں لیا کرتے ہو۔ اور ضرور ہے کہ خدا کی زمین پر کوئی ایسا شخص ہو جو حجۃ اعد ہو۔ اور ہمارے امام مہدی محمد بن فلان بن فلان محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق ہیں جو ارض مغرب میں ہیں۔ اور ہم لوگ اثناعشری شیعوں کے مثل نہیں ہیں جو اپنی جہالت سے کہتے ہیں کہ اُن کے ایک امام ہیں جن کا وہ انتظار کر رہے ہیں۔ کوئی کتاب ہے کہ میں نے اُن امام کو دیکھا ہے کوئی کتاب ہے میں نے اُن کی گفتگو سنی ہے۔ اور پھر ہاں ایک دوسرے کی تکذیب کیا کرتے ہیں۔ ہمارے امام عالم آشکارا موجود ہیں۔" یہ بیان سُن کے وزیر علی بن عیسیٰ نے کہا "تم تو ہمارے

خاص بغداد میں ایک قزطی

اُس کی آواز بیاقی



شہر اور لشکر میں رہ چکے ہو بتاؤ یہاں کے لوگوں میں سنے کون کون تمہارا  
 ہم عقیدہ ہے۔ اس کے جواب میں اُس نے کہا ”اسی عقل پر تم وزارت  
 کرتے ہو؟ مجھ سے امید رکھتے ہو کہ مومنین کی ایک جماعت کو کافروں  
 کے ہاتھ میں دے دوں گا کہ انھیں بکڑ کے قتل کریں؟ ممکن نہیں؟“  
 تب وزیر نے اُسے خوب پٹوایا۔ اور اُس کا کھانا پانی روک دیا۔ اُسی  
 عذاب میں اُس نے گرفتاری کے تیسرے دن جان دی۔

عراق میں کثرت  
 قراصلہ

اب ابوطاہر قمر سنی تو چلا گیا مگر اُس نے ان مذکورہ حملوں میں ایسا  
 زور و شور نہ اٹھایا اور اپنی ایسی زبردست قوت ثابت کر دی کہ ارض  
 عراق میں جتنے قمر سنی تھے اور خلافت کے خوف سے اپنے عقائد  
 کو چھپاتے تھے کھل گئے۔ اور اپنے مذہب کو علانیہ ظاہر کرنے لگے  
 چنانچہ حوالی واسطہ میں دس ہزار سے زیادہ قراصلہ پیدا ہو گئے۔ جھنوں  
 نے حریش میں مسعود نام ایک شخص کو اپنا سردار بنالیا۔ علیٰ ہذا یقتا میں  
 عین التمر اور اُس کے حوالی میں ایک دوسرا گروہ نمودار ہوا جھنوں  
 نے عیسیٰ بن موسیٰ نام ایک شخص کو اپنا امیر بنالیا۔ اور یہ سب مہدی  
 اسماعیلی کی بیرونی کی طرف لوگوں کو بلائے تھے جس نے ارض افریقہ میں  
 چند ہی روز میں ظہور کیا تھا۔ اور خلافت بنی فاطمہ مصر کی بنیاد ڈال دی  
 تھی۔ گواہی تک مصر پر اُس کا تسلط نہیں ہونے پایا تھا۔

ان کی پیش

عیسیٰ بن موسیٰ نے اپنی جامعہ کے ساتھ کوفہ پر چڑھائی کی۔  
 شہر کے باہر جا کے اُترا۔ سرکاری حکام کی حکومت اٹھا دی۔ اور  
 خراج وصول کر لیا۔ اسی طرح حریش بن مسعود نے اُس علاقہ کا رخ  
 کیا جو موافق کی جاگیر میں تھا۔ وہاں اُس نے ایک قصر ہوا جس کا نام  
 دار البحرہ رکھا۔ اور کل اطراف و جوانب پر قابض و متصرف ہو گیا۔ مگر  
 باوجود قابض ہوجانے کے ان لوگوں کی یہ حالت تھی کہ چاروں طرف  
 جاکر لوٹو قتل و غارتگری کرتے۔ اور رعایا کو بکڑ بکڑ کے ٹوٹے غلام بناتے  
 واسطہ میں تو اس ہنگامہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ بنی نفیس جو وہاں اثر و قوت

ان کی رک

رکتے تھے مقابلہ کو اُٹھ کھڑے ہوئے اور عیسیٰ بن موسیٰ کو شکست دے کے بھگا دیا۔ اب خلیفہ مقتدر نے حریش بن مسعود کے مقابلہ پر ہرون بن غریب کو اور عیسیٰ بن موسیٰ کے مقابلہ پر صافی بصری کو روانہ کیا۔ مگر یہ قرامطہ ابو طاہر کے ہمراہی اور قطیف کے جان باز بہادر نہ تھے ورنہ ان کے غنا کر خلافت سے سخت شکستیں کھائیں۔ بہت سے مارے گئے۔ بہت سے گرفتار ہوئے۔ اور باقی ماندہ نے جھاگ کے جانیں بچائیں۔ ان لڑائیوں میں قرامطہ کے جھنڈے بھی چین لئے گئے جو خلافت عباسیہ کے سیاہ جھنڈوں کے خلاف سفید تھے۔ اور ان پر یہ آیت لکھی ہوئی تھی ”وَنُزِّلْنَاكَ عَلَى الْذِّبْنَ اَسْتَغْفِرُوا فِي الْاَرْضِ وَحَقْلَهُمْ اَئِمَّةٌ رَّجَحَتْهُمْ الْاَوَارِثِينَ“ (ہم چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو لوگوں نے دنیا میں ضعیف بنا دیا ہے ان پر احسان کریں انہیں امام بنائیں اور انہیں کو وراثت قرار دیں) یہ جھنڈے سرنگون بغداد میں لائے گئے۔ اور علاقہ سواد میں قرامطہ کی قوت ٹوٹ گئی۔

اس کے بعد خلافت آیا۔ اور اس سال ابو طاہر قرامطی نے اسلام کی جیسی توہین و بے حرمتی کی ہے نہ اس سے پہلے ہوئی تھی۔ اور نہ آج تک اس کے بعد ہوئی ہے۔ اور قرامطہ کی انہیں کارروائیوں سے شک ہوتا ہے کہ حقیقت میں یہ لوگ مسلمان بھی تھے یا نہیں۔ اس سال حجاج کے قافلہ کے ساتھ منصور خود گیا تھا۔ راستہ بھر تو یہ لوگ اطمینان سے چلے گئے۔ اور کسی بات کا اندیشہ نہ ہوا۔ مگر جب کہ پہونچ گئے اور حج شروع ہو گیا تو یوم تردیہ کو یکا یک ابو طاہر قرامطی ایک بلائے ناگہانی کی طرح آ پہونچا۔ اس نے آتے ہی حایوں کو لوٹ لیا۔ اور ان کو بے روک ٹوک قتل کرنے لگا۔ جہاں تک کہ حدود حرم اور خاص خانہ کعبہ کے اندر گھس گھس کے قتل کیا۔ اس کے بعد خانہ کعبہ سے حجر اسود کو کھود کے اپنے شہر جبرین بھیج دیا۔ خانہ کعبہ کی یہ توہین دیکھ کے امیر مکہ ابن محلب شرفائے حجاز کی ایک جماعت کو

کعبہ کی بے حرمتی

ساتھ ابو طاہر کے پاس آیا۔ اور کہا ”ہم لوگوں کا جو مال و اسباب آپ نے لیا ہے ہمیں واپس دیجئے۔ اور جب ابو طاہر نے سماعت نہ کی تو ابن مطلب نے لڑائی مٹھان دی۔ مگر یہ چند لوگ کیا کر سکتے تھے سب کے سب قزہط کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ اب ان لوگوں پر غلبہ پاک کے ابو طاہر نے حرم کعبہ کی بے حرمتی کرنے پر اور زیادہ کمر باندھی۔ سخاۃ کعبہ کا دروازہ اکھڑا دیا۔ اور ایک شخص کو سقف کعبہ پر چڑھایا کہ میرا اب (پرنا لے) کو بھی اکھاڑ لائے مگر وہ شخص جن اتفاق سے سقف کعبہ پر سے اس طرح گر ا کہ اسی وقت مر گیا۔ ابو طاہر نے مقتولین مکہ کی لاشیں چارہ زمزم میں پھینکوا دیں۔ اور جب کنوان بیریڑ ہو گیا تو باقی کو بے غسل و کفن جس جگہ مارے گئے تھے وہیں مسجد کعبہ کے اندر گرہا دیا۔ اس کے بعد اُس نے خلافت کعبہ کو لوٹ کے اپنے لوگوں میں بانٹ دیا۔ پھر اہل مکہ کے کل مکانات لوٹ لئے۔ اور اپنی وطن کی راہ لی۔

مہدی ماضی کی  
برہمی

ان واقعات کی خبر جب ابو محمد عبید اللہ مہدی کو افریقہ میں پہونچی تو کانپ گیا۔ ان لوگوں کے حرکات کو اس نے بہت جرحی نظر سے دیکھا۔ خط میں اُسے بہت کچھ لعنت و ملامت کی۔ اور لکھا ”تو نے اپنے افعال سے ہمارے شیعوں اور ہماری دولت کے داعیوں پر کفر و الحاد کا لفظ صادق کرادیا۔ اور اگر تو اہل مکہ اور دیگر جاہلیوں کے مال و اسباب کو واپس نہ کر دے گا۔ حجر اسود کو پھر اُس کی جگہ پر نہ پہونچا دے گا۔ اور خلافت کعبہ کو پھر کعبہ پر نہ ڈال دے گا تو میں دنیا و آخرت میں تجھ سے بری ہوں۔“

عبید اللہ مہدی کی اس لعنت و ملامت کا ایسا اثر ہوا کہ اس کے بعد پانچ سال تک قرامطہ میں خاموشی رہی۔ اور ابو طاہر کی ذات سے کوئی ایسا ہنگامہ نہیں ظاہر ہوا جو قابل ذکر ہو۔

خلافت عباسی کے  
انقلابات

اس مدت کے اندر سلطنت میں خلیفہ مقتدر عباسی قتل کیا گیا۔ اور القاسم بامد نے سر پر خلافت پر قدم رکھا۔ پھر ۲۲۲ھ میں القاسم تخت سے اتار گیا اور الراضی بامد خلافت عباسیہ کا وارث ہوا۔ اس کے دربار میں

قراصلہ کی اہمیت

محمد بن یاقوت حاطب یا عرضیگی کی معزز خدمت پر مستار تھا۔ اسی ابن یاقوت نے تقرر کے پہلے ہی سال ابو طاہر قراصلی کے پاس ایک ایچی بھیجا۔ اور اس بات کا پیام دیا کہ ”تم امیر المؤمنین الراضی باللہ کی اطاعت قبول کرو گے تو جو ملک تمہارے قبضہ میں ہے وہ خلافت کی طرف سے بھی تمہارے قبضہ میں رکھا جائے گا۔ اور یہی نہیں اس کے بعد اور جن شہروں کو تم چاہو گے وہ بھی تمہیں دے دیئے جائیں گے۔ اور تمہاری ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے گا۔ علاوہ برین تم سے امید کی جاتی ہے کہ آئندہ حاجیوں سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کرو گے۔ اور حجر اسود کو مکہ میں پہنچانے کے وہیں نصب کر دو گے جہاں تھا۔ اس کے جواب میں ابو طاہر نے لکھا کہ ”اب میں حاجیوں سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کروں گا۔ اور میری ہاتھ سے اب اُمنین کو فی ضرر نہ پہنچے گا۔“ مگر حجر اسود کے واپس بھیجنے سے انکار کیا۔ اس کے ساتھ یہ درخواست کی کہ بصرے سے میرے یہاں رسد پہنچنے کا راستہ کھول دیا جائے تو میں قلمرو ہجرین خلیفہ کا خطبہ جاری کروں گا۔ چنانچہ اس مراسلت کے باعث اس سال حاجیوں نے بڑے اطمینان سے حج کیا۔ اور بنیر اس کے کہ قراصلہ کی طرف سے کوئی حیر چھاڑ ہو یا اُن کا اندیشہ ہو حج کر کے اپنے گھر وں کو واپس آ گئے۔

اُن کا جواب

ن کی لکھنا کامی

لیکن اس سال راضی کے خلیفہ ہونے اور اس معاہدہ کی تکمیل سے پہلے ایک اور واقعہ بھی پیش آیا تھا جس سے قراصلہ کو کسی حد تک نقصان پہنچا۔ وہ یہ کہ ابو طاہر کے کچھ رفقا کشتیوں پر سوار ہو کر شہر توج کے اطراف میں پہنچے۔ اور کشتیان چھوڑ کر خشکی پر گئے۔ وہاں کے حاکم کو اُن کی اس نقل و حرکت کی اطلاع مل گئی تھی جیسے ہی یہ لوگ کشتیوں سے ذرا فاصلہ پر گئے اُس نے اپنے آدمی بھیج کر کشتیان جلا دیں۔ اور خود اُن پر بلائے ناگہانی کی طرح جا پڑا۔ قراصلہ مقابلہ کی تاب نہ لائے۔ بہت سے مارے گئے۔ اور بہت سے گرفتار کر کے بند ادین لائے گئے جن میں قراصلہ کا بڑا مشہور داعی ابن عمر بھی تھا۔ مگر اُن دلائل خلیفہ القاهر کے

تخت سے اُتارنے کی ایسی سازشیں ہو رہی تھیں کہ بھین سازشوں کے طفیل میں ان قریبی اسیروں کو آزادی مل گئی۔

قرامط نے لوٹ مار کی جو آفت بھار کھی تھی وہ تو بھی ہی سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ ابو طاہر چاہتا تھا جو دینی مرجعیت دینا تو اسلام میں مکہ کو حاصل ہے اُس کے شہرِ حجاز کو حاصل ہو جائے۔ اور جو وقت خانہ کعبہ کو نصیب ہے اُس کے بنائے ہوئے گھر دارالہجرۃ میں پیدا ہو جائے۔ اور اسی لئے اُس نے حجر اسود کو کعبہ سے لاکے اپنے دارالہجرۃ میں رکھا۔ مگر اُس مذہب پر غالب آنا آسان نہ تھا جو ساری دنیا میں خلوص و پاکبازی کے ساتھ پھیلا یا جا چکا تھا۔ چاہتا تھا کہ حجاز کے قافلہ بجائے کعبہ کے اُس کے شہرِ حجاز کی طرف روانہ ہوں۔ مگر کسی بے رُخ نہ کیا۔ حجر اسود کے نہ ہونے پر بھی اُسی طرح قافلہ ہائے حجاز مکہ کو جا گئے رہے۔ چند روز تو معاہدے اور

عبید احمد مہدی کے لکھنے کی وجہ سے رُکارا مگر آخر صبر نہ ہو سکا اور ۳۳۳ھ کے خاتمہ پر عراق سے جانے والے حاجیوں پر جا ہی پڑا۔ ذی قعدہ کی بارہویں تاریخ تھی اور قافلہ حجاز شہرِ قادسیہ تک پہنچا تھا کہ ابو طاہر آ پہنچا۔ خلافت کی طرف سے جو لوگ کہ قافلہ کے ساتھ تھے وہ لڑنے کو تیار ہو گئے۔ اور

حاجیوں نے بھی جان پہچاننے کے لئے اُن کی رفاقت کی۔ اور آخر کو جب دیکھا کہ قرامطہ سے عہدہ برا ہونا دشوار ہے تو قادسیہ میں بھاگ کے پناہ گزین ہو گئے۔ یہ حالت دیکھ کے کوفہ میں جو سادات فاطمی و علوی آباد تھے اُن کی ایک جماعت ابو طاہر کے پاس گئی۔ اور اُس سے درخواست کی کہ حاجیوں سے نہ بولو۔ ابو طاہر نے اُن کی سفارش مان لی۔ حجاز کے قتل سے ہاتھ روکا مگر ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی کہ یہ لوگ بندہ کو واپس چلے جائیں۔ ہم انہیں مکہ نہ جانے دیں گے۔ مجبوراً بیچارے واپس آئے۔ اور اہل عراق میں سے کسی کو اس سال حج کرنا نہ نصیب ہوا۔ حجاز کی واپسی کے بعد ابو طاہر چند روز کوفہ میں مقیم رہا۔ اور پھر اپنا شہر کو واپس چلا گیا۔

اب ابو طاہر کا زور و شور سُست پڑ گیا تھا۔ دو سال کی غموشی کے بعد

یکایک اُن میں باہمی اختلاف پیدا ہوا۔ اور اُن کی حالت دگرگون ہونے لگی۔ اس اختلاف کی بنیاد یوں پڑی کہ ابن سنبر نام اُن میں ایک شخص تھا جو ابو سعید قرظی کے محضو صین اور رازداروں میں تھا۔ قرظی ہی میں اس ابن سنبر کا ایک دشمن پیدا ہوا جس کا نام ابو حفص شریک تھا۔ اُس کا فتنہ دوکر کرنے کے لئے ابن سنبر نے ایک اصفہانی نثر او قرظی سے کہا میں تمہیں قرظی کا سر وار بنا دوں گا مگر شرط یہ ہے کہ تم میرے دشمن ابو حفص کو قتل کر ڈالو۔ اصفہانی نے یہ شرط قبول کر لی۔ اور اندر ہی اندر کہی بدی ہو گئی۔ اس قرار داد کے بعد ابن سنبر نے ابو طاہر کی تمام راز کی باتیں اس اصفہانی شخص پر ظاہر کر دیں۔ اور جس امام کی طرف یہ لوگوں کو بلا لیتے تھے اُس کے علامات و آقا جو قرظی میں سمجھے جاتے تھے وہ بھی بتا دیئے۔ اُس اصفہانی نے اس راز سے واقف ہونے کے بعد کیا حرکت کی کہ خود ابو طاہر کے سامنے جا کے وہ نشانیاں ظاہر کیں۔ ابو طاہر نے دیکھتے ہی کہا در یہی شخص ہمارا امام ہے۔ اور اس کے بعد سے تمام قرظی اس اصفہانی کے مطیع فرمان بن گئے۔ اور اُس پر ایمان لے آئے۔ اب اُس کی یہ حالت تھی کہ اگر کسی شخص کو حکم دیتا کہ اپنے سگے بھائی کو قتل کر ڈالے تو وہ بلا تامل قتل کر ڈالتا۔

اس کے چند روز بعد ابو طاہر کو خفیہ طور پر معلوم ہوا کہ یہ اصفہانی شخص چاہتا ہے کہ اُسے قتل کر کے حکومت و سلطنت میں تنہا رہ جائے۔ اور کوئی دوسرا اُس کا شریک نہ باقی رہے۔ لہذا اب ابو طاہر نے یہ کہنا شروع کیا کہ میں نے امام کے پہچاننے میں غلطی کی۔ یہ اصفہانی شخص امام نہیں۔ اور عنقریب میں اُس کی حالت عالم آشکارا کر دوں گا۔ اصفہانی کا معمول تھا کہ جب کسی شخص سے اُسے نفرت ہوتی تو کہتا کہ ”یہ مریض ہے“ اور اس کا مطاعہ نہ ہوتا کہ اس کی دینداری میں شک ہے۔ اور مریض بتا کے اُسے قتل کر ڈالتا۔ اب ابو طاہر کی سازش سے یہ ہوا کہ لوگوں نے ایک شخص کا نام لے کے اصفہانی سے کہا ”یہ شخص مریض ہے“ مگر جس

شخص کا نام بیا تھا اس کے عوض اس کی ماں کو ایک بنگلی مین سپیٹ کے  
 سامنے لٹا دیا۔ اصفہانی نے معمول کے مطابق کہا ”یہ حریف اچھا نہ ہو گا۔  
 اسے قتل کر ڈالو“ یہ حکم سنتے ہی لوگوں نے کہا ”تم جھوٹے ہو۔ یہ وہ شخص  
 ہی نہیں یہ تو اس کی ماں ہے“ اور یوں اس کی طرف سے بد عقیدہ ہو کے  
 سب نے فوزاً اسے قتل کر ڈالا۔ اس شخص نے اس سے پہلے اپنے ابو عاصی  
 امامت کے زمانے میں بہت سے قرامطہ کو قتل کرا دیا تھا۔ مگر اب آخر  
 میں اسی کی جان لی گئی۔ یہ ایک ایسا فتنہ تھا جس کی وجہ سے قرامطہ کو بہت  
 دنوں تک کسی شہر پر حملہ کرنے اور تاخت و تاراج کا موقع نہیں ملا۔ اس لئے  
 کہ خود اپنی آفت میں پھنسے ہوئے تھے۔

قرامطہ میں یہ ایسے اندرونی جھگڑے پیدا ہو گئے تھے کہ پھر ابو طاہر  
 کو کسی شہر پر حملہ کرنا نہیں نصیب ہوا کیونکہ وہ ۳۳۳ھ کے ماہ مبارک  
 رمضان میں وہ چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کے مر گیا۔ اور اپنے تین بھائیوں کو  
 یادگار چھوڑ گیا۔ ان تین میں سے دو یعنی ابو القاسم سعید بن حسن جو بڑا تھا اور  
 ابو عباس فضل بن حسن تو ہم راء اور ابو طاہر کے مذاق و خیال کے  
 مطابق تھے۔ مگر تیسرے بھائی ان دو دنوں سے الگ ہی الگ تھا۔ اور مکرشی  
 اور رقص و سرور میں مشغول رہتا۔

ابو طاہر قرامطی کے مرنے کے سات برس بعد بنبر بن حسین قرامطی اور ابو  
 کو خاص یوم النحر یعنی عید الفطری کے دن ۳۳۹ھ میں حجر اسود کو لے کے  
 مکہ معظمہ میں آیا۔ اور جہان وہ پہلے نصب تھا پھر نصب کر دیا گیا نعم بیان  
 کر آئے ہیں کہ عبید احمد مہدی نے جسے ابو طاہر نے اپنا امام تسلیم کیا تھا  
 اسے مکہ پر ظلم و جور کرنے اور حرم کی بے حرمتی پر لعنت ملاست کی تھی۔ لکھا  
 تھا کہ حجر اسود کو کہہ میں واپس کرو ورنہ میں تم سے بری ہوں۔ مگر قرامطہ  
 نے اس کے لکھنے کی پروا نہ کی۔ پھر عبید احمد مہدی کے بعد جب منصور  
 بن القاسم بن المہدی امامت اسما علیہ کا وارث ہوا تو اس نے ابو طاہر کی  
 عہدہ بان تک قرامطہ کے کل معاملات ابن اشیر سے لئے گئے ہیں ۱۱

کہا "امیر المومنین کی خدمت میں عرض کرنا کہ اگر یہ پیام پہلے آیا ہوتا تو میں فوراً سرِ اطاعت چھٹکا دیتا۔ مگر اب ممکن نہیں" اور یہ کہہ کر مصر کی فوج کی میسرہ پہ حملہ کیا۔ لوگوں کو شکست دے دی۔ اور بہت سے بہادروں کو قتل کر ڈالا۔ العزیز یہ دیکھ کے ایسا جوش میں آیا کہ قلب فوج سے نکل کے اپنی میسرہ میں گیا۔ اور قرامطہ پر حملہ کا حکم دیا۔ اس شاہی لشکار سے مصریوں نے ایسا زبردست حملہ کیا کہ قرامطہ کو شکست ہو گئی۔ ساتھ ہی الفنگین کو ساتھیوں کے بھی قدم اٹھ گئے۔ اور سب نے راہ فرار اختیار کی۔ اب مغربی جو انہیں نے مغرورین کو بلے روک قتل کرنا شروع کیا۔ اور تقریباً بیس ہزار آدمی مار ڈالا۔ فتح کے بعد العزیز بامدغیمہ میں جا کے ٹھہرا۔ لوگ مغرور دشمنوں کو بڑا بکڑا کر اُس کے سامنے لاتے تھے اور وہ اُس شخص کو جو کسی کو زندہ بکڑا کر خلعت دیتا تھا۔ ساتھ ہی اشتہار دے دیا کہ جو کوئی الفنگین کو زندہ گرفتار کرے گا اُسے ایک لاکھ دینار انعام میں ملیں گے۔ اور ہر الفنگین پر اس شکست کو بے گزری کر شکست سے بے تاب چلا جاتا تھا کہ مغرج بن و غفل طائی سے ملاقات ہوئی۔ چونکہ اُس سے پُرانی دوستی تھی الفنگین نے پانی مانگا۔ مغرج نے پانی پلایا اور اطمینان دلا کہ اپنے گھر گئے۔ وہاں اُسے قدر و منزلت سے رکھا اور خود چپکے سے ہمارے العزیز سے ملا۔ اور اُسے اطلاع دی کہ الفنگین گرفتار ہو گیا۔ العزیز نے فوراً ایک لاکھ دینار اُس کے حوالے کر دیئے۔ اور چنبرہ آدمی ساتھ لے کر الفنگین کو لے آئیں۔ الفنگین کو اپنی گرفتاری کا حال کھلا تو زندگی سے مایوس ہو گیا۔ اور گویا تھا کہ العزیز کے سامنے پہنچتے ہی قتل کیا جائے گا۔ مگر جبراً و قہراً گیا۔ مگر جب وہاں جا کے العزیز کے برتاؤ کو دیکھا تو متحیر ہو گیا۔ کیونکہ نہایت تنظیم و تکریم سے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اس کے لئے خیمے گھڑے گئے۔ اور تمام خدام جو اُس کے پاس تھے اُسے دئے گئے۔ اور ایسے ایسے تحفے اور ہوائے اُسے عطا ہوئے کہ دنگ رہ گیا۔ پھر العزیز اُسے اپنے ساتھ سفر لے گیا۔ اور اپنے مخصوص ترین عہدہ داروں میں شامل کیا۔

قرامطہ کی شکست

العزیز کا سلوک  
امیروں کے ساتھالفنگین سے  
العزیز کا سلوک



اور اُن سے خواہش کی کہ ہماری اطاعت کرو۔ چنانچہ اُن قبائل نے اُن کی اطاعت قبول کر لی۔ اور متین کھائین کہ ہم تمہارے ہمیشہ مطیع و منقاد رہیں گے۔ ابوقتب بن حمدان نے اسی سال قرامطہ ہجرے پاس بہت سے سختے اور بدیئے بھیجے جو پچاس ہزار درہم کی مالیت کے تھے۔ ابو طاہر کے بعد سے اس وقت تک اُس کے بھائی اُبی قرامطہ کی سربراہی و سرداری کر رہے تھے۔ اس سال ابو طاہر کے بیٹے شاپور نے بھی ہاتھ پاؤں نکالے اور اپنے چچاؤن سے درخواست کی کہ حکومت اور فوج کی سرداری میرے ہاتھ میں دو۔ کیونکہ والد نے مجھی کو ولی عہدہ قرار دیا تھا۔ چچاؤن نے اس درخواست پر یہ عمل کیا کہ اُسے گرفتار کر لیا۔ اور کسی کو متین کر دیا کہ قید خانہ میں اُسے مار ڈالے۔ وسط رمضان میں جس سے اُس کا جنازہ نکلا۔ اور اس کے ساتھ ستم کہ تمام اعزاء کو حکم تھا کہ اخیر دار کوئی آنسو نہ بہائے۔ مرنے کے ایک ہفتہ بعد عزیزوں کو روٹنے دھونے اور رسوم معمولی ادا کرنے کی اجازت دی گئی۔

قرامطہ کی قوت تو اب گھٹ گئی تھی۔ مگر اُنھوں نے پہلے سحر کچھ ایسی: خاک بٹھا رکھی تھی کہ لوگوں کو کسی نہ کسی حد تک اُن کا اثر ماننا ہی پڑتا تھا۔ اُن کے مقابلہ میں اب اسماعیلیہ مصر اور خلافت بنی فاطمہ کا زور بڑھتا جاتا تھا۔ ولان المعز لدین احمد منہ خلافت پر جلوہ آرا تھا۔ اور شام کے تمام شہروں میں اُس کا خطبہ جارہی تھا۔ مگر مغظمہ میں البتہ ابھی تک المیطع بن عبد عباسی خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ مگر ۳۵۹ھ میں یہ نئی بدعت ہوئی کہ المیطع بن عبد عباسی کے ساتھ کہ میں قرامطہ ہجر کا بھی خطبہ پڑا گیا۔ اور مدینہ میں المعز لدین احمد علوی کا۔

مگر مغظمہ میں خطبہ پڑھنے سے جاملے ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرامطہ میں بھرگو نہ قوت آگئی تھی۔ چنانچہ دوسرے ہی برس ۳۵۹ھ میں قرامطہ کا زبردست لشکر ملک شام میں نمودار ہوا۔ اور چھوٹے پیمانے پر پھر اُسی پرانی ہیبت قرامطہ کی تصویر لوگوں کی آنکھوں کے سامنے بھر گئی۔ ارض شام ان

شاپور بن ابو طاہر

خلافت فاطمی کا مزاج۔

مکہ میں قرامطہ کا خطبہ

اسد علیہ قرامطہ  
کا جھگڑا

دولان خلافت عباسیہ کے شرف سے نکل کے خلفائے بنی فاطمہ مغرب کے قبضہ میں آگئی تھی۔ چنانچہ کوہی چار سال پہلے المعز لدین اسد علوی کی بابت سے جعفر بن فلح نام ایک زبردست افسر فوج کو ساتھ شام پر حملہ آور ہونے کے رملہ وغیرہ مختلف بلاد پر قابض ہو گیا تھا۔ یہ امر قرامطہ کو ناگوار گزارا۔ اگرچہ انہیں خلفاء کو بارہا اُتھون نے اپنا امام بنانا تھا لیکن جب دیکھا کہ وہ ملک پر قابض ہوئے جاتے ہیں تو ان کے دشمن ہو گئے۔ اور لڑائی پر آمادہ ہوئے۔ علی انھیں اس وجہ سے کہ اس ملک سے انہیں سالانہ تین لاکھ دینار خراج مل رہا تھا۔

اور لڑائی۔

الغرض حسین بن احمد بن بہرام قرامطی نے جو ان دولان قرامطہ پر حکمران تھا والد لدہ بختیار کو جو عباسی دربار کے پاشکس میں بہت کچھ درخور رکھتا تھا لکھا کہ ہم شام سے بنی فاطمہ کا اثر لٹانے کو جاتے ہیں تم اسلحہ وغیرہ سے ہماری مدد کرو۔ بختیار نے خیال کیا کہ یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔ فوراً قرامطہ کی درخواست قبول کر لی۔ اور جب قرامطہ کا لشکر کوہ بین پہو پہنچا مطلوبہ سامان حرب پہو پہنچا دیا گیا۔ اس طریقہ سے خوب سطح ہوئے قرامطہ شام کی طرف چلے۔ جعفر بن فلح کو خبر پہو پہنچی تو اس نے حقارت سے کہا "او نہہ میرا کیا کر لیں گے" اس کے بعد وہ اطمینان سے غافل بیٹھا ہوا تھا کہ ناگہان قرامطہ کے لشکر جبار نے پہو پہنچ کے دمشق کے بیرونی شہر میں جعفر کو گھیر کے پکڑ لیا۔ پکڑتے ہی اسے قتل کر ڈالا۔ اور اس کے مال و اسباب اور ساز و سامان کو اپنے قبضہ میں کر کے دمشق و انون کو پناہ دے دی۔

مصر پر قرامطہ کی  
یورش

دمشق پر قبضہ کر کے قرامطہ رملہ کی طرف بڑھے۔ رملہ میں جو علوی سردار موجود تھے قرامطہ کی آمد سننے ہی قلعہ یا فامین جا کے پناہ گزین ہو گئے۔ قرامطہ نے جاسے ہی رملہ پر قبضہ کیا۔ کچھ فوج یا فامین کے محاصرے میں چھوڑ دی۔ اور جوش و خروش سے مصر کی طرف چلے۔ مصر کے لوگ بنی فاطمہ کی نئی سلطنت سے ناراض تھے ہی قرامطہ کا پہونچنا تھا کہ

عربوں اور لشکریوں کا ایک بہت بڑا لشکر اُن کے ہاتھ ہو گیا۔ اور سارے پروان  
 ایشیہ و کافور جو اپنی حکومت سے مایوس ہو چکے تھے سب قرامطہ کے جھنڈے  
 کے نیچے جمع ہو گئے۔ ان لوگوں نے مقام عین شمس میں جماؤ کیا۔ اور حضرت  
 علی بن کا سپہ سالار جو ہر اپنی فوج لے کے آیا اور میدان جنگ گرم ہونے  
 لگے۔ کئی لڑائیاں ہوئیں۔ ہر مرتبہ قرامطہ ہی کی فتح ہوتی۔ اور آخر قرامطہ  
 نے بڑی سختی سے جوہر اور اُس کی فوج والوں کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن ایام  
 محاصرہ میں ایک دن جوہر نے نکل کے قرامطہ کے سپہ پر اس زور و شور سے  
 حملہ کیا کہ مصری عرب و غیرہ جو اُس جانب تھے شکست کھا کے بھاگے۔ تب جوہر  
 قرامطہ کے وسط فوج پر جھک پڑا۔ اور انہیں سپا کر کے خیمہ و غیرہ لوٹ لئے۔  
 اس شکست نے قرامطہ کی قوت لٹا دی۔ اور وہ مصر سے واپس آ کے  
 رملہ میں خیمہ زن ہوئے۔ یہاں پہونچ کے اُنھوں نے یافا کے محاصرے  
 میں اور سختی کی۔ اور اُن کی رسد بالکل بند کر دی۔ جوہر نے محصورین یافا  
 کی اعانت کے لئے پندرہ جہازوں پر سوار کر کے بہت سی فوج اور اُس کو  
 ساتھ بہت سا غلہ روانہ کیا۔ تاکہ سمندر ہی کی طرف سے بندرگاہ یافا کو  
 مدد پہونچا دی جائے۔ مگر قرامطہ کے پاس بھی جہاز موجود تھے اُنھوں نے  
 اپنے جہاز اُن جہازوں کے مقابلہ میں بھیج دیئے جنھوں نے راستہ ہی میں  
 جوہر کے بھیجے ہوئے جہاز گیر لئے اور سواد و جہازوں کے سب کو پکڑ لیا۔  
 وہ دو جہاز جو اُن کے ہاتھ سے بچے تھے وہ بھی واپس نہیں جاسکے۔ کیونکہ  
 وہ ردی جہازوں کی گرفت میں آ گئے۔ مگر ہمیں اس کے بعد بتہ نہیں چلتا کہ  
 یافا کے اس محاصرے کا کیا ختم ہوا۔ غالباً قرامطہ کو واپس آنا پڑا ہو گا۔

مصر و اہل خلافت  
 بنی فاطمہ

لیکن اس کے دو برس بعد المعز لدین احمد نے ارض مغرب سے سفر  
 کر کے خاص مصر کو اپنا دار الخلافہ قرار دیا۔ اس وقت تک ان خلفا کا مرکز  
 حکومت مغرب اقصیٰ یعنی افریقہ کے بلاد تھے۔ اور اُن کے امیران فوج  
 مصر و شام میں اُن کا سکھ بٹھارے تھے۔ اب خود المعز نے یہاں آ کے  
 سکونت اختیار کی تو خلافت بنی فاطمہ کا زور اور بڑھ گیا۔ مگر قرامطہ اس کے

متعلیٰ ہو سکتے تھے۔ چنانچہ مغز کے درد کے دو سہرے ہی برس پہلے  
 ۳۶۳ھ میں حسین بن احمد بن ہرام ایک زبردست شکر کے شہر احساء  
 سے روانہ ہوا۔ اور برابر بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ خاص مصر پر پہنچ کے  
 خود المغز کو مضمور کر لیا۔

پھر قرامطہ مصر پر

المغز نے شکر قرامطہ کی آمد سنی تو حسین بن احمد فرسلی کو ایک خط بھیجا  
 جس میں اپنی اور اپنی خاندان کی فضیلتیں ظاہر کیں اور لکھا کہ ”ہماری مستحاری  
 دونوں کی دعوت ایک ہی ہے۔ اور تم لوگ تو ہمارے اور ہمارے  
 آباؤ اجداد ہی کے داعی رہتے ہو۔ پھر اس لڑائی سے کیا حاصل؟ اس کے  
 ساتھ اُسے بہت کچھ پسند و نصیحت کی تھی۔ اور اس ارادہ سے روکا تھا۔  
 اس کے جواب میں حسین بن احمد کا جہ خط آیا اُس کے الفاظ یہ تھے ”آپ  
 کا خط آیا جس میں بڑے بڑے باتیں تو بہت بنائی گئی ہیں مگر مطلب کی باتیں بہت  
 کم ہیں۔ ہم خود ہی اس کے اس کا جواب دین گے۔ والسلام“

المغز کا پیام

اب قرامطہ کا شکر مصر پر پہنچ کے اُسی پرانی جگہ یعنی عین شمس میں  
 اُترا۔ قرامطہ کے غولوں نے اطراف و جواب میں جا جا کے لوٹ مار شروع کر دی۔  
 اور خود المغز کے شکر سے بھی چمک گئی۔ حسب سلیقہ پھر بدویوں اور مختلف عرب  
 ساکنین مصر کی جماعتیں آ آ کے قرامطہ کے ساتھ شریک ہو گئیں۔ خصوصاً  
 عربوں کی ایک جماعت کثیر آ کے قرامطہ میں مل گئی جن میں شام کا امیر عرب حسان  
 بن جراح طائی بھی تھا۔

قرامطہ کی قوت

المغز نے جب دیکھا کہ میرے خلاف ایک حشر برپا ہو گیا ہے تو بہت گھبرایا  
 اس کے دل پر ان لوگوں کی اس قدر ہمت گئی تھی کہ مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ تھی  
 تھی۔ آخر اپنے وزرا و اہل اسے متورہ کیا کہ اب میں کیا کر دوں کوئی بات بنائے  
 نہیں بنتی۔ صاحب الراے لوگوں نے کہا ان سے لڑنے کے مہرہ ہر آہستہ شوار  
 ہے۔ اس آفت کے دور کرنے کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ سازشیں کر کے  
 ان کی جماعت میں بھٹو ڈالی جائے اور یہ جاو دو ابن جراح پر بخوبی بل جائے  
 یہ تدبیر المغز کو پسند آئی۔ اور اُس نے ابن جراح کو لکھ بھیجا کہ ”تمہارا اہل ان

المغز کی سازش

قرامطہ کا کون سا تھوڑا اگر تم میرا ساتھ دو تو میں تم کو ایک لاکھ دینار دون گا۔  
 ابن الجراح فقرے میں آگیا۔ اور قسم کھائی کہ رقم لموعودہ جب پہنچنے لگی  
 تو میں شکست کھا کے بھاگ کھڑا ہوں گا۔ اب اُس کے دینے کے لئے دینار  
 جمع کئے گئے۔ جب المعز کے سامنے آئے تو اُس نے کہا یہ تو بہت رقم ہے  
 پھر یہ کیا کہنیتل کے بہت سے دینار ہوں گے اُن پر سوئے کا طبع کرا دیا۔ البس  
 کھوئے دینار تو پیچھے رکھے اور اوپر تھوڑے سے کھڑے خاص سونے کے  
 دینار رکھ دئے اور اس وضع سے رقم ابن جراح کے پاس بھیج دی گئی۔  
 ابن جراح دیکھتے ہی مارے خوشی کے پھولانہ سمایا اور کہا بھئیجا کہ آپ  
 اپنے لشکر کے ساتھ فلان تاریخ نکل کے حملہ کیجئے میں اور میرا لشکر فلان جا  
 ہو گا۔ ہم فوراً شکست کھا کے بھاگین گے۔ "متر نے ایسا ہی کیا۔ اور اُس کو  
 حملہ کے ساتھ ہی ابن الجراح بھاگا۔ محبین قرامطی نے اُس کے بھاگنے کو  
 حیرت سے دیکھا۔ مگر جو شمسجامعت سے ذرا پروانہ کی۔ میدان میں قدم جما دیا۔  
 اور اپنے بہادر وں کو اور زیادہ للکار کے لڑانے لگا۔ مگر شامی عربوں کے  
 بھاگنے سے المعز کی فوج کا حوصلہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اُنھوں نے قرامطہ  
 پر حملہ کے بعد حملہ شروع کر دیا۔ ایک حملہ بے نتیجہ رہتا تو زور و شور سے دوسرا  
 حملہ کرتے۔ آخر قرامطہ کے بھی قدم اکھڑ گئے۔ وہ شکست کھا کے بھاگے۔  
 اور نقاب کرنے والوں نے اُنھیں قتل و اسیر کرنا شروع کیا۔ قرامطہ لشکر گاہ  
 میں بھٹے لوگ ملے سب گرفتار کر لئے گئے۔ جن کی تعداد (۱۵۰۰) تھی۔ گرفتاری  
 کے بعد اُن سب کی گردنیں مار دی گئیں۔ اُس کے بعد المعز نے اپنے ایک  
 سپہ سالار ابو محمد بن ابراہیم بن جعفر کو دس ہزار کی جمیعت سے قرامطہ کے  
 پیچھے روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ جہاں ملین بلاتال قتل کئے جائیں۔ گردہ میدان  
 چھوڑ کے بھاگے تو پھر کہیں نہ ٹھہرے۔ میدان سے اپنے شہر اجسامہ میں واپس  
 آئے۔ اور کہا کہ اس کا بدلہ پھر لیا جائے گا۔

قرامطہ کی شکست

دشمن پر المعز کا قبضہ

پھر جب المعز کو معلوم ہوا کہ حسین قرامطی ارض شام سے بھی بھاگ گیا  
 تو اپنے ایک دوسرے سپہ سالار بن مویوب عقیلی کو والی دمشق بنا کے

روانہ کیا۔ دمشق میں اس وقت تک قرامطہ کی حکومت تھی۔ اور ابو الجبار اور اُس کا بیٹا جو حسین قرامطی کے لوگوں میں تھے دمشق پر قبضہ کئے ہوئے تھے۔ اور اُن کے ہمراہ اور بہت سے قرامطہ بھی موجود تھے۔ ظالم نے یہ سچتے ہی ان سب کو گرفتار کر لیا۔ اُن کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ مگر اس بات کا وہ طکارا ہوا تھا کہ حسین قرامطی آجائے گا تو کیا ہو گا کہ یہ سلاطین ابو محمود بن ابراہیم آگیا جس نے خبر دی کہ قرامطہ بھاگ کے احسا پر پہنچ گئے اور ایسی شکستہ حالی سے گئے ہیں کہ ایک مدت تک اُنھیں اس طرف رخ کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ یہ فردہ سن کے ظالم اطمینان سے حکومت کرنے لگا۔ اور جتنے قرامطہ کو گرفتار کیا تھا سب مصر میں المعز کے پاس بھیج دیئے گئے۔ اُنھیں میں ایک مشہور قرامطی نابلسی بھی تھا۔ جس کا قول تھا کہ ”اگر میرے پاس دس تیر ہوں تو اُن میں سے نو تیر مغربیوں (اسماعیلیوں) پر پھینکوں گا اور ایک رومیوں پر“ المعز نے اُس سے کہا ”دانتی تمہارا یہی قول ہے؟“ اُس نے کہا ”بے شک“ المعز نے براہ کھیمتہ ہوئے اُس کی کھال کھنچوالی۔ پھر اُس میں ہنس بھر دیا۔ اور وہ جس جہاں مبتلا مصلوب کیا گیا۔

قرامطہ کے تختہ کے بعد ظالم نے دمشق کی حکومت ایسی بُری طرح سے شروع کی اور اہل شام پر ایسے مظالم کئے کہ ہر طرف ناراضی پھیل گئی اسی زمانے میں ربیع الثانی ۳۵۷ھ میں مصر کا سریر پر اسے امامت بدل گیا۔ المعز مدینہ منورہ منتقل کیا۔ اور الزہری بامد سے فنان امامت و خلافت اپنے ہاتھ میں لی۔ اتفاقاً اسی زمانے میں ارض عراق کا ایک معز اور بہادر ترک جس کا نام الفتکین تھا وہ ان کے صاحب اثر حکمران بختیار سے شکست کھا کے اپنے چندو بشنگان دامن کے ساتھ ارض شام میں وارد ہو کے شہر حمص میں فروکش ہو گیا تھا۔ ظالم نے اُس کے مطلع کرنے کی کوشش کی تو اُس نے پروا نہ کی اور بڑھ کے خاص و مشق پر بھی قبضہ کر لیا۔ ظالم نے دوبارہ اُسے مغلوب کرنا چاہا۔ مگر اب بھی زور نہ چلا۔ تب خلافت اسماعیلیہ کی طرف کے پیر سلاطین جو ہر اُس کے مقابلہ کو آیا۔ اور دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ الفتکین کے پاس

اہل دمشق پر ظلم

العزیز بادشہ

الفتکین

دمشق پر اس کا قبضہ

اطراف و جوانب کے تمام خوب جمع ہو گئے تھے اُنھوں نے کہا ”مغرب  
 والوں نے ہمیں سخت پریشان کر رکھا ہے۔ ہم آپ کا ساتھ دینے کو  
 تیار ہیں۔ آپ جیسے بنے مقابلہ کر کے ملک کو اُن کے ظلم و جور سے بچا دیں۔  
 اور اگر ضرورت ہو تو اپنا کوئی قاصد احسا میں بھیج کے حسین بن احمد قرامطی  
 اور اُس کے قرامطہ کو اپنی مدد کے لئے بلا لیجئے۔ وہ فوراً بڑی استعدادی  
 سے آپ کی مدد کریں گے“ الفنگین نے اس مشورہ پر عمل کر کے قرامطہ سے  
 مراسلت کی۔ اور حسین بن احمد قرامطی زبردست لشکر کے ساتھ اُس کی مدد کو  
 آپہونچا۔ سپہ سالار علی بن جوہر نے قرامطہ کے آنے کی خبر سنی تو ڈر کہ ایسا  
 نہ ہو میں دونوں جانب سے دوزبردست دشمنوں میں گھر جاؤں۔ فوراً  
 محاصرہ چھوڑ کے واپس گیا اور شہر ربلہ میں قیام کیا۔ اور اپنے سامان اور  
 رسد وغیرہ کو عقلان کے قلعہ میں پہونچا دیا۔ اس لئے کہ وہ سب سے  
 زیادہ مضبوط مقام تھا۔

الفنگین کو قرامطہ  
 کی کمک

اب حسین بن احمد قرامطی اور الفنگین پچاس ہزار بہادروں کی قوت  
 سے جوہر کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے۔ اس حرکت میں خاص بات یہ تھی کہ جیسا  
 شریف النفس بہادر جوہر علیحدگی کی فوج کا سردار تھا ویسا ہی سچا یا اصول  
 اور نیک نفس بہادر الفنگین بھی تھا جو اُس کے مقابلہ پر تھا۔ اہل شام کا یہ  
 لشکر شہر رملہ کی آبادی سے یمن و ریسخ پر نہر ملو اصین کے کنارے اُترا۔ رملہ  
 میں اسی ندی کا پانی بیا جاتا تھا۔ قرامطہ اور الفنگین اُس کے گھاٹ پر قابض  
 ہو گئے تو جوہر کو بڑی مشکوک کا سامنا ہوا۔ چند روز تک تو اُس نے چھوٹے  
 چھوٹے تالابوں سے کام چلایا۔ مگر جب دیکھا کہ پانی کا قحط ہو اچاہتا ہے تو  
 رملہ سے ہٹ کے عقلان میں ہو رہا۔ اس کے پیچھے پیچھے الفنگین اور قرامطہ  
 بھی عقلان جا پہونچے۔ جوہر سے اپنی فوج کی کمی کے باعث اس کے سوا  
 اور کوئی بات نہ بن پڑی کہ عقلان میں قلعہ بند ہو کے بیٹھ رہا۔ اور اہل شام  
 و قرامطہ نے چاروں طرف سے محاصرہ کر دیا۔ اس محاصرہ نے طویل کھینچا۔  
 اور محصورین کے پاس کھانے کو کچھ نہیں باقی رہا۔ یہاں تک کہ لوگ مردار

اسامہ بن عسقلان  
 میں

کھانے لگے۔ اور پانچ رطل زوٹی کی قیمت ایک اشرفی کو پہنچ گئی۔ اس پر خرابی یہ ہوئی کہ جاڑون کا لمبوسم تھا اس لئے بڑا دریا مصر سے رسد لانی کا بھی انتظام نہ ہو سکتا تھا۔

جو ہر نے ارادہ کیا کہ پہلے کی طرح اب کے بھی دشمنوں میں بھوٹ ڈال کے کامیابی حاصل کرے۔ اور افنگین سے مرسل شروع کی کہ تم قرامطہ کا کیا سانچو دیتے ہو۔ ہمارے امیر المؤمنین کی اطاعت کر دے تو اس قدر دولت تمہاری نذر کی جائے گی۔ مگر افنگین ابن الجراح نہ تھا۔ اس نے ہر خط کا حال حسین بن احمد قرامطی سے بیان کر دیا۔ اور حسین بن احمد نے ہمیشہ یہ رائی دی کہ اگر یہ لوگ تمہارے قابو سے نکل گئے تو نہایت ہی بڑا سلوک کریں گی۔ ان کے وعدوں کا اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ اس مراست کا بھی کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ اور جو ہر اور اس کے ساتھیوں کو موت کے سوا اور کسی انجام کی امید نہ باقی رہی۔ تب جو ہر نے افنگین کو لکھا۔ ”اچھا تم نہیں ماننے تو فلان مقام پر فلان وقت مجھ سے آکے ملو“ اس کو افنگین نے منظور کیا۔ وقت موعودہ پر گیا۔ اور دونوں سردار گھڑوں پر سوار قلعہ کے باہر ایک دوسرے سے ملے۔ جو ہر نے کہا ”ہم تم دونوں مسلمان ہیں۔ اولہ میں فتنے خون ریزی کا بازار گرم کر رکھا ہے جس کا مواخذہ ہمارے سردار پر ہے۔ میں نے صلح و اتفاق کی کوشش میں کوئی بھی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ اور آپ سے ہر طرح کے وعدے کئے مگر آپ کسی بات کو نہیں منظور کرتے۔ اب میں چہر کہتا ہوں کہ ذرا سوچئے اور اس امر میں چہر غور کیجئے۔ شاید آپ کے دل میں صلاحیت آجائے۔“

افنگین کی شریفی

افنگین نے جواب دیا۔ ”میں خدا کی قسم راضی ہوں۔ اور آپ کے عہد و پیمان پر وثوق رکھتا ہوں۔ اور یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ آپ کی رائے صحیح ہے۔ لیکن اس کو کیا کروں کہ قرامطی نہیں راضی ہوتا ہے آپ ہی کی بدولت مجھے اپنی مدد پر بلانا پڑا۔ اور اس سے میں بددعا کرنا نہیں چاہتا“ جو ہر نے کہا ”یہ صورت ہے تو میں بھی اب آپ کی امانت داری پر بھروسہ کر کے اپنا سچا سچا مال بیان کئے دیتا ہوں۔ اصل یہ ہے کہ اب ہم پر دنیا تنگ ہو گئی



ہے۔ تمام سپاہی فاقون مر رہے ہیں۔ اور کسی پہن لڑنے کی طاقت نہیں۔  
 آپ سمجھ پر اور میرے ساتھی مسلمانوں پر اتنا احسان کیجئے کہ ہم سب اپنی  
 جانیں بچا کے یہاں سے چلے جائیں۔ اور اپنے آقا کے دربار میں پہنچ گئے  
 آپ کے شکر گزار ہوں۔ اور آپ کا یہ احسان قیامت تک باقی رہے۔  
 یہ حالات سن کے لشکر کا دل ٹیسچ گیا۔ اُس نے جوہر کی درخواست قبول  
 کی۔ اور حلف اٹھائی کہ آپ سے بد عہد ہی نہ کروں گا۔ اس کے بعد جوہر سے  
 رخصت ہو کے سیدہ حنین بن احمد قرمطی کے پاس گیا اور اُس سے ساری  
 کیفیت اور اپنے وعدے کا حال بیان کر دیا۔ حنین بن احمد نے کہا کہ تم نے  
 بڑی غلطی کی۔ جوہر بہادر بھی ہے صاحب رائے بھی ہے اور مکار بھی ہے  
 یہاں سے جاتے ہی ایسا زبردست لشکر لے کے آئے گا جس کے مقابلہ  
 کی ہم میں قوت نہ ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے عہد سے بھر جاؤ۔  
 لشکرین  
 بولا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم میں اُس سے بغاوت ہی نہ کروں گا۔  
 اور اس کے ساتھ ہی جوہر اور اُس کی فوج کو واپس جانے کی اجازت دی  
 جوہر نے مصر میں واپس جانے کے عزیز باعد کی خدمت میں تمام حالات  
 عرض کئے۔ اور کہا اگر آپ لڑنے کے مقابلہ کو تشریف لے چلا چاہتے ہوں تو جلدی  
 کریں۔ ورنہ وہ لوگ سلطنت مصر کی سرحد میں داخل ہو جائیں گے۔  
 عزیز  
 فوراً لشکر جمع کر کے مقابلہ کو چلا۔ اور جوہر اُس کے مقدمہ الجوش کا سردار  
 تھا۔ اُس کی روانگی کی خبر سن کے لشکرین اور قرامطہ پھر مدینہ واپس آئے۔  
 اور ارادہ کیا کہ وہیں میدان جنگ گرم کریں گے۔ آخر عزیز بھی آ پہنچا۔  
 محرم  
 محرم شمس میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہفت آرا ہوئے۔  
 اور لڑائی شروع ہو گئی۔ پہلے ہی معرکہ آرائی میں لشکرین کی شجاعت و  
 جوان حردی کو دیکھ کے عزیز متحیر ہو گیا۔ اور عین لڑائی کے وقت اُسے  
 پیام دیا کہ اگر تم میرے پاس چلے آؤ تو تمہیں ملکوں اور صوبوں کا والی  
 اور اپنے لشکر کا سپہ سالار بناؤں گا۔ یہ پیام سنتے ہی لشکرین نے دونوں لشکروں  
 کی صفوں کے درمیان گھوڑے سے اتر کے زمین چومی۔ اور پیام لانے والے کو

کہا "امیر المومنین کی خدمت میں عرض کرنا کہ اگر یہ پیام پہلے آیا ہوتا تو میں فوراً سہرا طاعت پہنچا دیتا۔ مگر اب ممکن نہیں" اور یہ کہہ کر مصر کی فوج کی میسر فرما دیا۔ لوگوں کو شکست دے دی۔ اور بہت سے بہادروں کو قتل کر ڈالا۔ العزیز یہ دیکھ کر ایسا جوش میں آیا کہ قلب فوج سے نکل کر اپنے میسر میں گیا۔ اور قرامطہ پر حملہ کا حکم دیا۔ اس شاہی لشکر سے مصریوں نے ایسا زبردست حملہ کیا کہ قرامطہ کو شکست ہو گئی۔ ساتھ ہی الفنگین کو ساتھیوں کے بھی قدم اکڑ گئے۔ اور سب نے راہ فرار اختیار کی۔ اب مغربی جوانوں نے مغربیوں کو بے روک قتل کرنا شروع کیا۔ اور تقریباً بیس ہزار آدمی مار ڈالا۔ فتح کے بعد العزیز بامد خمیہ میں جا کے ٹھہرا۔ لوگ مغرور دشمنوں کو بڑا بکڑا کر اُس کے سامنے لاتے تھے اور وہ اُس شخص کو جو کسی کو زندہ بکڑا کر خلعت دیتا تھا۔ ساتھ ہی اشتہار دے دیا کہ جو کوئی الفنگین کو زندہ گرفتار کرے گا اُسے ایک لاکھ دینار انعام میں ملیں گے۔ اور حریف الفنگین پر اس شکست کو بد یہ گزری کہ تنگی سے بے تاب چلا جاتا تھا کہ مفرج بن و غفل طائی سے ملاقات ہوئی۔ چونکہ اُس سے بُرائی دوستی تھی الفنگین نے پانی مانگا۔ مفرج نے پانی پلایا اور اطمینان دلا کہ اپنے گھر گئے۔ وہاں اُسے قدر و منزلت سے رکھا اور خود چپکے سے جا کے العزیز سے ملا۔ اور اُسے اطلاع دی کہ الفنگین گرفتار ہو گیا۔ العزیز نے فوراً ایک لاکھ دینار اُس کے حوالے کر دیئے۔ اور چنبرہ آدمی ساتھ لے کر الفنگین کو لے آئیں۔ الفنگین کو اپنی گرفتاری کا حال کھلا تو زندگی سے مایوس ہو گیا۔ اور گویا تھا کہ العزیز کے سامنے پہنچتے ہی قتل کیا جائے گا۔ مگر جبراً و قہراً گیا۔ مگر جب وہاں جا کے العزیز کے برتاؤ کو دیکھا تو متحیر ہو گیا۔ کیونکہ نہایت تعظیم و تکریم سے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اس کے لئے خیمے گھڑے گئے۔ اور تمام خدام جو اُس کے پاس تھے اُسے دئے گئے۔ اور ایسے ایسے تحفے اور ہوائے اُسے عطا ہوئے کہ دنگ رہ گیا۔ پھر العزیز اُسے اپنے ساتھ مقرر کیا۔ اور اپنے مخصوص ترین عہدہ داروں میں شامل کیا۔

قرامطہ کی شکست

العزیز کا سلوک  
مصریوں کے ساتھالفنگین سے  
العزیز کا سلوک

حسن قرطبی کی شکست

حسن بن احمد قرطبی کا یہ حال ہوا کہ شکست کھا کے بھاگتا ہوا بلر پڑا تک پہنچا تھا کہ العزیز کا قاصد ملا جس نے پیام دیا کہ مد امیر المومنین بلائے ہیں۔ اگر آپ چلین گئے تو آپ کی انگلیں سے زیادہ عزت و حرمت اور قدر و منزلت ہو گی۔ مگر اُس نے نہ مانا۔ اور اپنے شہر میں واپس چلا گیا۔ اُس کے آنے سے مایوس ہو کے العزیز نے بیس ہزار دینار اُس کے پاس بھیج دیے۔ اور کہلا بھیجا کہ یہ رقم تم کو ہر سال پہنچا کرے گی۔ چنانچہ اس وقت سے قرامطہ کو بلا رحمت بیس ہزار دینار کی رقم ہر سال مگر بیٹھے ملنے لگی۔

انگلین کی وفات

مصر میں العزیز نے انگلیں کو خاص اپنے نصر کے پاس جگہ دی۔ اور اُس کی عزت بڑھائی۔ جس سے انگلیں کی یہ حالت ہو گئی کہ وزیر سلطنت یعقوب بن کلس کا ادب بھی جھوٹ دیا۔ وزیر کو اُس کا یہ رنگ دیکھ کے اُس سے عداوت ہو گئی۔ اور انگلیں کے ایک نوکر سے سازش کر کے اُسے زہر دلوادیا۔ العزیز کو اُس کے مرنے کا بے انتہا صدمہ ہوا۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ یہ وزیر کا کام تھا تو برہم ہو کے اُسے قید کر دیا۔ اور اُس سے پانچ لاکھ درہم جرمانہ وصول کیا۔ مگر سلطنت میں اور کوئی قابل آدمی نظر نہ آیا۔ اور نظام سلطنت بگڑتا دکھائی دیا تو کچھ اوپر چلے گئے دن تک قید رکھنے کے بعد اُس کا مقصور معاف کیا۔ اور رہائی کے ساتھ ہی پھر اُسے خلعت و دارت عطا ہوا۔

## دسوان باب

باقی حالات قرامطہ

قرامطہ کا دور

اب قرامطہ کی قوت بالکل ٹوٹ گئی تھی۔ صرف اتنا بچہ بچتا ہے کہ ۳۶۳ھ میں ابو یعقوب یوسف بن حسن جنابی نے ترا سسی برس کی عمر پا کے اور بہت دنوں حکومت کر کے دنیا کو رخصت کیا۔ اور اُس کے بعد اُن میں بجائے اس کے کہ کوئی ایک شخص حاکم بنایا جائے ایک شتم کی جمہوریت شروع ہوئی۔ یعنی حکمرانی کے لئے فرقہ میں سے ۶ مفراز آدمی منتخب کئے گئے

اُن کی پارلیمنٹ جو ایک پارلیمنٹ کی نوعیت سے باہمی مشارکت و مشاورت سے حکومت کرتی۔ اور اُن لوگوں کا نام سادہ (سادات) قرار پایا۔

بارہ برس تک ان لوگوں نے غموشی سے حکمرانی کی۔ دینا کو یہ بھی معلوم ہونے لگا تھا کہ وہ لوگ کیا کر رہے ہیں اور کس مشغلہ میں ہیں۔ مگر برائی سا کچھ ایسی قائم ہو گئی تھی کہ خلافت عباسیہ اور بغداد کا دربار اُن کے نام سے کانپتا تھا۔ چنانچہ اُن کا ایک نائب (ریڈینٹ) خاص بغداد میں رہ کر اتنا جو صاحب اثر و ذرا کی طرح تمام معاملات میں دخل دیتا بلکہ حکومت کرتا تھا۔

بغداد میں ان دنوں ایک نئی قسم کا پارٹی نینالنگ قائم ہو گیا تھا جس اور شارنٹون کا بازار گرم تھا۔ عضد الدولہ جس کے ہاتھ خلافت کی کل تھی اُس نے وفات پا چکی۔ اور اُس کا بیٹا شرف الدولہ باپ کا جانشین ہوا تھا۔ شرف الدولہ کی مخالفت پر مصمصام الدولہ نام ایک دوسرا رئیس اُٹھ کھڑا ہوا اور اکثر معزین کو اپنا طرفدار بنا کے وہی صاحب اختیار ہو گیا۔ عوام میں سے اکثر لوگ شرف الدولہ ہی کو پسند کرتے تھے۔ اس لئے کہ اُس کے باپ عضد الدولہ نے اپنی سخاوت اور مہربانیوں سے بہتوں پر اپنے حقوق قائم کروئے تھے۔ عوام بغداد ہی نہیں قرامطہ بھی اسی کو پسند کرتے تھے۔ اس لئے کہ عضد الدولہ نے اُنھیں بھی مختلف شہروں کی حکومت دے دی تھی۔

بغداد کے اندر  
بھاڑے

مصمصام الدولہ نے زور پکڑنے کے بعد جب قرامطہ کو اپنے خلاف پایا تو اُن کے ریڈینٹ ابو بکر بن شاہویہ کو بغداد میں قید کر دیا۔ اس کی خبر سننے ہی قرامطہ میں تازہ جوش پیدا ہوا اُن کے دوسرے دار اسحق اور جعفر جو ”سادہ“ میں سے تھے لشکر کے ساتھ ”مین چڑھ آئے۔ اور کو ذہر قبضہ کر لیا۔ مصمصام الدولہ نے ایچی بھیج کے پوچھا کہ ”تم لوگ کیوں آئے ہو؟“ جواب ملا ”اس لئے کہ ہمارا ریڈینٹ گرفتار کر لیا گیا“ اور اس جواب کے ساتھ ہی قرامطہ کا ایک سپہ سالار ابوقیس حسن بن منذر سبقت کر کے مقام جامعین تک آ پہنچا۔ قرامطہ کی اس یورش نے

مصمصام الدولہ  
اور قرامطہ

کو ذہن قرامطہ

اہل خاق کو بدحواس کر دیا تھا۔ اور تمام اہل بغداد کا نہ پ رہے تھے، مگر  
حصصام الدولہ بہادر آدمی تھا۔ بالکل نہیں ڈبا۔ اور اپنے لشکر کے ساتھ  
عربوں کی ایک بڑی دست جماعت کو مقابلہ کے لئے روانہ کر دیا۔ جو لوگ  
فرات سے اتر کے اُن کے سامنے صف بڑا ہو گئے۔

اُسی مقام جامعین میں مقابلہ ہوا۔ اور قرامطہ کو شکست ہوئی۔ میدان  
چھوڑ کے بدحواس بھاگے۔ اور ابوقیس اور بہت سے قرامطہ فقیہوں کے  
کے ہاتھ میں اسیر ہو گئے۔ قرامطہ کو اس شکست کی خبر ہوئی، دو بارہ  
بڑی زبردست قوت سے آگے بڑھے۔ اور اُسی میدان جامعین میں پھر  
عرصہ رزم گرم ہوا۔ اور اگرچہ قرامطہ جان توڑ کے لڑے مگر پھر شکست کھائی  
اور بہت ہی بڑی شکست۔ سپہ سالار میدان میں مارا گیا۔ ہزار ہا قتل ہوئے  
اور کثیر التعداد جماعت حصصام الدولہ کے سامنے اسیر کر کے کھڑی کر دی  
گئی۔ اس دوسری شکست کی خبر کو نہ میں پہونچی تو باقی ماندہ قرامطہ شہر  
چھوڑ کے بھاگے۔ اگرچہ قادیسیہ کے گھنڈروں تک اُن کا تعاقب کیا گیا۔  
مگر ہاتھ نہ آئے۔ اور جان بچا کے اپنے دارالہجرۃ میں پہونچ گئے۔ قرامطہ  
کو یہ ایسی شکست ہوئی تھی کہ پھر اس کے بعد اُن کو کبھی فتح نہ نصیب ہوئی  
اور ہمیشہ کے لئے اُن کا نام تاریخ کے صفحات سے نکل گیا۔

اگر اُمّنین اپنے وطن میں چند روز چین سے بیٹھنے کا موقع ملتا تو شاید  
پنپ جاتے مگر اُن کی بدقسمتی سے قبیلہ بنی قتیق بین اصفر نام ایک شخص  
پیدا ہوا جس نے عربوں کا ایک بڑا گروہ جمع کر کے قرامطہ پر اُن کے خاص  
گھوڑ میں حملہ کیا۔ اور وہ اتنے مکرور تھے کہ اپنا گھر بھی نہ بچا سکے۔ شکست کھائی۔  
مارے گئے۔ اسیر ہوئے۔ اور بقیۃ السیف نے احساہ کے قلعہ میں جپ کر  
جان بچائی۔ اصفر نے احساہ کو گھیر کے پڑے رہنے میں طول اہل دیکھا اُسے  
چھوڑ کے خاص شہر قطیف پر حملہ کیا جو قرامطہ کا گہوارہ تھا۔ یہاں کسی میں  
زاحمت کی تاب نہ تھی۔ اصفر نے اُن کے مال اسباب۔ نوڈی غلام  
اور مویشیوں وغیرہ میں سے جو کچھ پایا اپنے قبضہ میں کیا۔ اور چلتا بنا۔

اور اسی واقعہ پر قرامطہ کی تاریخ کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر سندھ اور ہندوستان  
 ہندوستان میں ہم اس کے بعد بھی قرامطہ کا نام سنتے ہیں۔ کیونکہ محقق مورخین شفق اللفظ ہیں  
 کہ محمود غزنوی نے جو ۳۸۵ھ میں تخت نشین ہوا تھا ملتان اور منصورہ کو قرامطہ  
 اور ملاحدہ کے ہاتھ سے جہین کے اپنے قبضہ میں کیا۔ اور یہی لوگ تھے جنہوں نے  
 ملتان کے بت خانہ کو منہدم کیا۔ اور اس کی مورت کو توڑ ڈالا جو مسلمان حکمران  
 ملتان کے لئے کسی زمانے میں ذریعہ آمدنی بھی تھا۔ اور ذریعہ حفاظت بھی۔ جیسا  
 کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ محمود کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ پھر ان لوگوں کا زور  
 ہو گیا تھا۔ کیونکہ کچھ کم و معدی بعد ۵۷۵ھ میں جب سلطان محمد غوری نے  
 ملتان پر قبضہ کیا تو اس وقت بھی یہ شہر قرامطہ ہی کے قبضہ میں نظر آیا تھا۔  
 یہی نہیں اس کے بعد ۷۳۵ھ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان کے اسلامی  
 دارالسلطنت خاص شہر دہلی میں قرامطہ کا زور ہو گیا تھا۔ اور یہاں تک نوبت  
 پہنچی کہ انھوں نے مسلمانوں کی جامع مسجد پر یورش کی اور بہت سے  
 مسلمانوں کو مسجد کے اندر گھس کے مار ڈالا جس کے پاداش میں وہ بڑی  
 بے رحمی سے قتل کئے گئے۔ اور کوشش کی گئی کہ ان کا نام و نشان بھی  
 مٹا دیا جائے گا۔

محمد غوری کا  
 قرامطہ پر

قرامطہ دہلی میں

لیکن تحقیق طلب ہے کہ ہندوستان کے یہ قرامطہ حقیقت میں قرامطہ تھے  
 یا اسماعیلی تھے۔ یا باطنی تھے۔ ان مسلمان مصنفین نے جو مل و دخل اور مذہب  
 سے بحث کرتے ہیں اپنی کتابوں میں ان تین فرقوں کا امتیاز بے شک بتا دیا ہے  
 مگر مورخین اسلام اکثر غلطی کر جاتے ہیں۔ اور جا بجا ایسا نظر آتا ہے کہ ان تینوں فرقوں  
 کو قرامطہ ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

یہ قرامطہ تھے  
 یا اسماعیلی

قرامطہ کے فرقہ کی یہ حالت ہے کہ ابتداء شروع تو یوں ہوا کہ ایک امام  
 غائب کی طرف لانے کا نام لے کے عباسی حکومت کی بیخ کنی کی کوشش کی گئی  
 اور خود ہی جیسے مسائل جی میں آئے تصنیف کر لئے گئے۔ یہاں نمازین فرض  
 کر دی گئیں۔ اور ظاہری زہد و تقویٰ کو فی الواقعہ میں اٹھا رکھا گیا۔ پھر جب

قرامطہ داعی  
 اسماعیلیت

سنا گیا کہ عبید اللہ مہدی نے افریقہ میں دُعاوائے امامت کیا دیں۔  
 تو انہیں کو اپنا امام بتا دیا گیا۔ اور اثنا عشری شیعوں پر  
 حملہ کیا گیا کہ وہ ایک عائب امام کے منتظر بیٹھیں۔ ہین جو کسی  
 طرح انہیں چکے۔ ہمارے امام کو دیکھو کہ وہ دنیا کے  
 سامنے موجود ہین۔

مگر یہ بھی صرف دکھانے اور لوگوں کو فریب دینے کے لئے  
 تھا۔ اس لئے کہ جب مہدی نے کعبہ میں لوٹ کھسوٹ کرنے پر  
 ناراضی ظاہر کی اور لکھنؤ کے حجر اسود کو لاکے پھر کعبہ میں  
 نصب کر دیا تو ذرا بھی پروا نہ کی گئی۔ اور اس کے چند روز بعد  
 جب دعوت فاطمی کا اوازہ مصر و شام میں بلند ہوا تو صاف الگ  
 ہو گئے۔ انہیں سے مخالفت کی جن کو اپنا امام بتایا تھا۔  
 اور انہیں کے سامنے توحید لے کے ہم مذہبوں کے قتل کرنے کے لئے  
 آمادہ ہو گئے۔ وہ بھی عجیب وقت تھا کہ اسماعیلیوں کا امام  
 العزیز باللہ انہیں اپنی طرف بلا رہا ہے کہ میں تمہارا امام  
 ہوں میری اطاعت کرو، اور وہ سماعت نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے  
 نام کا خطبہ الٹ پڑھواتے ہیں۔ مدینہ میں العزیز کا خطبہ  
 پڑھا جاتا ہے۔ اور مکہ میں ہجر کے قرامطہ کا۔ اور مغلوب  
 ہونے کے بعد بھی نجلے بیٹھتے تو کب جب العزیز نے ایک سالانہ  
 رقم مقرر کر دی۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرامطہ کو  
اسماعیلیین مصر سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ لیکن اس میں شک  
نہیں کہ قرامطہ کے زور و شور اور ان کی لوٹ مار سے اسماعیلیت  
کو بہت بڑی مدد ملی۔ ایسی مدد کو خاص عراق و بغداد  
میں اگر خود اسماعیلیوں کی حکومت قائم ہو جاتی تو بھی  
اتنی مدد ان کے مذہب کو نہ مل سکتی۔ وہ مدد یوں ملی  
کہ جتنے لوگ قرامطہ کے اثر سے قرمطی بنے اور ان کے گودہ  
میں شامل ہوئے تھے وہ سب قرامطہ کی حکومت کا زور ٹوٹنے  
کے بعد آپ ہی آپ اور خود رو طریقہ سے اسماعیلی بن گئے  
اور چونکہ قرامطہ چند روز میں اسماعیلی بن گئے تھے اسی  
سبب سے مورحین کو دھوکا ہو گیا۔ اور وہ انہیں اسماعیلیت  
کے زمانے میں بھی قرامطہ ہی کے لقب سے یاد کرتے رہے۔  
سندھ میں یہ مذہب مصر سے نہیں آیا۔ اور نہ  
مصر کو یہاں سے کوئی تھا۔ یہاں جتنے لوگ اے بحرین  
عمان۔ حضرموت اور یمن سے آئے۔ وہی ابتداً اپنے ساتھ  
زیدیت کو لائے۔ جو کہ دنیا میں بہ ظاہر اس بات شیعیت  
کا پہلا فارم تھا۔ پھر یہی لوگ اس کے بعد قرمطیت کو  
لائے۔ اور چونکہ خلافت بغداد کی زد سے بچنے کے لئے  
ان دنوں سندھ سے بھتر کوئی حصہ زمین نہیں ہوسکتا تھا



اس لئے قرامطہ نے اسی کو اپنا مائن بنالیا۔ روز بروز یہاں کی آمد و رفت بڑھائی۔ سگری تجارت بین زیادہ حصہ لیا۔ اور ہند و سندھ کے سواحل میں بود و باشر اختیار کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ان کا مذہب یہاں کا عام مذہب بن گیا۔ اور آخر خلافت کے جوئے سے آزاد ہونے کے بعد وہی یہاں کے حکمران بھی بن گئے۔

لیکن جب یہاں کی حکومت ملی تو بحرین اور سواحل عرب کی حکومت ہاتھ نہ نکال گئی۔ اور جب قرمطیت اپنے خاص وطن یعنی مشرقی سواحل عرب میں کمزور ہوئی تو وہ تمام قرامطہ جو ہندوستان کے سواحل میں تھے بغیر کسی کی ہدایت کے ایک ادھی تحریک پر خود بخود اسماعیلی بن گئے۔ سب نے اسماعیلی امامت کو تسلیم کر لیا۔ اور خود اپنی حوشی سے خلافت فاطمی مصر کے آگے سر اطاعت جھکا دیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب علامہ بشاری نے یہاں آکر دیکھا تو یہاں بنی فاطمہ مصر کا اثر تھا۔ انہیں کا مذہب رائج تھا۔ انہیں کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اور انہیں کا سکہ ملتان وغیرہ میں چل رہا تھا۔

اس کے بعد جب نئے عزنوی اور غوری فاتح مغربی بھاڑوں کے دروں سے نکل کے آئے اور یہاں ان لوگوں کی حکومت دیکھی تو انہیں ملاحدہ خیال کیا۔ اس لئے کہ وہ خراسان کی

طرف سے آئے تھے۔ اور حراسان میں جس اسماعیلیت کو دیکھنے آئے تھے وہ محسن بن صباح اور اس کے جانشینوں کی بگاڑی ہوئی اسماعیلیت تھی۔ جس کا لقب علی ذکرۃ السلام کی خود رائیوں کی وجہ سے مسلمانوں میں الحاد مشہور ہو گیا تھا۔ اور جو ملاحظہ کے نام سے یاد کئے جاتے تھے اس دھوکے میں آکے انہوں نے اسماعیلیین سندھ کو بھی ملاحدہ کہنا شروع کر دیا۔ اسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ فرشتہ اور تمام فارسی مورخین اور ان سے نقل کرنے والے عربی اہل تاریخ بھی ان لوگوں

اور ہمارے انفنسٹن صاحب تو اسی ملاحدہ کے لفظ سے یہ

سمجھ مراد ہیں۔ کیونکہ اکثر

مسلمان غیر مذہب والوں یا بے دینوں کو ملہ

ہیں۔ اور اسی غلطی میں بڑکے یہ رائے قائم کر دی کہ محمد

بن قاسم ملک سندھ پر پھر ہندون کا

قبضہ ہو گیا تھا۔ اور مسلمان اس سرزمین سے مار کے نکال

دئے گئے۔ حالانکہ فرشتہ کی مراد ملاحدہ سے حراسان کے

اسماعیلی اور باطنی لوگ تھے۔ جن کے فدائیوں کی چھریوں

نے ایک مدت تک دنیا میں بے امنی قائم رکھی۔ اور جنہوں

نے صلیبی مجاہدوں کے ساتھ عجیب عجیب پولیٹیکل کھیل

کھیلے تھے۔

ملاحظہ (خراسان کے باطنی) بھی ہندوستان میں  
 میں آئے۔ مگر ان کے آنے کا زمانہ بہت آخر ہے اور آغاخان  
 کے مورث اعلیٰ (پہلے آغاخان) سے پیشتر ہمیں اس گروہ کے  
 ہندوستان میں آنے کا پتہ نہیں لگتا۔ اور آغاخان نے بھی یہاں  
 اکی اپنی دعوت کا سلسلہ قائم کیا تو ہندوؤں کو اپنی طرف  
 بلایا۔ اور نو مسلموں کی ایک کثیر التعداد جماعت اپنے گرد  
 جمع کر لی۔ اصلی اسماعیلی جو اس عہد کے اسماعیلیوں کی یادگار  
 میں بوہرے ہیں۔ بزرگ ابن شہریار نا خدا نے اگرچہ ان کو  
 اپنی کتاب عجائب الہند میں ایک مقام پر مہیب و ظالم  
 دریائی لوٹیرے بتایا ہے مگر سچ یہ ہے کہ ان میں زیادہ تر  
 عربی النسل اور اگلے فاتحین عرب اور محمد بن قاسم کے چھنڈے  
 کے نیچے لہو بہانے والوں کی یادگارین ہیں۔

اسماعیلیوں نے سندھ میں کیسی حکومت کی اس کا با  
 بالکل پتہ نہیں لگتا۔ اگرچہ ہم سیاحوں سے سنتے ہیں کہ ان  
 میں علم و فضل کا بہت چرچا تھا۔ اور بڑے بڑے علما و فضلا  
 ملتان و منصورہ میں جمع تھے۔ مگر افسوس ان میں ہمیں کوئی  
 مورخ نہیں نظر آتا۔ اور نہ کسی اور فن کے کسی مصنف کی کوئی  
 کتاب دنیا میں موجود ہے کہ کچھ بھی پتہ لگایا جاسکے۔

اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ عربی تاجر چونکہ ہندو  
 راجوں اور غیر مذہب حکمرانوں

عادی

ہو گئے تھے اور اسندہ سے سیلون تک انہوں نے  
 پیدا کر لی تھی بلکہ اکثر ساحلی شہروں میں جا  
 جا کے بسر گئے  
 قلمرو کے باہر بھی اپنے لئے بہت سی  
 لی تھیں ۔

تھا کہ جب محمود نے ملتان پر حملہ کیا تو  
 اس کے پہونچنے سے پہلے ہی ابوالفتح حاکم ملتان نے جو  
 اسماعیلی تھا مال و دولت اعزا و اقارب اور بہت سے رفقا کو  
 لے کے جنوبی ہندوستان کی راہ لی ۔ اور وہی بظن غالب  
 اسماعیلیین کی اس آبادی کا بانی ہوا جسے آج ہم گجرات  
 وغیرہ میں پھیلا ہوا پاتہ ہیں ۔ اور غیر مذہب والوں کے  
 دامن میں چھپ کے جان بچانے ہی کی برکت تھی کہ اسماعیلیین  
 کا فرقہ ہندوستان میں اہل سنت کی بڑی بڑی زبردست  
 سلطنتوں کے قائم ہونے کے بعد بھی باقی رہا اور فنا نہ ہونے  
 پایا حالانکہ یہی مذہب خاص اپنے مرکز اور اپنے دارالخلافت  
 قاہرہ میں خلافت بنی فاطمہ کے زوال کے بعد چند روز بھی  
 زندہ نہ رہ سکا ۔

اب ہم قرامطہ اور اسماعیلیین کے حالات کے ساتھ  
 ہی اپنی تاریخ سندھ کی دوسری جلد کو ختم کرتے ہیں ۔  
 اور آئندہ کسی اطمینان کے وقت میں اس تاریخ کے باقی ماندہ

حصہ کو علیحدہ جلدوں میں شایع کریں گے۔ کیونکہ دلگداز کے ساتھ اشاعت تاریخ کا سلسلہ آٹھ سال سے ختم کیا جاتا ہے۔ لیکن ناظرین سے رجعت ہونے سے پہلے ان کی خدمات میں ہم اتنا اور عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ تاریخ سندھ کا جو حصہ شایع ہو چکا نہایت اہم تھا۔ اور باقی ماندہ حصہ اتنا اہم نہیں۔ کیونکہ جو حالات آپ کو گذشتہ جلدوں میں نظر آئے اور کسی کتاب میں نہ نظر آئیں گے۔ یہ وہ حصہ تھا جو متاخر مورخین کی لاعلمی سے فنا ہو گیا تھا۔ اور جس کی تالیف اور ترتیب میں ہمیں بے انتہا مشکلوں سے سامنا کرنا پڑا۔ اور جو حصہ ہمیں اب شایع کرنا ہے اور جو بعد کی جلدوں میں ملے گا وہ وہ ہے جو ہندوستان کی اکثر تاریخوں میں مل جائے گا۔ والسلام











